کشمیر

اور

علّامہ مشرقی

تدوین

سید شبیر حسین

کشمیر

اَور

علّامہ مشرقی

تدوین

سیّد شبیر حسین

297.04
س 135 ت
92371

تدوین: ——— سید شبیر حسین

بار اول: ——— مارچ ۱۹۹۴ء

تعداد: ——— ایک ہزار

قیمت: ——— روپے

قیمت بیرون ملک: ——— ۸ امریکی ڈالر

——— شائع کردہ ———

ورلڈ آفیئرز پبلی کیشنز، ۵۲ بازار روڈ رمنا ۴/۱۶ اسلام آباد

فون نمبر ۸۲-۶۹۱

——— طباعت ———

طاہر پرنٹنگ پریس ایف اے ۱، ۲۲۱، ۸/۴ آئی ۔ اسلام آباد

فون نمبر ۴۲۳۶۵۹

خدائے برتر کی طرف سے انسانوں کے پاس آنے والے
آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے حضور

جنہوں نے بنی نوعِ انسان کو ارتقا کی آخری منزل

کی نشاندہی کی۔

بزدل ہے غلامی پہ جو راضی ہے کوئی قوم
اس جگ میں نجات اس کو جو ہے موت سے بے خوف

(المشرقیؒ)

خدا نے مومنوں سے اُن کی جانوں اور مالوں کو جنّت کے عوض
میں خرید لیا ہے۔ وہ راہِ خدا کو قائم کرنے کے لئے دشمنوں سے
تلوار سے لڑتے ہیں اور پھر قتل کرتے اور قتل ہوتے ہیں۔ یہ خدا
کا سچّا وعدہ توراۃ، انجیل اور قرآن میں ہے اور خدا سے
زیادہ وعدوں کو پورا کرنے والا کون ہے۔

(القرآن ۹ : ۱۱۱)

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۱	ایک گزارش	۱
۲	ایک نیا تخیل ایک نیا رہبر	۳
۳	خاکسار تحریک کیوں ختم کی گئی	۱۸
۴	حکومتِ پاکستان کی بے علمی	۲۷
۵	حکومتِ پاکستان اور مسلمانوں کو آخری تنبیہہ	۳۹
۶	کشمیر کانفرنس کراچی	۵۰
۷	قوم کے زوال کا اصلی باعث	۸۰
۸	یومِ انقلاب — پہلا خطاب	۸۹
۹	دوسرا خطاب	۱۰۸
۱۰	تیسرا خطاب	۱۱۵
۱۱	چوتھا خطاب	۱۳۹
۱۲	پانچواں خطاب	۱۵۱
۱۳	چھٹا خطاب	۱۶۴
۱۴	دلی چلو	۱۷۹
۱۵	ڈاکٹر خان صاحب قتل کیس اور علامہ مشرقی	۱۸۳
۱۶	آخری ایام	۲۰۲

ایک گزارش

مقبوضہ کشمیر کا مسلمان پچھلے چار سال سے تن تنہا کم و بیش پانچ لاکھ بھارتی فوجیوں سے نبرد آزما ہے۔ وہ ان درندہ صفت فوجیوں سے جو ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہیں نجات حاصل کرنے کے لئے انتہائی جرات سے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر رہا ہے۔ کشمیر کا مسلمان یہ جانتے ہوئے کہ پاکستان کے حکمران اور عوام خون کے اس خوفناک مگر ولا آویز کھیل میں حصہ دار بننے کے لئے بے پناہ رکاوٹوں کا سامنا کر رہے ہیں اور غالباً" لمبے عرصے تک صرف "اخلاقی اور سفارتی" امداد کے الفاظ ہی دھراتے رہیں گے' اپنے اندر ادنٰی لغزش محسوس نہیں کر رہا اور اس طرح چودہ سو سال کے بعد اصلی اور نبویؐ اسلام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن پاکستان کے حکمران اور عوام کیوں اپاہج ہو گئے ہیں ؟ وہ کون سی قوتیں ہیں جنہوں نے ان کو اس حد تک بزدل' موت سے اس قدر خوفزدہ اور ذہنی طور پر اس قدر ماؤف کر دیا ہے کہ وہ کچھ سوچنے اور کرنے کے قابل نہیں رہے؟ بے آبروئی اور بے بسی کے اس اندوہناک ماحول میں ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ حضرت علامہ مشرقی کی کشمیر کے بارے میں تمام تجویزوں' کوششوں اور تنبیہوں کو یک جا کر کے قوم کے سامنے پیش کیا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ تمام تگ و دو جو انہوں نے اس سلسلہ میں کی قوم کے سامنے پورے طور پر ابھر آئے اور کم از کم قوم کو پتہ چلے کہ اس کے حکمرانوں اور دانشوروں نے اسے اندھیرے میں رکھ کر اور علامہ صاحب کے خلاف اپنے بے پناہ غلط پراپیگنڈے سے آج یہ صورت پیدا کر دی ہے کہ خواہش کے باوجود قوم کچھ کر سکنے کے قابل نہیں رہی۔ شاید کہ مشرقیؒ کی کہی ہوئی باتوں اور پیش کردہ تجویزوں سے پاکستان کا مسلمان آج بھی صحیح راستہ پا سکے اور قوم کو اندازہ ہو سکے کہ کشمیر کے حصول اور پاکستان کے استحکام کی ہر اس کوشش کو جو علامہ صاحب نے کی کیسے پاکستان کے حکمرانوں نے نہ صرف ناکام بنایا بلکہ انہیں اس جرم میں پھانسی کے تختے پر لٹکانے کی پوری کوشش کی۔

دراصل قائداعظم کے علاوہ حکومت کے کسی بڑے سے بڑے عہدہ دار کو کشمیر کی اہمیت کا حساس نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے اس وقت کے انگریز کمانڈر انچیف کو بھارتی فوجوں کے کشمیر میں داخل ہونے کے بعد فوری فوجی کارروائی کا حکم دیا تھا۔ ان کے حکم کو کیسے التواء میں ڈال دیا گیا یا انہیں کیسے غلط حقائق پیش کر کے فوج کی مجبوریوں کی داستان سنائی گئی۔ یہ ابھی تک معمہ ہے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ قائداعظم کا فوری رد عمل کم و بیش وہی تھا جو علامہ صاحب کا رہا ہے۔

اس کتابچے میں شائع شدہ مواد مستند ماخذوں سے حاصل کیا گیا کے جن میں خصوصی طور پر مندرجہ ذیل کتب اور ان کے مصنفین کا الگ شکریہ کے ساتھ ذکر کیاجارہاہے۔

۱۔ خاکسار تحریک کی جدوجہد' مصنفہ راجہ شیر زمان' جلد دوئم' مدنی پبلی کیشنز' مدنی کلینک' چاہ سلطان راولپنڈی (اکتوبر ۱۹۸۷)۔

۲۔ خطابات علامہ مشرقی' مرتبہ ڈاکٹر کرنل محمد ایوب' ادارہ تعلیمات مشرقی' ۷ بلال پارک' چوبرجی' لاہور (دسمبر ۱۹۷۷ء)۔

۳۔ المشرقی' مصنفہ محمد عظمت اللہ بھٹی' مکتبہ بشارت' گجرات (دسمبر ۱۹۶۳ء)۔

ناشر ورلڈ آفیسرز پبلی کیشنز' ۵۲ بازار روڈ'
اسلام آباد۔
یکم فروری ۱۹۹۴ء

ایک نیا تخیل'
ایک نیا زرہبر

خلافت اور سول نافرمانی کی تحریکیں ناکام ہو چکی تھیں ۔ ہندو مسلم اتحاد کا تصور اور پیچھے ہٹ گیا تھا اور دونوں قوموں کے درمیان اختلافات کی خلیج گہری ہو گئی تھی۔ لندن میں دو گول میز کانفرنسوں کا شاخسانہ بیکار ثابت ہو چکا تھا ۔ انگریز جنگ عظیم میں فاتح ہو کر نکلا تھا اور اس لئے مغرور اور بے پروا تھا ۔ اس نے سلطنت عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے' خلافت کو مٹا دیا تھا اور مشرق وسطیٰ کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا تھا ۔ برصغیر ہندو پاک میں اس نے مستقبل کی سیاست اور ریاست کی بنیاد فرقوں اور تعداد پر رکھ دی تھی ۔ کانگرس اور مسلم لیگ دونوں بنیادی طور پر اسی فلسفہ کی پیداوار تھیں اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اس سے پورے طور پر منتفی ہو چکی تھیں ۔ گو کانگرس نے اس فلسفہ کو اس واضح احساس کے ساتھ قبول کیا تھا کہ بالآخر اس کا نتیجہ ہندو کی برتری ہو گی' مسلم لیگ اور دوسری مسلمان جماعتوں کا اسے قبول کرنا ان کی بے بسی اور تاریخ سے لاعلمی کا نتیجہ تھا۔

کانگرس مسلمانوں کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ کچھ مسلمانوں کو اس نے اپنی طرف گھسیٹ لیا' کئی ایک کو قومیت پرست کہہ کر غیر متعلق کر دیا اور کئی ایسے تھے جن پر فرقہ پرستی کی تہمت لگا دی گئی۔ مسلمان رہنما مکار کانگرس اور بیکار مسلم لیگ کے درمیان بھاگ دوڑ میں مصروف تھے ۔ وہ ہر قطع کی ایجی ٹیشن میں کھینچ لئے جاتے۔ انگریز کے خلاف غصے کا اظہار یا وفاداری کی نمائش بے کار ثابت ہو چکی تھی ۔ ان کے شور و غل اور ہزاروں میں ہجرت کرنے کے باوجود تیرہ سو سال کے بعد خلافت کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ اس دلخراش حالت میں مسلمان ایک نئے اور ابھرنے والے تخیل کے محتاج تھے جو ان کی موت کے گڑھے کی طرف تیز قدمی کو روک دے ۔ وہ ایک ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو ان کو سکوت اور مایوسی کے تہہ خانے سے اٹھا کر عمل اور امید کی فضا میں لا کھڑا کرے ۔ وہ ایسی قوت کی تلاش میں تھے جو نتیجہ خیز ہو اور جسمانی آنکھوں سے نظر آ سکے۔ یہ اس یاس

و بیم کی حالت میں تھا کہ برصغیر میں ایک نیا واقعہ ہوا اور ایک نیا تخیل قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔

ایک نیا واقعہ

تخیل اور جس شخص نے اسے پیش کیا وہ دونوں ہی عجوبہ تھے۔ تخیل یہ تھا کہ پوری قوم کو فوجی طرز پر منظم کیا جائے، نظام اور خدمت خلق کے روز مرہ کے عمل سے اسے پاکیزہ اور سخت جان بنایا جائے اور اس قوت افزا عمل کے ذریعے قوم کے لئے خلافت فی الارض اور بادشاہت زمین کا وہ مقام پھر سے حاصل کرنے کی کوشش ہو جو کسی وقت اسے نصیب تھا۔ جس شخص نے اس حرکت کو جاری کیا وہ کوئی وکیل یا محرر نہیں تھا یعنی اس قطع کا انسان نہیں تھا جس قطع کے لوگوں نے سیاست کے میدان پر قبضہ کر رکھا تھا۔ وہ بہت اعلیٰ درجے تک تعلیم یافتہ تھا، غالباً" اپنے وقت کا سب سے زیادہ تعلیم یافتہ۔ وہ کیمبرج یونیورسٹی کا سینئر رینگلر اور فاؤنڈیشن سکالر تھا جس نے اول درجے کے چار ٹرائی پوس حاصل کئے تھے اور جس کے متعلق اس وقت کے برطانوی اخباروں نے لکھا تھا کہ وہ اقوام عالم کا پہلا شخص ہے جس نے چار مختلف علوم میں انتہائی اعزاز حاصل کئے ہیں۔ وہ برصغیر کا واحد لیڈر تھا جس نے سیاست میں حصہ لینے سے کافی پہلے اپنے فلسفے اور قوموں کے عروج و زوال کے متعلق اپنے اندازوں کو ایک کتاب کی شکل میں پیش کیا تھا۔ وہ واحد صاحب الکتاب تھا۔ ایک تخیل کا سچا بانی بلکہ دریافت کنندہ۔ وہ بیک وقت حساب دان، سائنس دان، زبان دان اور معلم تھا جس نے اپنی حرکت کو ملک گیر بنانے کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا۔ خاکی کپڑوں میں ملبوس اور کندھے پر بیلچہ اٹھائے اس نے گاؤں گاؤں اور گلی گلی پھر کر قوم کو ایک اور نیک ہونے کا پیغام دیا۔ یہ شخص علامہ عنایت اللہ خان المشرقی تھا جس نے ۱۹۳۱ء میں انڈین ایجوکیشن سروس چھوڑ کر ہندوستانی قوموں کو اوپر اٹھانے کا ایک دلا ویز پروگرام چلایا۔ روزانہ فوجی ڈرل اور بلا لحاظ مذہب خدمت خلق کے ذریعے ان کے اندر نظام، خدمت، برداشت اور قربانی کا بے پناہ جذبہ پیدا کرنے کا عمل جاری کیا۔ اس عظیم الشان عمل کا نام جسے اس نے انتہائی انکساری مگر بے پناہ جرات سے

چلایا خاکسار تحریک تھا۔

علامہ مشرقی ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء میں امرتسر کے ایک کھاتے پیتے راجپوت گھرانے میں پیدا ہوا جن کے سیاسی اور سماجی تعلقات کئی اہم لوگوں سے تھے۔ وہ شروع سے ہی نہایت ہونہار طالب علم تھا اور اس نے پنجاب یونیورسٹی سے ۱۸ سال کی عمر میں حساب کے مضمون میں ایم اے پاس کیا اور تمام یونیورسٹی میں اولیت حاصل کی۔ اگلے سال وہ کیمبرج یونیورسٹی کے کرائسٹ کالج میں داخل ہوا اور وہاں پانچ سال کے عرصے میں اس نے چار ٹرائی پوس اول درجہ میں حاصل کر کے یونیورسٹی میں ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ حساب، طبیعات، مکینیکل انجنیئرنگ اور مشرقی زبانیں (عربی اور فارسی) اس کے خاص مضمون تھے۔ کیمبرج یونیورسٹی نے اس کو سینئر رینگلر، بیچلر سکالر اور فاؤنڈیشن سکالر کے القاب دیئے۔ ان دنوں جب کیمبرج یونیورسٹی کے نتائج نکلتے جس میں عنایت اللہ خان کا نام ہوتا تو برطانیہ کے اخبارات اس کی تعریف میں شاندار کلمات لکھتے۔

تذکرہ کی اشاعت

انگلستان سے واپسی پر وہ ایجوکیشن سروس میں لے لیا گیا۔ اس سروس میں داخل ہونے کے بعد وہ حکومت ہند میں محکمہ تعلیم کا انڈر سیکرٹری، اسلامیہ کالج پشاور کا وائس پرنسپل اور پھر پرنسپل، سنٹرل ٹریننگ کالج کا پرنسپل وغیرہ رہا۔ ۱۹۲۴ء میں اس نے اپنی عظیم کتاب "تذکرہ" کی پہلی جلد شائع کی۔ اس کتاب میں اس نے مذاہب عالم کے معمے کو حل کیا۔ تمام پیغمبروں کے پیغامات کو الہی انکشافات کی ایک ہی لڑی میں منسلک کیا جس کا اختتام قرآن پر ہوا اور قوموں اور تہذیبوں کی موت و حیات کے عالمگیر ہنگامے پر اپنا فیصلہ دیا۔ کئی ایک بین الاقوامی اداروں نے تذکرہ کو "قوموں کی تعمیر کا سب سے زیادہ کامیاب اور عالمگیر قانون" "خدائی معاشرے کے غالب اصول کا انکشاف" "مذاہب کے خشک ادب میں واحد سبزہ زار" وغیرہ کہا۔ رائل سوسائٹی آف آرٹس نے اسے " شاہکار کتاب" کا خطاب دیا۔ اس قطع کے انسان کا ہندوستان کی پراگندہ اور پراگندگی پرور سیاست میں چھلانگ لگانا، مسلمان امت کو بچانے کی کوشش

کرنا' مختلف قوموں کے ساتھ ساتھ رہنے کا ایک قابل عمل فارمولا پیش کرنا اور تذکرہ میں پیش کردہ انسانی اور عالمگیر تخیل پر ایک انقلاب کی بنیاد رکھنے کی کوشش برصغیر میں ایک انتہائی دلفریب واقعہ ہے ۔ مرکزی حکومت میں کام کرنے کے دوران میں اس نے مسلمان رہنماؤں کے اخلاقی اور ذہنی انحطاط کا اندازہ لگایا تھا۔ حکومت برطانیہ کے ساتھ ان کی دورخی اور اطاعت گزاری ' ان میں سے کئی ایک کا ہندو کانگرس کے ہاتھوں میں کھیلنا ' اور ان کے اندرونی انتشار اور جھگڑے ' سب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس نے خلافت کا غمناک انجام دیکھا اور پھر یہ بھی دیکھا کہ انگریزوں نے کس ہوشیاری سے اس معاملے کو نبھایا اور اپنی پسند کے خلیفہ کو مسلمان دنیا پر مسلط کرنے کی کوشش کی ۔ اس نے انگریزوں کی ظالمانہ اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کا بھی خوب اندازہ لگایا ۔

سائنس دان فلاسفر

علامہ مشرقی موجودہ دور کے سائنس دان فلاسفروں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا ۔ اس کا نقطہ نگاہ عالمگیر تھا ۔ وہ اسلام میں ایک فرقہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک عالمگیر تحریک کی حیثیت سے ایمان رکھتا تھا جس کا مقصد اس کے پیش نظریہ تھا کہ بنی نوع انسان کو ایک امت بنا کر اسے ارتقاء کی نئی منزلوں سے ہمکنار کیا جائے ۔ وہ پہلا مسلمان تھا جس نے ڈارون کے مسئلہ ارتقاء اور بقائے اصلح کے کئی حصوں کو قبول کیا تھا۔ اس کے نزدیک سب مذاہب ایک ہی قانون فطرت کی تبیین تھے ۔ ایک قسم کا ارتقائی عمل جس میں ہر پیغمبر نے اس قدر ہی حقیقت کا انکشاف کیا جتنا کہ انسان کا اس وقت کا شعور اسے سنبھال سکتا تھا ۔ لیکن ہر پیغمبر کا مقصد انسانیت کی نجات تھا۔ اسے اوپر اٹھانا تھا' اسے اس کی اس زمین پر عظیم ذمہ داری سے آشنا کرانا تھا' اس کے مختلف طبقوں اور علاقوں کے درمیان اتحاد اور تعاون پیدا کرنا تھا اور اس طرح تمام انسانوں کی ایک برادری کو قائم کرنا تھا ۔ اس نے اعلان کیا کہ کسی پیغمبر نے کوئی علیحدہ راستہ ' نیا مذہب یا مختلف دین نہیں بتایا تھا۔ ان سب نے نئے سرے سے اسی اصلی اور بنیادی مقصد اور بے کراں صداقت کا ادعا کیا ۔ اسی دین فطرت اور خدائی

قانون کو پیش کیا جو بدکار اور فساد پسند انسانی امتیں اکثر بھول جاتیں اور پھر سزا کھا کر مٹ جاتیں۔

اس قسم کا عالم آرا دین وہ کچھ نہ تھا جو مولوی اور ملا پیش کرتا تھا۔ نہ یہ تخیل ہندوستان کے رہنماؤں کے ذہن میں آسکتا تھا۔ اس نے تذکرہ کے ذریعے دین اسلام کی کئی صدیوں سے تیار کردہ بے ہنگم اور ناکار برآر عمارت کو پوری قوت سے دھکا دیا۔ لیکن اصلی اور نبوی دین کو انسانوں کے سامنے پھر سے پیش کرنے کے لئے اس کے نزدیک مسلمان کا وجود انتہائی لازمی تھا اور اسی مسلمان کو درست راستے پر چلا کر وہ بنی نوع انسان کو ایک امت بنانے کے پروگرام پر کاربند ہونا چاہتا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ تمام دنیا میں مسلمان ذلت کی زندگی اس لئے بسر کر رہے ہیں کیونکہ وہ قانون فطرت سے نابلد ہیں، کیونکہ وہ بے عمل ہو چکے ہیں۔ اس کے نزدیک قانون فطرت دراصل حرکت کا قانون تھا اور یہ کہ کوئی قوم یا نوع پیہم عمل اور حرکت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس کو یقین تھا کہ دین انبیاء نے انسانی شعور اور قوت عمل کے ارتقا میں ایک بے مثال حصہ لیا ہے اور یہ کہ دنیا کی سیاست اور ریاست کی تشکیل میں اسلام کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔ وہ مسلمان امت کو بچانا چاہتا تھا اور اس کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ مسلمانوں کو پیغمبر آخر الزمانؐ اور ان کے پیروؤں کے راہ عمل سے آشنا کر دے۔ وہ برصغیر کے سست قدم اور دل برداشتہ مسلمانوں کو اس راہ پر لگا دے۔ یہ تھی بنیاد اس کی سیاست کی۔ جہاں تک ہندوستانی سیاست کا تعلق تھا یہ فلسفہ کچھ عجیب سا معلوم ہوتا تھا۔ بعض اوقات وہ بین الاقوامی انقلابی معلوم ہوتا اور کئی دفعہ ایسا محسوس ہوتا کہ وہ سیاست کے عام طور طریقوں اور انسانی کمزوریوں سے ناآشنا ہے۔ لیکن انتہائی علمی اعزازات حاصل کرنے کے بعد جس جرات سے اس نے ہندوستان کی سیاست میں چھلانگ لگائی اس سے اس کے اندر کے طوفان اور نور کا پتہ چلتا تھا۔ یہ اندازہ ہو سکتا تھا کہ اس کے تخیل نے اس کو کس حد تک مجبور عمل کردیا تھا اور جو کچھ اس نے محسوس کیا تھا اس پر اس کا کس قدر یقین تھا۔

المشرقی تمام دوسرے سیاست دانوں سے مختلف تھا۔ اسے یہ احساس تھا کہ

انگریزوں کو برصغیر سے نکالنے کے لئے جسمانی ٹکراؤ ناگزیر ہے ' اور اگر یہ نہ ہوا تو یہ جسمانی ٹکراؤ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ہو گا۔ انگریز مدت سے اس پر کام کر رہا تھا اور اس نے کانگرس اور مسلم لیگ کو اندرونی ٹکراؤ کی راہ پر لگا دیا تھا۔ مشرقی کو یقین تھا کہ جب کبھی بھی یہ ٹکراؤ ہوا تو وہ سیاست جو مسلمان راہنماؤں نے اختیار کر رکھی تھی مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی سے بچا نہیں سکے گی۔ اس نے انگریز کی تیار کردہ جمہوریت کو رد کر دیا' ہاں اس پارلیمانی جمہوریت کو جس میں جمہوریت کے نام پر اکثریت اقلیت کو کچل دے گی۔ اس کا نتیجہ یا تو یہ ہو گا کہ ہندوستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے یا یہ کہ اونچی ذات کا ہندو سب کو کھا جائے گا۔ اسی بات کو ذہن میں رکھ کر اس نے ۱۹۳۱ء میں خاکسار تحریک کو جاری کیا۔ اس تحریک کے ذریعے وہ اسلام کے اصلی اور ارفع تخیل کو نافذ کر کے ہندوستان کی مخلوق کو اس تباہی سے بچانا چاہتا تھا جو انگریزوں نے ان سب کے لئے تیار کر رکھی تھی۔

دو اصول

مشرقی نے اپنی سیاست کی بنیاد دو اصولوں پر رکھی ' سادہ ' خادم خلق اور سپاہیانہ زندگی اور فطرت کی تلاش۔ سیاسی طور پر خاکسار تحریک کے پیش نظر ایسے انسانوں کی ایک جماعت پیدا کرنا تھا جو خدا پرستی اور خدا شناسی ' بہ الفاظ دیگر فطرت کی قوتوں کی تسخیر سے' اور اپنے اندر بے پناہ نظام پیدا کر کے انگریز سے طاقت چھین لے اور انگریزوں کے جاری کردہ تمام نظام کو جڑ سے اکھاڑ دے جس کی بنیاد دھوکا ' تفریق' بدکاری اور فرقہ واریت پر تھی۔ اس کی تحریک دراصل ایک مذہبی 'ثقافتی اور معاشرتی حرکت تھی' ایک خالص اسلامی حرکت۔ یہ برصغیر کی تمام قوموں کی امنگوں کو ہم آہنگ کرنے کی ایک بہت بڑی کوشش تھی۔ وہ مسلمانوں کو ایک ناقابل شکست امت بنانا چاہتا تھا جو کہ وہ ایک ہزار سال تک رہ چکے تھے۔ وہ اسلام کو انسانیت کا اہم ترین اور سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ سمجھتا تھا ' مسلمانوں کو وہ ایک تیار مواد گردانتا تھا جس کی معرفت اس کا فلسفہ عملی شکل اختیار کر سکتا تھا۔ اس مقام نظر سے اس کا اسلام اور قرآن کے متعلق تصور مولوی اور سیاسی رہنما کے تصور سے بالکل مختلف تھا۔ کئی

ہندو اور سکھ بھی اس کی تحریک میں شامل ہوئے مگر اس کے حامیوں کی بہت زیادہ اکثریت مسلمان تھی۔ اصلاً" یہ قرون اولیٰ کے اسلام کو پھر سے رائج کرنے کی تحریک تھی اور اسی وجہ سے اس کی اپیل نے مسلمان کے دل کے تاروں کو چھیڑا۔ پانچ سال کے اندر اندر یہ تحریک پشاور سے رنگون تک پھیل گئی۔ وہ رجعت پسندی کی ہر عمارت پر حملہ آور ہوا۔ ملائیت اور سیاسی فرقہ وارانہ ذہنیت دونوں سے ٹکرایا اور ان پر انتہائی تنقید کی۔ "مولوی کا غلط مذہب" اور "سیاہ کار لیڈر" کی آواز ملک کے طول و عرض میں سنائی دی جانے لگی۔ اس کا فلسفہ کانگرس اور مسلم لیگ دونوں سے مختلف تھا مگر اس کی اصلی جنگ انگریز کے خلاف تھی جس نے دنیا کے مسلمان ممالک کو اپنے پنجے میں دبوچ رکھا تھا۔

چودہ نکات

اکتوبر ۱۹۳۷ء میں اس نے مندرجہ ذیل ۱۴ نکات کا اعلان کیا جو اس مقصد کے حصول کے لئے عملی اوزار کا کام دینے والے تھے۔

(۱) ہم خاکسار نسلِ انسانی کے تمام فرقہ وارانہ جذبات اور مذہبی تعصبات کو اپنے نیک اور نفع رساں عمل سے کچل کر (مگر مذہب کو برقرار رکھ کر) ایک مساوی، غیر متعصبانہ، روادارانہ مگر غالب نظام پیدا کرنے کے درپے ہیں جس میں سب اقوام سے بجا سلوک اور ان کی بجا پرورش ہو اور جس کی بنیاد نیکی، سعی و عمل اور بے پناہ عدل پر ہو۔

(۲) قرون اولیٰ یا قرن اول کا عملی اسلام ہی صحیح اسلام ہے۔ خاکسار سپاہی رسول خدا ﷺ کے طریق عمل کے سوا کسی شے کو دین اسلام تسلیم نہیں کرتا۔

(۳) مولوی کا آج کل کا بتایا ہوا راستہ غلط ہے۔ خاکسار سپاہی اس غلط مذہب کو صفحہ زمین سے مٹانے اور اس کی جگہ نبوی اسلام پھر سے رائج کرنے کے لئے اٹھا ہے۔

(۴) مولوی کا گروہ قرون اولیٰ میں نہ تھا اس لئے خاکسار سپاہی اس کی جگہ اماموں کا منظم گروہ پیدا کرنا چاہتا ہے جو قوم پر شرعی حکومت کرے (مولوی کے لئے "مولانا"

کے القاب کو اسلامی لغت سے نکال دیا جائے کیونکہ اس کے معنی "ہمارا خدا ہیں" اس کی جگہ شیخ، فاضل یا اور القاب استعمال کئے جائیں)۔

(۵) خاکسار سپاہی مسلمانوں کے کسی فرقے کے عقائد کو نہیں چھیڑتا۔ اس اعتقادی آزادی کو ہر مسلمان کا مذہبی حق سمجھتا ہے لیکن سب فرقوں میں اتحاد عمل پیدا کرنے کے لئے کھڑا ہے۔

(۶) خاکسار سپاہی قرآن حکیم یا حدیث شریف کے ہر رائج یا غیر رائج حصہ پر نبویؐ عمل کرنا ہر مسلمان کا مذہبی حق سمجھتا ہے اور ان کو حکومت وقت کی قانونی یا سیاسی گرفت سے آزاد کرانے کے لئے ہر قربانی کرنے کو تیار ہے۔

(۷) خاکسار سپاہی ہر قوم (ہندو مسلم، سکھ، پارسی، عیسائی، یہودی، اچھوت وغیرہ) کے مذہبی اور معاشرتی جذبات کا احترام، اس کے مخصوص تمدن (کلچر) اور روایات کے قیام اور عام رواداری کے لئے کھڑا ہے اور اس طرز عمل کو ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے ایک ہزار سال تک قائم رہنے کا راز یقین کرتا ہے۔

(۸) خاکسار سپاہی ہر قوم کو اس کے جائز شہری حقوق دلانا اور ان کے داخلی و خارجی مفاد کی حفاظت کرنا اپنی تنظیم کا پہلا فرض سمجھتا ہے۔ خاکسار سپاہی تالیف قلوب کو مدنظر رکھ کر ہر قوم کو اپنا حلیف اور رفیق تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے اور ان کو ایسا بننے کی دعوت دیتا ہے۔

(۹) خاکسار کا نصب العین روئے زمین کی بادشاہت اور اپنے نیک عمل کے ذریعے قوم کا اجتماعی اور سیاسی غلبہ ہے۔

(۱۰) خاکسار سپاہی کا نصب العین ہندوستان میں صرف ایک بیت المال کا قیام ہے جو ادارہ علیہ ہندیہ نے قائم کر رکھا ہے۔ تمام علیحدہ علیحدہ بیت المالوں کے قیام کی پرزور مخالفت ہے خواہ اس میں کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اس بیت المال کا مقصد آئندہ کئی برس تک صرف روپیہ جمع کرنا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرنا نہیں۔

(۱۱) خاکسار سپاہی کو یقین ہے کہ وہ دنیا میں صرف اپنے ہر قوم اور شخص سے نیک سلوک اور صاف معاملات سے غالب آسکتا ہے کسی اور طریقے سے نہیں، یہ اخلاقی بزرگیاں کم و بیش ہر مذہبی کتاب میں مشترک موجود ہیں۔

(۱۲) خاکسار سپاہی قوم کی اقتصادی حالت کو درست کرنے کے لئے ہر خاکسار کی تجارت کو بڑھانا اپنا فرض سمجھتا ہے خواہ اس میں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ کرنی پڑے۔ وہ یقین کرتا ہے کہ اس کے بغیر منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔

(۱۳) معاون خاکسار کی تعریف آج سے یہ ہے کہ ایک ماہ میں چھ پیسے یا ایک سال میں ایک روپیہ کے حساب سے ادارہ علیہ ہندیہ کے بیت المال میں ہمیشہ براہ راست بھیجتا رہے اور جب اداریہ علیہ تمام معاونین کو کوئی عام حکم دے تو اس پر پورا عمل کرے خواہ اس وقت اس میں کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ خاکسار سپاہی کو یقین ہے کہ اس سے کم کام کرنے والا تحریک کو غلبہ کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ اس کا معاون ہونا مفید ہے۔

(۱۴) ہم خاکسار (پاکپانہ ' جانباز اور غیر جانباز) قوم کو نقصان پہنچانے والے یا قوم سے نفع اٹھانے والے غدار لیڈروں' لٹیروں' دشمن کے تنخواہ داروں' خلاف قوم ایڈیٹروں اور اخباروں' پروپیگنڈہ کرنے والے شخصوں' دشمن سے ملے ہوئے منافقوں' ہندوستان کی مختلف اقوام یا مسلمانوں کے مختلف فرقوں یا انجمنوں یا گروہوں میں منافرت پھیلانے والے شریروں کے خواہ وہ کسی قوم اور مذہب سے ہوں جانی دشمن ہیں اور ان سے انتہائی انتقام لینے کے لئے کھڑے ہیں خواہ اس میں ہمیں کتنی قربانی کرنی پڑے۔

یہ نکات مشرقی کے فکر کو پورے طور پر واضح کرتے تھے۔ وہ مفاد پرستوں کے ٹولوں کو جنھوں نے کٹر ملائیت اور گروہی سیاست کو جنم دے رکھا تھا مٹانا چاہا تھا۔ اس کے نزدیک ہندوستان کے لوگوں ' خاص طور پر مسلمانوں' کے ذہنی انتشار اور سیاسی تباہی کے ذمہ دار یہی لوگ تھے۔ اس نے ان کے طرز عمل اور تخیل کو خالص غیر اسلامی گردانا اور یہ واضح کیا کہ لوگوں کی نجات ان کے ہاتھ سے ناممکن ہے۔ لیکن اس کا آخری مقصد دنیا میں ایک ایسے نظام کا قیام تھا جس میں تمام انسانوں اور قوموں کے پورے نشو ونما اور ارتقا کی ضمانت ہو۔ یہاں بھی وہ ایک عالمگیر انسانی برادری کا مدعی تھا اور ہندوستان اور خاکساروں کو' انگریزوں کو یہاں سے بزور نکالنے کے بعد' اسی عالم آرا مقصد کے حصول کے لئے تیار کرنا چاہتا تھا۔

مشرق کی قومیں اور مذہب

علامہ مشرقی کا یقین تھا کہ مشرق کی قوموں کے لئے مکمل طور پر مذہبی ہونا ضروری ہے کیونکہ اسی مذہبی حس کے زیر اثر وہ محب الوطن ہو سکتی ہیں۔ مذہب کے احیاء کی معرفت ہندوستان کے اتحاد کا تصور اس نے اندور میں اپریل ۱۹۳۸ء میں اس وقت پیش کیا جب اس نے مذاہب عالم کی بین الاقوامی کانفرنس میں (جس کی اس نے صدارت کی) اعلان کیا کہ "مشرقی اقوام کو یورپی طریقوں سے مخصوص ثقافتوں، مذہبوں اور زبانوں کو مٹا کر دہریت اور لامذہبیت کو لا کر کہ حب الوطنی پیدا ہو قوموں کی شکل دینا کی فاش غلطی ہے"۔ اس کانفرنس میں اس نے انگریزی دور حکومت اور کانگرس کے "ہندی قومیت" کے تصور پر بھرپور حملہ کیا۔ اس نے کہا کہ "پچھلے سالوں میں ہندوستان میں سیاست نے ناخوشگوار، بلکہ بعض حالات میں نفرت انگیز، صورت اختیار کرلی ہے اور یہاں مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں مغلوب قوموں پر انگریز کا طرز حکومت اس تواتر سے، بلکہ میں کہوں گا، جان بوجھ کر غیر اخلاقی اور غیر روحانی رہا ہے کہ وہ نفرت اور عناد جو یہاں مختلف قوموں میں اب موجود ہے اور اس صدی کے شروع سے متواتر بڑھتا گیا ہے یقیناً" اس سیاسی پروگرام کا نتیجہ ہے جو انگریز نے انڈین نیشنل کانگرس کے سامنے رکاوٹ کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ کانگرس جس نے اس ناقابل عمل، گو ناممکن نہ سہی، تصور سے ابتداء کی کہ ہندوستان میں ایک قومیت کی تخلیق کی جائے، گویا کہ یہ الہ دین کا چراغ ہے جو آپس کی خیر سگالی اور مختلف قوموں کے درمیان ہمدردی کے تیل سے عاری ہے، اب ہندوستانی حکمرانوں کی طرف سے اس سیاسی چال میں یاس انگیز حد تک الجھ کر رہ گئی ہے اور گذشتہ عرصہ سے اس نے ہندوستانی قوم کے تصور کا وہ ستیا ناس کیا ہے کہ اب انڈین نیشنل کانگرس کے لئے اس سیاسی گورکھ دھندے سے ہندوستانی قومیت کی تخلیق کرنا قریباً" ناممکن ہے چہ جائے کہ وہ ہندوستان کو آزادی کی راہ پر گامزن کر سکے۔ یہ کانگریس اب ہندومت، اسلام یا سکھوں سے مختلف ایک متعصبانہ فرقہ بن گئی ہے۔ درحقیقت یہ خود غرض سیاسی جنونیوں، یا مذہبی، سوشلسٹ، تفرقہ باز اور فرقہ پرست تنگ نظروں

کا جمگھٹا ہے۔ جن کو بنیا سرمایہ داری اور نیم روحانی غلامی نے آپس میں جوڑ رکھا ہوا ہے"۔

کم و پیش انہی خیالات کا اظہار ڈاکٹر اقبال نے مسلم لیگ کے ۱۹۳۰ء کے سالانہ اجلاس میں الہ آباد میں کیا۔ انہوں نے اپنے صدارتی خطبہ میں ہندوستان کے سیاسی مسئلہ پر بحث کے دوران کہا۔ "اس قسم کے اخلاقی شعور کی تشکیل جو کہ کسی قوم کا نچوڑ ہوتی ہے ہندوستان میں ناممکن ہے۔ ہندوستان ایک چھوٹا ایشیا ہے۔ اگر اس اصول کو کہ مسلمانوں کو اپنی ثقافت اور روایات کی روشنی میں اپنے ہی ہندوستانی وطنوں میں پھلنے پھولنے کا حق ہے مختلف قوموں کے درمیان حل کی پختہ بنیاد سمجھ لیا جائے تو مسلمان آزادی ہند کے لئے سب کچھ داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہوں گے۔ کمیونلزم، اعلیٰ معنوں میں، ہندوستان میں ایک مربوط کل کی تخلیق کے لئے ضروری ہے۔ ہندوستانی معاشرے کی اکائیاں علاقائی نہیں۔ یورپی جمہوریت کے اصول کا اطلاق ہندوستان میں مختلف قوموں کے وجود کی حقیقت کو تسلیم کئے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا ہندوستان کے اندر ایک مسلمان ہندوستان کا مطالبہ بالکل جائز ہے۔ اس طرح اپنے مخصوص سیاسی وجود کے اندر ترقی کے تمام مواقع کی موجودگی میں شمال مغرب کے مسلمان بیرونی حملہ کے خلاف ہندوستان کے دفاع کی ضمانت ہوں گے۔ وہ حملہ نظریات کا ہو یا تلواروں اور سنگینوں کا۔ خود مختار ہندوستان میں وحدانی حکومت حتماً ٹھیک نہیں۔ جن کو باقی اختیارات کا نام دیا جاتا ہے وہ سب خود مختار علاقوں کے پاس ہونے چاہئیں۔ میں مسلمانوں کو یہ کبھی بھی نصیحت نہیں کروں گا کہ وہ کسی ایسے نظام کو قبول کریں، خواہ وہ انگریز کا تیار کردہ ہو یا ہندوستانی ذہن کی تخلیق ہو، جس میں ان کی واضح سیاسی حیثیت کو قبول نہیں کیا جاتا۔ فرقوں کے مسئلہ کے مستقل حل کے لئے برٹش انڈیا کے علاقوں کی نئے سرے سے تقسیم ہندوستان کے مسلمانوں کا بڑا مطالبہ ہے۔"

اقبال اور مشرق

مسلم انڈیا کے تصور کی اور وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کہا۔ "چنانچہ

ہندوستان کے اندر مسلم ہندوستان کی تخلیق کا مطالبہ پورے طور پر درست ہے۔ میں چاہوں گا کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان مل کر ایک ریاست کی شکل اختیار کریں۔ سلطنت برطانیہ کے اندر یا باہر حکومت خود اختیاری کے لئے شمال مغربی ہندوستان میں ایک علیحدہ مسلمان ریاست کا قیام میری نگاہوں میں مسلمانوں کی منزل ہے۔ کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کی"۔

گو دونوں اقبال اور مشرقی کے ایک ہندی قوم کے ناممکن ہونے کے متعلق خیالات ایک ہی قسم کے تھے۔ تاہم دونوں کا اس مسئلہ کے حل کے متعلق نقطہ نگاہ مختلف تھا۔ یہ اختلاف ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک سائنس دان اور شاعر کا ہوتا ہے۔ ایک انتہائی محنت اور حرکت میں یقین رکھتا ہے، دوسرے کو اس خواہش کے ترنم ریز الفاظ میں اظہار پر اعتماد ہوتا ہے۔ سالہا سال تک مسلمانوں اور اسلام کی اس روح کے گیت گانے کے بعد جس کا اظہار مسلمانوں نے اپنی عالمگیر فتوحات اور قیادت میں کیا تھا اقبال یہاں برصغیر کے مسلمانوں کی نجات شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کی ہندوستان کے ان دوسرے حصوں سے علیحدگی کی شکل میں پیش کر رہا تھا جو گیارہ سو سال تک مسلمانوں کے تسلط میں رہے۔ وہ ایک شاعر تھا اور گو اس نے حالی وغیرہ کے یاس انگیز کلام کے بعد قوم کے سامنے نئے امکانات کا انکشاف کیا تاہم انتہائی درد اور کرب کی حالت میں اقبال نے اس حل کی نشاندہی کی۔ مشرقی کے پیش نظر ایک انتہائی مشکل پروگرام تھا۔ وہ ہندی مسلمانوں کی گزشتہ عظمت کو پھر سے واپس لانے کے لئے ایک مستقل حرکت اور مستحکم نظام پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ ہندوستان میں اکثریت کی حکومت کے اصول کا اس لئے مخالف نہیں تھا کہ وہ وحدانی طرز حکومت کے بالمقابل وفاق یا نیم وفاق کا حامی تھا۔ بلکہ وہ سرے سے اکثریت کی بالادستی کے اصول سے منکر تھا۔ بقائے اصلح کے فطری قانون پر اس کے یقین نے اس کو مجبور کر رکھا تھا کہ وہ حالات کا جائزہ مختلف زاویہ نگاہ سے لے۔ وہ قوم کے اندر "اصلحیت" پیدا کرنے کے درپے تھا اور اسی وجہ سے اس نے ڈرل اور خدمت خلق کے روز مرہ کے عمل کو جاری کیا تاکہ ہر فرد جسمانی طور پر درست اور روحانی طور پر پاکیزہ ہوتا جائے۔ اسے مسلمان کے لئے آنے والے خطرات کا پورا احساس تھا۔ اسے یقین تھا کہ جسمانی

ٹکراؤ ناگزیر ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ مسلمان اس ٹکراؤ کے لئے جسمانی اور اخلاقی دونوں لحاظ سے تیار ہو جائے۔ اس کے نزدیک مسلمان کی اس تیاری کا تعلق اس کے بچاؤ سے اٹل تھا۔ اقبال مسلمانوں کی عظمت کے شاندار گیت گاتا ہوا اس دنیا سے چل بسا۔ مشرقی ایک ایسا جانباز تھا جس کے مرنے پر کسی نے نوحے نہ پڑھے مگر جس نے تمام عمر مسلمانوں کو بقائے اصلح کے عالمگیر اور جابر قانون کے مطابق کرنے کے لئے ایک لمحہ صبر نہ کیا۔

مشرقی نے کیمرج یونیورسٹی میں اپنی تعلیم کے دوران ہی مسلمان قوم کے متعلق سوچنا شروع کر دیا تھا اور جب تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کے ذہن میں اپنے پروگرام کا کچھ نہ کچھ نقشہ تھا۔ اسے مسلمان قوم کی قسمت کا پورا اندازہ ہو چکا تھا اور "تذکرہ" کی اشاعت اسی بے پناہ اندازے کا نتیجہ تھی۔ "تذکرہ" میں اس نے تفصیل سے یہ بات بتادی تھی کہ کوئی قوم اپنے آپ کو اوپر نہیں اٹھا سکتی جب تک اس کے پیش نظر بنی نوع انسان کی قیادت نہ ہو۔ جب تک وہ انسانیت کے ہمہ گیر تقدم میں حصہ دار بننے کی تیاری نہ کرے۔ اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ قانون فطرت کسی لفاظی سے متاثر نہیں ہوتا اور جو قوم قانون فطرت پر عملاً کاربند ہے وہی دراصل نفع کی حقدار ہے۔ اس کے باوجود وہ خدا کے اس قانون کو ساری دنیا میں لاگو کرنے کے لئے مسلمانوں کی جماعت کو ایک موثر ہتھیار سمجھتا تھا اور اسی وجہ سے وہ مسلمان کو بچانا اور پھر اوپر اٹھانا چاہتا تھا۔ دوسری قوموں سے انہیں علیحدہ کرنے کی بجائے وہ یہ چاہتا تھا کہ مسلمان سب کے لئے سایہ عاطفت ہوں اور انسانیت کے سچے خادم اور رکھوالے بنیں۔ اس نے ۱۹۲۶ء میں ہی مصر میں خلافت کانفرنس میں مسلمانان عالم کے سامنے اپنے اقتصادی اور مالیاتی وسائل کو اکٹھا کر کے ایک حرکت چلانے کا پروگرام پیش کیا تھا۔ خلافت کانفرنس میں اس پروگرام کو قبول کرنے کے باوجود دنیا کے کسی بڑے مسلمان نے اس پر عمل نہ کیا۔ خلافت کے مٹ جانے کے بعد ہر چھوٹا بڑا مسلمان ملک نفسا نفسی میں پھنس چکا تھا۔ چار سال بعد اسی پروگرام کی عملی صورت اس نے خاکسار تحریک کی شکل میں پیش کی۔

خاکسار تحریک اور دانشور

خاکسار تحریک نے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ خاص طور پر غریب

مسلمان اس کی طرف لپک کر بڑھا گو کچھ بڑے لوگ بھی اس میں دلچسپی کا اظہار کرتے تھے۔ برصغیر کے طول و عرض میں پشاور سے لے کر رنگون تک ہزاروں کے کیمپ منعقد ہوتے اور جلد ہی منظم اور خادم خلق لوگوں کا ایک اچھا خاصہ گروہ ہر جگہ پیدا ہو گیا۔ ہر ایک کے لئے خاکسار ایک جاذب نگاہ شے تھی اور اکثر یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ شاید ہندوستان کے نجات دہندہ یہی لوگ ہوں گے۔ لیکن مغرب زدہ صحافی اور سیاست دان ان سے خائف تھے اس لئے دل سے مخالف۔ خاکساروں کی سرگرمیوں کو اخبارات میں جگہ نہ ملتی اور عام قطع کے سیاسی لیڈر مشرقی کو کسی قابل عمل تخیل کا حامل سمجھنے سے انکاری تھے۔ اوپر کی سطح پر انگریز نے ذہن کو مکمل طور پر بدل رکھا تھا۔ ان طبقوں نے ہمیشہ کے لئے اس تخیل کو خیرباد کہہ دیا تھا کہ ہندوستان کے لوگوں کی نجات انگریز کے ساتھ جسمانی جنگ اور آپس کی نیکی میں ہے۔ انگریز نے ان کے لئے آپس کی لڑائی' فرقہ وارانہ جھگڑوں اور اندرونی کشمکش کا راستہ نہایت محنت اور احتیاط سے تیار کر لیا تھا اور اب بظاہر ان کے لئے اس راستے سے ہٹ جانا ممکن نہیں تھا۔

مشرقی کا تصور بڑھا اور پھیلا مگر قوم کے اقتدار پرست طبقے نے اسے قبول نہ کیا اور بالآخر تعداد اور تفرقہ کے اس تخیل کے بالمقابل جسے انگریز نے جنم دیا تھا اور کانگریس اور مسلم لیگ نے قبول کیا تھا آگے نہ بڑھ سکا۔ اس طرح سیاسی میدان میں مشرقی نے ان تینوں مخالفین سے شکست کھائی۔ مگر وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے تخیل کی سچائی اجاگر ہوتی جا رہی ہے اور جو کچھ اس نے پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں کہا تھا وہ سچ ثابت ہو رہا ہے۔ اس کو اپنے اندازوں اور اجتماعی موت و حیات کی دانست پر اتنا یقین تھا کہ زندگی کے آخری دنوں میں جبکہ وہ سرطان کی نامراد بیماری میں مبتلا تھا اس نے اپنی آخری تصنیف "تکملہ" میں جس میں قرآن کے پروگرام کو رسولؐ پاک کے اعمال کی روشنی میں پیش کیا گیا یہ کہا۔ "چودھویں صدی کے اس زوال کے زمانے میں اگر مسلمان کو یہ عذر ہے کہ اس کو معلوم نہیں رہا کہ قرن اول کی چند صد عرب کن حکموں پر عمل کر کے اور کس کردار کے مالک ہو کر

بیس بائیس برس میں ہی غلبے کی اکثر منزلیں طے کر گئے تھے تو میرا یقین ہے کہ یہ تصنیف اس عذر کا پورا جواب ہے۔ اس اتمام حجت کے بعد مذہب کو دکان نہ بنانے والے چند درد مند انسانوں کی ضرورت ہے جو غلبے کی نیت سے اس کردار کو پھر شروع کر دیں۔ ہر عمل میں اور ہر آن غلبے کی نیت کو کمزور نہ ہونے دیں اور غالب آنے والی جماعت کو روز بروز بڑھانے کی جدوجہد مسلسل رہے۔ گوشت پوست کی اس دنیا میں غالب آنا صرف خون سے کھیل ہے۔ جو قوم جس وقت تک یہ کھیل کھیلتی رہے غالب ہے۔ شکست اور زوال اس وقت شروع ہوتے ہیں جب قومیں اس سبق کو بھول جاتی ہیں۔ اللہ بس وما بقی ہوس

خاکسار تحریک کیوں ختم کردی گئی

خاکسار تحریک کو باضابطہ ختم کرنے کا اعلان علامہ صاحب کی طرف سے ۲ جولائی ۱۹۴۷ء کو دلی کی جامع مسجد میں خاکساروں کے ایک بہت بڑے اجتماع میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس اعلان میں انہوں نے ان تمام وجوہات کو کھل کر بیان کیا جنہوں نے تحریک کو منزل تک نہ پہنچنے دیا انہوں نے کہا: ”آخری نبی ﷺ کی آخری امت! سن کہ سولہ سال ۹ ماہ کے بعد خاکسار تحریک کو کیوں منتشر کیا جا رہا ہے۔ اپنی برائیوں کا جائزہ لے شاید کہ سمجھ میں آ جائے! اگرچہ سمجھنے کی نیت ہوتی تو سترہ سال کی مدت کچھ کم مدت نہ تھی!

”(۱) خاکسار تحریک کی تمام تعلیم اور عمل کی بنیاد قرن اول کے اسلام پر پہلے دن سے تھی اور اس وقت تک ہے۔ اس کے قائد کے سامنے کوئی ذاتی نفع نہ پہلے دن تھا نہ اب ہے۔ قائد تحریک نے نہ ایک پیسہ کسی سے وصول کیا نہ کوئی قوم کا روپیہ اپنی ذات پر صرف کیا۔ سب نے اپنا اپنا خرچ کیا اور تحریک قائم رہی۔ اس نقطہ نظر سے یہ تحریک دنیا کی تمام اسلامی تحریکوں میں سچی تحریک تھی جس کا واحد منشا قوم کو بلند کرنا تھا۔ (۲) ایک مبالغہ آمیز اندازہ ہے کہ ان سترہ برس میں چالیس لاکھ اشخاص نے تحریک کی طرف رغبت ظاہر کی۔ اگر ان سب لوگوں کو تحریک میں ”شامل سمجھ کر“ مومن فرض کر لیا جائے تو بھی دس کروڑ سے ان کی نسبت ایک اور پچیس کی ہے۔ قرآن حکیم کا فیصلہ ہے کہ جب تک نصف سے زیادہ مومن نہ ہوں اس امت کی ہلاکت اٹل ہے اور مومن کی تعریف یہ ہے کہ میدان جنگ میں کم از کم دو اور انتہائی دس کافروں پر غالب آئے۔ ایسی شرائط کے ہوتے ہوئے کسی غلبے کا پیدا ہونا محال ہے۔ (۳) دہلی کا موجودہ اجتماع سب سے بڑا اجتماع ہے جو پچھلے سترہ برس میں ہوا۔ اس لحاظ سے تحریک اس وقت بے مثال عروج پر ہے جو اس کو اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔ تاہم قوم کی آبادی کو پیش نظر رکھ کر اس کی نسبت صفر کے برابر ہے۔ اگر ختم کر دینے کے اعلان کے باوجود قوم میں یہ کمزوری ہے تو اس سے غلبے کی امید رکھنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ (۴) امتیں میدان جنگ میں جان و مال کی قربانیوں

سے بلند ہوتی ہیں اور غالب قوم کا سب سے بڑا ہتھیار اس کی بلندی اخلاق اور صلاحیت (یعنی کیریکٹر) ہے۔ اس مقام نظر سے بھی تحریک میں کوئی قابل ذکر شے پائی نہیں گئی جو انقلاب پیدا کر سکے اور اس کو قائم رکھ سکے۔ جب تک یہ نہ ہو تحریک کو جاری رکھنا بے نتیجہ فعل ہے۔

"خاکسار تحریک میں صرف چند لاکھ ایسے شخص پیدا ہوئے جنہوں نے کچھ مدت تک باقاعدہ روزانہ عمل کیا۔ کچھ دیر اٹھتے پھر بیٹھتے رہے۔ ایک ہزار سے زیادہ ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے جانبازی کا خدا سے اقرار خود بخود کیا اور جنمی بنے۔ پندرہ ایسے شخص پیدا ہوئے جنہوں نے بغیر کسی ترغیب کے اپنا تمام مال اور پوری جان تحریک کو دینے کا اعلان کروایا۔ سوائے دو کے جو انتقال کر چکے ہیں اور تیسرے کے جس کا اعلان ابھی ہوا ہے باقی بارہ نے کوئی ادنیٰ جانبازی یا پاکبازی نہیں کی۔ میر نور حسین چند ماہ کے بعد منکر بلکہ مخالف ہو گیا۔ میر ولایت علی نے تحریک سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ذاکر بیگ نے توبہ کر کے کام نہ کیا۔ بشیر الدین محاذ لاہور کے عمدہ عمل کے بعد سخت خاموش، پھر بے عمل، پھر نافرمان، پھر نازک ترین وقت میں سخت بزدل بلکہ منکر ہو گیا۔ باقیوں نے کبھی شکل نہیں دکھائی۔ یہ سب اپنے قول و اقرار کے مطابق جنمی ہیں۔ قوم کے اس گرے ہوئے اخلاق کے بعد کیا امید ہو سکتی ہے؟ کیا خدا اس قوم کو معاف کر سکتا ہے جس کے درد مند لوگ بھی خدا اور رسولؐ سے اقرار کو مخول سمجھیں اور خدا کو دھوکا دیں؟۔

"تحریک میں بڑے بڑے عہدے حتیٰ کہ حاکم اعلیٰ کا عہدہ اور سالاریاں سوائے گنتی کے چند اشخاص کے کسی کو اس کے پہلے عمدہ عمل کے باعث نہ دی جا سکیں۔ انہی کو دی گئیں جو تھک تھک کر بیٹھتے جاتے تھے یا کچھ خوش لباس ہو کر فوری طور پر سرگرم نظر آتے تھے۔ اسی لئے لاکھوں میں ایک بھی پیدا نہ ہوا جو تحریک کا قائد بن سکے یا کامیاب صوبائی حاکم اعلیٰ بھی ہو۔ تحریک اور اس کی تمام سرگرمیاں صرف محلّہ کے خاکسار سپاہی اور سالارِ محلّہ کے عمل اور اخلاص کے بل پر ۱۷ برس قائم رہیں۔ یہ نہ ہوتے تو تحریک چند دن بھی نہ چلتی۔ قریبا" تمام سالار اپنے بڑے عہدوں کے باوجود استقلال سے کام نہ کر سکے۔ کئی سو صرف عہدے کی عزت کی خاطر سالار بنے

رہے۔ کئی ایک نے بڑے عہدوں پر آ کر ناکام پارٹی بازی کی۔ چند درجنوں نے عہدے کی وجہ سے کچھ ذاتی نفع کمایا۔ ایک درجن کے قریب نے دنیاوی نفع کما کر تحریک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی یا تحریک سے رخ پھیر لیا۔ تین چار یعنی عبدالرشید قریشی، میر غلام قادر، غلام مصطفیٰ بھرگری، کرار حسین نے تحریک کے الگ ادارے بنا کر اس کی نقل کرنی چاہی مگر ناکام رہے۔ اسماعیل نامی گمنامی اور کم لیاقتی کے بعد کچھ نفع اٹھانے لگا تو پہلے بے عمل پھر مخالف ہو گیا۔ مسٹر محمد علی جناح نے مسلسل کوشش کی کہ تحریک کا کوئی دوسرا قائد بن جائے یا مجھے ہی اپنے اور انگریز کے مطلب کا بنا لیا جائے۔ کئی اخباروں کے ایڈیٹروں نے بڑے ارادے سے تحریک کو توڑنا چاہا۔ ڈیڑھ سو کے قریب اشخاص نے جو کبھی برائے نام خاکسار تھے، اخبارات میں اپنا "استعفیٰ" اس نیت سے شائع کرایا کہ تحریک کو نقصان پہنچے۔ صدہا فرضی استعفے بھی شائع ہوتے رہے۔ مسلمان اخباروں نے مختلف اغراض کے ماتحت بے پناہ جھوٹ بولا کہ شاید اسی طرح یہ شمع گل ہو جائے۔ کئی برس تک مولوی کفر کے بے پناہ فتوے دیتے رہے تاکہ تحریک ختم ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ تحریک ان سب سے بے نیاز ہو کر اور غالب آ کر رہی لیکن قوم کے سرداروں کی اس گری ہوئی حالت میں بتاؤ کہ کیا بن سکتا ہے؟

"تحریک میں کئی پاپڑ بیلے گئے کہ کچھ بن سکے اور انقلابی طاقت پیدا ہو۔ جانبازوں اور پاکبازوں کے اعلانات کے علاوہ بیسیوں کیمپ کئے گئے جن میں رفتہ رفتہ عام خاکسار خوب جفاکش بنتا گیا۔ ۱۹۳۹ء تک کوئی کیمپ ایک دو دن سے زیادہ تک نہ ہو سکتا تھا۔ ۱۹۳۹ء میں پہلی دفعہ لکھنؤ کا محاذ لگا جو کئی ہفتے رہا۔ پھر لاہور کا ۱۹۴۰ء کا محاذ کئی ہفتے لگا رہا۔ اب کئی مہینوں کے محاذ لگتے ہیں اور خاکسار سپاہی مصیبتیں اٹھا اٹھا کر نڈھال ہو جاتا ہے مگر نہیں تھکتا۔ ان سچے مسلمانوں کی قربانیاں اور پھر منزل تک نہ پہنچنا مجھے سخت روحانی تکلیف دیتی ہیں حتیٰ کہ بعض دفعہ میں پہروں آسمان کی طرف تکتا ہوں۔ ۱۹۳۵ء کے مرکزی کیمپ دہلی میں صرف ساڑھے تین سو سپاہی بہ مشکل شامل ہوئے تھے۔ بعد میں یہ تعداد برابر آج تک بڑھتی گئی ہے۔ بنگال، بمبئی، سندھ اور بہار کے محاذوں میں خاکسار سپاہی نے شدید تکلیفیں اٹھائیں۔ جانی قربانی کرنیوالے

سپاہیوں کی تعداد بھی برابر کئی گنا بڑھتی رہی ہے۔ ہزارہا خاکساروں کا شرعی اخلاق خود بخود درست ہوتا گیا ہے۔ لاکھوں جنھوں نے کبھی سجدہ تک نہیں کیا تھا نماز میں شامل ہوتے ہیں۔ صدہا امامت کے قابل ہو گئے ہیں۔ ہزار ہا مائیں' بیویاں' باپ جو پہلے برداشت نہ کر سکتے تھے اب خاکسار کی غیر حاضری کو مہینوں برداشت کرتے ہیں۔ میری نظر بندی مدراس کے ایام میں "ملاقیان مدراس" کا عہدہ بنایا گیا کہ کچھ آگے بڑھیں' پھر طلباء کا نظام پیدا کیا گیا کہ انہی سے مدد ملے۔ پھر فاقہ زدگان بنگال کی طرف توجہ دلائی گئی۔ پھر سالار نائب ادارہ علیہ کا عہدہ کھڑا کیا گیا۔ پھر جناح گاندھی کا متفقہ مطالبہ آزادی کیا گیا۔ پھر انتخابات کی طرف توجہ اور خاکسار آئین کی تشکیل' پھر تقسیم ہندوستان کے نقصانات کا عنوان' پھر فوجی سپاہیوں کے محکمہ کا قیام' الغرض کئی مختلف طریقوں سے اس شکست خوردہ قوم کی انقلابی طاقت کو ابھارنے کی کوششیں کی گئیں مگر قوم میں صرف یہ خاصیت پائی گئی کہ اگر کچھ بغیر محنت ملتا ہے تو لے لیا جائے ورنہ میدان جنگ کا سپاہی بننے کی طاقت نہیں۔ اس حساب سے سترہ برس کے بعد قوم میں سے یہی چند قطرے ہیں جو نچوڑے جا سکتے تھے۔ ان تلوں میں اب مزید تیل باقی نہیں رہا۔

"میں نے ساڑھے تین ماہ پہلے اعلان کیا تھا کہ اگر تین لاکھ خاکسار دہلی میں جمع نہ ہوئے تو تحریک میں کوئی انقلابی طاقت نہ ہو گی اس لئے اس کو منتشر کر دینا لازم ہو گا۔ اب اس "پاکستان" سے جو انگریز نے عطا کیا ہے آخری امید کہ دس کروڑ مسلمان جو کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکے ہیں ہندوستان میں اپنی آزادی کی کوئی جدوجہد کریں گے ختم ہو چکی ہے۔ ادھر پاکستان کے ملنے کا جادو مسلمان پر غالب ہے اس لئے کسی مزید انقلابی طاقت کا قوم سے حاصل ہونا ناممکن ہے۔ مسلمان کو اب کسی غلبے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ ۳ر جون کے انگریزی اعلان کے بعد میں نے خاکسار تحریک کے انقلابی منشور کا اس نیت سے اعلان کیا تھا کہ اگر تین لاکھ خاکسار دہلی میں جمع ہو گئے تو آئندہ لائحہ عمل واضح ہو سکے گا۔ یہ نہیں ہوا اس لئے بصد حسرت خاکسار تحریک کے منتشر کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور اس کی قیادت سے دستبردار ہوتا ہوں۔ آہ! سترہ برس کی زہرہ گداز محنت کے باوجود جو میں نے پوری دیانتداری سے کی اور اس

میں اپنی عمر اور دولت کا بہترین حصہ صرف کیا اب قوم میں وہ خاصیت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ ہندوستان کے مسلمان کو غالب کر سکے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

"جریدہ الاصلاح بھی لازما" بند کر دیا جائے گا لیکن اس کے خریداروں سے قریبا" سترہ ہزار روپیہ لینا باقی ہے۔ اس لئے آئندہ کئی اشاعتوں میں زیادہ تر نا دہندوں کی فہرستیں شائع ہوں گی تاکہ خاکسار مجھے رخصت ہوتے وقت نقصان نہ پہنچائیں۔ جریدہ الاصلاح کے نئے خریداروں کو روپیہ واپس کرنا بھی لازم ہو گا۔ فوجی محکمہ بھی بند کر دیا جائے گا اور اس کا روپیہ میرے پاس ہے۔ موجودہ مرکزی کیمپ کا روپیہ بھی اخراجات وضع کرنے کے بعد واپس کرنا ہو گا۔ بیت المال کا کئی ہزار روپیہ بھی میرے پاس موجود ہے' یہ بھی سب کو واپس ملے گا۔ اس مطلب کے لئے میں مفصلہ ذیل اشخاص کی ایک کمیٹی مقرر کرتا ہوں جو حسابات کا تصفیہ کر کے سب کو روپیہ واپس کرے گی تاکہ کسی کا قرض مجھ پر باقی نہ رہے اور میں سب سے سرخرو ہو کر جاؤں۔ یہ وہ تحریک کے سردار ہیں جو نسبتا" بڑے وفادار رہے ہیں۔ ان سے زیادہ نیک نیت لوگ میری نگاہوں میں فوری طور پر نہیں۔ عبداللہ افغانی سالار منزل و سالار نشرو اشاعت مرکزی کیمپ دہلی' پروفیسر عبدالعزیز ایم اے سابق نائب مدارا لنظام' شیر زمان خان سابق نائب مدارالنظام' شیخ فضل الٰہی حاکم اعلیٰ یو پی۔ بہار کے شہداء اور اسیروں کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے' محمد حسین خان بی اے 'اکرام اللہ خان انور بی اے' فضل الٰہی اور خان گل خان کا ایک وفد مقرر ہو چکا ہے۔ وہ کسی مستقل فیصلے پر خود پہنچ کر شہداء کے نقصان کی تلافی کرائے گا۔ خدا حافظ ہے اور خدا تمہارے ساتھ ہو۔"

کشمیر' گاندھی اور حکومت پاکستان

تاہم پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے بھارت سے مسلمانوں کے حق کا پورا حصہ حاصل کرنے کے لئے انڈو پاکستان اسلام لیگ کی بنیاد رکھی لیکن جب آزادی کے چند ہفتے بعد بھارت نے کشمیر پر فوجی حملہ کیا تو علامہ صاحب کی ساری توجہ کشمیر پر مبذول ہو گئی۔ بھارت نے ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو سری نگر

میں فوجیں اتاریں اور ۲۹ اکتوبر کو علامہ صاحب نے مہاتما گاندھی کو ایک طویل تار بھیجا۔ تار کا مضمون حسب ذیل تھا۔

گاندھی سب سے بڑا مجرم

"کوئی تیس برس سے جب سے آپ نے سرزمین ہندوستان پر اپنا قدم رکھا ہندوستان رفتہ رفتہ سچ مچ کا جہنم بنتا گیا ہے اور ہندو مسلم اتحاد وغیرہ کا نقاب اوڑھ کر آپ نے امن پسند ہندو میں اس سے زیادہ تشدد ' اس سے زیادہ ظلم اور اس سے زیادہ نفرت مسلمان کے خلاف پیدا کر دی ہے جو کبھی ہزار سالہ تاریخ میں پیدا نہ ہوئی تھی۔ نہیں بلکہ اس سے زیادہ پیدا کر دیا ہے جس کی کوشش میں انگریز لگے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ اس ہولناک بربادی کے ساتھ جو آپ نے پیدا کی ہے آپ کلکتہ اور پٹنہ اور دہلی جہاں گئے ہیں صلح صلح پکار کر کسی بڑے اولیاء کا پارٹ ادا کر رہے ہیں اور آپ کو آسمان تک اڑانے والے مرید آپ کو صلح اور اتحاد کا سب سے بڑا دیوتا کہتے ہیں۔ اس دعوے کی کہ آپ ہی وہ عظیم الشان نجات دہندہ ہیں جس نے ہندوستان کو آزاد کرایا اور اس بناء پر ہندوؤں کو لوٹ میں شیر کا حصہ ملنا چاہئے انگریزوں کا فلسطین' برما' مصر اور لنکا کو بھی آزادی دینے کے اعلان اور ایران اور عراق اور افغانستان وغیرہ سے دستبردار ہو جانے کے بعد دھجیاں اڑ کر رہ گئی ہیں۔ انگریزوں نے ہندوستان کو صرف اپنی تجویز کے مطابق چھوڑا ہے آپ کی دھمکی یا چال یا آپ کے پیروں کے خالی نعروں کے باعث نہیں چھوڑا اور اگر آپ ہی ہندوستان کے عظیم الشان نجات دہندہ ہیں تو دوسرے ملکوں کے سیاسی لیڈر بھی اس خطاب کا دعویٰ برابر طور پر کر سکتے ہیں۔ انگریز نے اب صرف لڑاؤ اور حکومت کرو کی جگہ تقسیم کرو اور چھوڑ دو کا پروگرام پکڑا ہے اور وہ اور ملکوں کی طرح اب ہندوستان میں اس شیطانی کھیل کا تماشہ دیکھ رہے ہیں جو آپ نے دس کروڑ مسلمانوں کو صفحہ ہندوستان سے مٹانے کے لئے تیار کیا ہے۔ مسٹر جناح اقرار کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ کی اس سازش کو نہیں دیکھا تھا لیکن یہی اقرار اسکا ثبوت ہے کہ ان کی نیت آپ کے خلاف بد نہ تھی۔ آپ کی نام نہاد شام کی دعا کے جلسوں میں جن کا افتتاح مکارانہ طور پر آپ قرآن کی آیتوں اور گیتا کے

اشلوکوں سے کرتے ہیں سیاسی معاملات کے متعلق ایک فقرہ ایسا نہیں جس میں مسلمانوں کے خلاف شدید تلخی یا غلط بیانی یا انتقام لینے کی سیاہ دھاری موجود نہ ہو اور یہ درحقیقت آپ جیسے امن کے دیوتا ہی تھے جس نے ۱۵ اگست کے صرف تین ہفتہ بعد ہی ہندوؤں میں یہ خطرناک اعلان کیا کہ "ہندوستان اور پاکستان کی جنگ کا ہونا اٹل ہے۔" جو کھیل آپ اس وقت کشمیر میں کھیل رہے ہیں اور جو ناجائز حمایت آپ نے بدمعاش اور رسوائے عالم ہری سنگھ کی حال میں کی ہے آپ کو اور کانگریس کو جمہوریت اور سوشلسٹ ریپبلک قائم کرنے کے دعوؤں کے بارے میں بالکل ننگا کر دیتی ہیں۔ اور کشمیر کے ساتھ جو زنا بالجبر تمہارے آدمیوں نے اب کیا ہے اس سے قطعی طور پر صاف ہو جاتا ہے کہ آپ صرف مسلم لیگ کے دشمن ہی نہیں بلکہ تمام دس کروڑ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ بہار میں کانگرسی حکومت کے قتل عام کے متعلق جو تحقیقاتیں میں نے خود جا کر دو ماہ تک کیں ان سے پورے طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ تمام قیامت صرف آپ کی تجویز اور ہدایت سے برپا ہوئی تھی۔ دراصل نواکھلی میں ایک طویل مدت ہندوؤں کی غم خواری میں گزارنے کے بعد آپ تو پٹنہ جانے سے بھی اس وقت تک گریز کرتے رہے جب تک کہ خاکساروں کے وفد نے جو آپ کو وہاں ملا تھا آپ کو شرم نہ دلائی کہ آپ تو ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی ہیں۔ خاکساروں کے وفد نے ان طویل گفتگوؤں کے بعد جو کئی ہفتے آپ سے مظلومین بہار کو بسانے کے متعلق ہوتی رہیں آپ کے متلعق یہ رائے قائم کی کہ آپ اتنے ہی دل کے چھوٹے چھوٹے تعصبوں سے بھرے پڑے ہیں جتنا کہ کاغذ پر آپ کو ایک عظیم الشان انسان ظاہر کیا گیا ہے۔ میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ دو ماہ کے اندر ہندوؤں اور سکھوں کی بزدل ملٹری اور جتھوں نے دس لاکھ مسلمان مرد' عورتیں اور بچے قتل کر دیئے ہیں ' تیس چالیس ہزار عورتوں کو اغواء کر لیا ہے اور پچاس ساٹھ لاکھ مسلمانوں کو ان کے گھروں سے بزور نکال دیا ہے۔ یہ وہ ظلم ہے جس کی مثال تمام تاریخ میں موجود نہیں اور اس بے مثال قتل عام کے ذمہ دار صرف آپ ہیں۔ میں آپ کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ دنیا کی سب سے بڑی جنگ نے اس مدت سے پچاس گنا زیادہ مدت میں اتنے انسان قتل نہیں کرائے۔ میں وہ شخص ہوں جو عملی طور پر تن تنہا

تمام عمر ہندو مسلم سمجھوتہ کے درپے رہا اس لئے میرے متعلق کسی کو شک نہیں گزر سکتا۔ میں اس بات کا سنجیدگی سے اقرار کرتا ہوں کہ "ڈائریکٹ ایکشن" کے دن کے بعد ایک سال یا چودہ ماہ کی مدت میں لوٹ مار' آتشزنی قتل یا اغواء کا بڑے سے بڑا افسوسناک واقعہ جو پاکستان میں ہوا' اس کی کوئی حقیقت اس ناقابل بیان ظلم کے مقابلے میں نہیں رہی جو ہندو جتھوں اور ہندوستانی فوج نے پچھلے دوماہ میں بہار میں مسلمانوں پر کیا۔ ہندو اور سکھ تو اپنی مرضی سے ڈر کے مارے یا نفرت اور حسد کے مارے خود بخود پاکستان سے چلے گئے یا جا رہے ہیں لیکن مسلمانوں کو بندوقوں کی گولیوں سے قتل کیا گیا اور خلاف مرضی گھروں سے بھگایا گیا۔ صرف یہی شے اس ظلم کو انسانیت کے درجہ سے گرا دے گی اور شیطانی قرار دیتی ہے۔ میں مضبوطی سے کہوں گا کہ اگر آپ کے ضمیر نے اب تک ان خونی افعال سے جو آپ کے پیرو کر رہے ہیں بغاوت نہیں کی تو اب وقت ہے کہ وہ بغاوت کرے۔ آپ نے پاکستان کے خلاف جنگ کا اعلان تو کر ہی دیا ہے۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس سے باز آئیں کیونکہ ابھی باز آنے کا وقت باقی ہے اور ہندوستان کے خوبصورت نام کو دنیا میں بدنام نہ کریں۔ میں آپ کے جواب کا بذریعہ تار ایک معقول مدت تک منتظر رہوں گا یا اس کا جواب کسی خاص قاصد کے ذریعے سے دیں۔ اس کے بعد میں اپنا رویہ اختیار کروں گا۔ مسلمانوں کو دشمن بنانے اور بہار' پنجاب' یو پی اور کشمیر میں انہیں لاکھوں کی تعداد میں قتل کرنے سے آپ نے تمام اسلامی دنیا کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس جنگ کا دنیا کی تاریخ میں سب سے بڑا خونریز بن جانا لازمی ہے۔"

پاکستانی حکمرانوں کو وارننگ

۷ دسمبر ۱۹۴۷ء کو علامہ مشرقی کا اخباری بیان

"ہم نے پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے خوفناک نتائج دیکھ لئے ہیں اور میں حکام کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمان کشمیر کی تقسیم کو کسی صورت میں قبول نہیں کریں گے۔ کانگریس کے حلقوں میں اس تحریک پر شدومد سے زور دیا جا رہا ہے اور مسٹر گاندھی اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن دوبارہ یہ خطرناک کھیل کھیلنے کی سازش میں پیش پیش ہیں۔ مجھے

اطلاع ملی ہے کہ مسٹر جناح کی حالیہ بیماری کے دوران مہاتما نے اپنی روش سے ہٹ کر دہلی کے گورنر جنرل ہاؤس میں پاکستان کے وزیر اعظم سے اس بری نیت سے ملاقات کی ہے اور ان دونوں اشخاص نے مسلم لیگ کے افسران کو کشمیر کے بارے میں مزید گفتگو کرنے پر آمادہ کر لیا ہے۔ میں پاکستان کی حکومت کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ اس وقت تک آزاد کشمیر کی حکومت نے کشمیر کی لڑائیوں میں حقیقت میں ۴ سے ۵ ہزار تک فوجیوں کی اور ایک لاکھ کشمیریوں کی جانیں قربان کی ہیں۔ نہتے کشمیریوں کو قتل کیا گیا ہے' ان پر ظلم ڈھائے گئے اور ۵ لاکھ کے قریب افراد کو زبردستی نکال کر بے گھر کر دیا گیا ہے۔ آزاد کشمیر کی حکومت نے خود انڈین گورنمنٹ سے اس مسئلہ کو اٹھانے کی کوشش کی ہے اور اس حکومت کو ہی یہ حق ملنا چاہئے کہ وہ چاہے تو پنڈت نہرو سے میز پر بات کر کے تصفیہ کرے یا بصورت دیگر تلوار اٹھائے۔ پاکستان کا کوئی مسلمان بھی مزید ۳۶ لاکھ کشمیریوں کو سری نگر' جموں' چھمب کا سرسبز علاقہ اور فوجی اہمیت کا علاقہ گلگت نہرو اور گاندھی کے ہاتھوں چھوڑ کر مظفر آباد' پونچھ' سید پور کے بنجر اور بے کار اضلاع میں انہیں دھکیلنے اور کشمیر خالی کرانے کے عمل کو دیکھنا گوارنہ کرے گا۔ میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ ان ۳۶ لاکھ افراد کے بالآخر پنجاب اور مغربی پاکستان میں ہجرت کا مطلب ہم سب کے لئے تکلیفوں کا ایک اور جنم ہو گا۔ یہ ہندو' ڈوگرہ' سکھوں اور گورکھوں سے آمنے سامنے کی لڑائی مسلمانوں کو لازمی اور بھر پور طور پر لڑنا ہو گی اور اگر موت ہی نے آنا ہے تو میں پسند کروں گا کہ اسی طرح آئے۔ اب پاکستان کو صحیح معنوں میں ناقابل تسخیر بنانے کے لئے میرے نزدیک یہی واحد راستہ رہ گیا ہے۔ گزشتہ مہینوں کے دوران بہار' مشرقی پنجاب اور دوسرے مقامات پر نہتے مسلمان مردوں' عورتوں اور بچوں پر ہندوؤں کی طرف سے کئے جانے والے مظالم کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات کے پیش نظر مجھے اس امر کا یقین ہے کہ جلد یا بدیر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ہتھیاروں سے ایک فیصلہ کن جنگ ہو گی۔ اور جب تک اس لڑائی میں بزدل ہندو کو عبرت ناک شکست نہیں ہوتی اس وقت تک ہندوستان اور پاکستان کے دس کروڑ مسلمان پرامن زندگی نہیں گزار سکتے۔"

حکومت پاکستان کی بے علمی

۲۸ '۲۹ '۳۰ دسمبر ۱۹۵۰ء کو خاکسار اعظم نے ایک لاکھ حاضرین کو خطاب کیا۔ یہ عظیم الشان اجتماع اقبال پارک لاہور میں انڈو پاکستان اسلام لیگ کانفرنس کے تحت ظہور میں آیا تھا۔ اس خطاب کے کچھ اقتباسات شائع کئے جاتے ہیں ۔ مقصود اس کا یہ ہے کہ ملت اسلامیہ آج بھی ہوش و تدبر حاصل کرے اور پابہ رکاب ہو جائے ۔ نیز نئی نسل کو پتہ چل سکے کی مرد حق آگاہ اور دور بین علامہ المشرقی کئی سال قبل آنے والے عذاب سے خبردار کرتا رہا۔ اس کے حسابی اندازے حرف بہ حرف صحیح ثابت ہو رہے ہیں۔ علامہ نے کہا۔

رعیت کے عام غیر معمولی تقاضے

مسلمانو ! اگر غور سے دیکھو تو کسی ملک کی عام رعیت اپنی حکومت سے صرف روٹی ' کپڑا ' معمولی سرچھپانے کی جگہ ' معمولی آزادی ' معمولی بے فکری اور معمولی صحت جسمانی مانگتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔ حکومت کرنے اور حکم چلانے کے لئے صرف چند بڑے آدمی ہی ہر ملک میں ہوا کرتے ہیں اور جب تک عام رعیت خوش ہے کسی کو گلہ نہیں ہوتا ۔ اگر رعیت کو تن ڈھانپنے کے لئے معمولی کپڑا ' پیٹ بھرنے کے لئے معمولی روٹی ' معمولی سرچھپانے کی جگہ اور بے فکری مل جائے تو رعیت کسی بڑے اور ترقی یافتہ ملک میں بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں مانگتی ۔ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بھی آزادی کے یہی معنی ہیں اور جہاں رعیت کو یہ چیزیں ملتی جائیں ' رعیت وہاں کی حکومت سے خوش ہو جاتی ہے ۔ مسلم لیگ والوں نے اس تین سال میں رعیت کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصے کو بھی کسی جگہ یہ چیزیں دینے کی کوشش نہیں کی اور اس پر ستم یہ کہ پیٹ خالی اور بدن ننگا ہونے کے ساتھ ساتھ حکومت نے وہ بے پناہ ظلم اس تین سال میں کئے کہ راہ چلتا آدمی بھی اس کے مقرر کردہ حاکموں کی سختی سے تنگ ہے ۔ ضلع کے حاکم سے لے کر دو کوڑی کے چپڑاسی تک ہر شخص رعیت کو دکھ دینے میں لگا ہے ۔ یہ وہ ناقابل برداشت حالت ہے کہ کوئی رعیت ایسی حکومت کی حمایت نہیں کر سکتی ۔

نہرو کی گہری سیاسی چال

کشمیر پر ۱۹۴۷ء میں کھلے طور پر بزور شمشیر قبضہ نہ کرنا مسلم لیگ کی فاش غلطی تھی ۔ ہمارے حاکم بزدل ' آرام پسند اور ہندو سے مرعوب تھے ۔ اس لئے وقت پر مناسب قدم نہ اٹھا سکے ۔ مسلم لیگی حاکموں نے قبائلی پٹھانوں کو جو مناسب فوجی امداد کے بعد اس قابل ہو سکتے تھے کہ کشمیر پر اس وقت قبضہ کر سکیں ' ناحق اور بے معنی طور پر صرف ہندو سے اعلانیہ طور پر جھگڑا نہ مول لینے کے غلط عذر پر ناراض کر دیا ۔ مسلمان محسوس کر رہا ہے کہ ۱۹۴۷ء کے آخر میں نہرو کا کشمیر کے معاملہ کو سلامتی کونسل میں لے جانا ایک سیاسی چال تھی جس کا مقصد صرف اپنی فوجوں کو کشمیر پہنچانے کے لئے مہلت حاصل کرنا اور سردی کا موسم آرام سے گزارنا تھا ۔ مسلم لیگ حکومت اس چال کو سمجھنے سے قاصر رہی اور ہندو کو ناحق مہلت دے دی کہ کشمیر پر فوجی قبضہ کر سکے ۔

مسلمان افسوس سے محسوس کر رہا ہے کہ حکومت پاکستان کا آزاد کشمیر کی حکومت کو ادھورے طور پر فوجی مدد دینا اور پھر ایک مدت تک محض سیاسی چال سمجھ کر اس مدد سے انکار کرتے رہنا ایک بہت بڑی فوجی بلکہ سیاسی غلطی تھی جس کا نتیجہ پاکستان اب تک بھگت رہا ہے ۔ مسلمان کو اس تین سال کے بعد اب سوجھ بوجھ ہونے لگی ہے کہ جوناگڑھ ' حیدر آباد اور کشمیر کی بیرونی شکستیں ' رعیت کی عام بھوک ' ننگ اور اس پر ظلم و ستم کی عام فضا جو ملک کے اندر پیدا ہو گئی ہے ' اس ملک کی ذہنیت پر نفسیاتی اثر پاکستان کے لا الہ الا اللہ نہ بننے بلکہ اس کی جگہ الٹا پاکستان میں عام بے دینی کا رواج ' لوٹ مار اور ظلم و ستم کی عمومیت اور مسلم لیگی حاکموں کی عام کاہلی ' نافرض شناسی ' جھوٹا پروپیگنڈا اور رعیت کی بہتری کی طرف سے بے پرواہی ایسے سنگین واقعات ہیں کہ مسلم لیگی حکومت کو فی الجملہ حکومت کرنے کا نااہل قرار دیتی ہیں ۔

اسلامی اخوت سے افسوسناک بے اعتنائی

مسلمان اس وقت عام طور پر ان اچھی باتوں کو بھی جو مسلم لیگ نے اسی عرصے

میں کی ہیں اس لئے نہیں دیکھا کہ ناچھی باتیں مثلاً یہی دعویٰ کہ مسلم لیگ نے پاکستان بنایا یا اس ناممکن کو ممکن بنا دیا ' یہ کارنامہ کہ ہم نے روپیہ کی قیمت کم نہیں کی یا یہ دعویٰ کہ مسلم لیگ نے پاکستان کو قائم کر دیا اور ہمارے میزانیئے خسارے میں نہ رہے اس قدر نمایاں واقعات معلوم نہیں ہوتے جس قدر کو جونا گڑھ' حیدر آباد اور کشمیر کا مسلمانوں کے ہاتھ سے چلے جانا ہے۔ مسلم لیگ کے یہ کارنامے اتنی بڑی حقیقت نظر نہیں آتے جس قدر کہ مہاجرین کی عام بربادی' ان کو حق ملکیت عطا نہ کرنا یا کشمیر کے معاملے کا تین سال تک گھسٹتے جانا یا مثلاً" تین سال تک لوٹ مار ' رشوت 'کنبہ پروری ' بددیانتی ' دفتروں میں کاہلی اور غفلت کا جاری رہنا ہے۔ اوسطاً مسلمانوں کو تین سال کی مہلت کے بعد اچھا نہیں لگتا کہ پاکستان کی سلطنت میں دین اسلام کے خدوخال نمایاں نہ ہوں۔ بے دینی ' بدمعاشی ' ناچ رنگ ' شراب خوری ' عیاشی ' اسی طرح بلکہ اس سے کئی گناہ زیادہ جاری ہو جتنی کہ انگریز کے وقت میں تھی۔ تین سال کے بعد اچھا نہیں لگتا کہ مسلم لیگ کے مقرر کردہ حاکم رعیت پر ظلم کر رہے ہوں۔ اچھا نہیں لگتا کہ چند اوپر کے لوگ انتہائی دولت اور عیش و عشرت میں مست ہوں اور عام لوگ چیتھڑے پہنے ہوئے اور زرد چہروں والے سردی سے سسک سسک کر مرنے والے اور عاجز نظر آتے ہوں۔ اچھا نہیں لگتا کہ تین سال کی حکومت کا انجام امیر اور غریب میں یہ دل ہلا دینے والا فرق ہو ' دین اسلام سے یہ کھلی بغاوت ہو ' رعیت کی خوشحالی سے پوری بے پرواہی ہو ' ہندو سے اس قدر ذلیل طور پر دبنا ہو وغیرہ وغیرہ۔ یہ وجوہات ہیں جن کے باعث مسلم لیگ کی جماعت کا وہ جادو جو اس نے حیرت انگیز خوبی سے مسلمان کی دس کروڑ قوم پر چالیس برس کے بعد کچھ مدت ہوئی چمکایا تھا ' ٹوٹ چکا ہے۔ ہر شخص قطع نظر اس کے کہ وہ کسی سیاسی جماعت یا کسی خاص طبقے سے تعلق رکھتا ہو تین سال کے بعد محسوس کر رہا ہے کہ یہ جماعت پاکستان کی بہتری کے لئے مفید ثابت نہیں ہوئی اور اس کی جگہ جس قدر جلد بہتر آدمی حکومت کے لئے میدان میں آئیں پاکستان کے لئے مفید ہو گا۔

تنظیم کا زندہ سبق

۱۹۲۰ء کے دس برس بعد ۱۹۳۰ء میں خاکسار تحریک کا اجراء ہندوستان میں اس وقت

ہوا جب کہ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی کوئی سیاسی تحریک موجود نہ تھی اور میں نے سب سے پہلے قوم کو تنظیم کا زندہ سبق دیا۔ حکومت کی گدیوں پر کئی سال بیٹھنے کے بعد مجھے سب سے پہلے احساس ہوا کہ قوم کا مستقبل تاریک ہے اور اس کو منظم کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ سرسید احمد خان کی ۱۸۹۶ء تک قوم کو اس تلقین کے باوجود کہ مسلمان کانگریس بلکہ سیاست سے الگ تھلگ رہیں اور اپنی توجہ صرف تعلیم کی طرف دیں، مسلمانوں نے دس برس بعد ۱۹۰۶ء میں انگریزوں کے اشاروں سے مسلم لیگ کی ابتداء کی۔ لیکن ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ زور سے بنوائی ہوئی مسلم لیگ کیا ہو گی اور قومی شاعروں نے اس کو برابر تیس برس ٹھٹھے میں اڑائے رکھا کہ یہ صرف قرار دادیں پاس کرنے والی انگریز کی گود میں بیٹھنے والی چندہ خوروں کی ایک جماعت ہے۔

سیاسی چودھریوں کی نادانی

مسلمانو! لیکن مسلم لیگ کی جماعت کی حکومت کی گدیوں سے فوراً اتار دینے کی ضرورت اس وقت ایک وجہ سے لاحق ہے جو ہر خیر خواہ ملک کے نزدیک آخری اور قطعی ہے۔ یہ ضرورت تین سال کے شدید اور صبر آزما انتظار کے بعد مسئلہ کشمیر کے موجودہ مرحلے پر پہنچنے کی وجہ سے ہے اور جس مسئلے کے متعلق تفصیلی حالات اس خطاب میں بیان کر کے ملت کو آنے والے شدید خطرے سے آگاہ کرنا میرے لئے لازمی ہو گیا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ بلکہ مجموعی حیثیت سے تقسیم ہند کا مسئلہ کسی معمولی ماہر سیاست کے نقطہ نظر سے بھی ایسا سیدھا سادا اور حسابی مسئلہ تھا کہ اس کو مسلم لیگ کے سیاسی چودھری اگر کاروباری نقطہ نظر سے حل کرتے اور تقسیم ہند سے پہلے ہر قسم کی جغرافیائی اور اقتصادی معلومات سے مسلح ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ پاکستان ان خطرناک الجھنوں میں پھنستا جن میں کہ وہ اب پھنس چکا ہے اور ان سے نکلنا دشوار ہو گیا ہے۔ تقسیم ہند کا مسئلہ ہر معمولی ذہن کے انسان کے نزدیک صرف دو قوموں یعنی ہندو اور مسلمان کے درمیان تمام برصغیر ہند کی تقسیم کا مسئلہ تھا۔ خوش قسمتی سے ہندوستان پر حکومت کرنے کی دعویداران دو قوموں کے سوا کوئی تیسری قوم نہ تھی۔

ہندو کی آبادی ۱۹۴۰ء کی مردم شماری کی رو سے بیس کروڑ چونسٹھ لاکھ چھیانوے ہزار اور مسلمان کی آبادی نو کروڑ اٹھتیس لاکھ چون ہزار پانچ سو تھی۔ گویا آبادی کے لحاظ سے ہندو اور مسلمان کی نسبت ۲ء۱۷ اور ایک کی تھی۔ مزید خوش قسمتی سے پست اقوام جن کی آبادی اسی مردم شماری کی رو سے دس کروڑ اسی لاکھ چون ہزار تین سو تھی اس واقعہ سے بہت پہلے ہندوؤں سے الگ ہو چکی تھیں اور آزادی ہند کا مطالبہ ان پست اقوام کی طرف سے ہرگز نہ تھا۔ اس بناء پر ہندو' خیالات کی کسی کھینچ تان سے اپنی آبادی کے بیس کروڑ چونسٹھ لاکھ افراد سے زیادہ ہونے کے دعویدار ہرگز نہ بن سکتے تھے اور اگر ہندوستان کی تقسیم کا صرف آبادی کے نقطہ نظر سے ہونا ہی فریقین نے تسلیم کرلیا تھا تو معاملہ بالکل صاف تھا کہ مسلمانوں کی طرف سے رقبے کے لحاظ سے تقسیم سے کافی مدت پہلے ہندوستان کے اس تیسرے حصے کے نقشے پر نشان دے کر مطالبہ کیا جاتا جس حصے میں مسلمانوں کی بحیثیت مجموعی اکثریت تھی اور ساتھ ہی اس حصے میں جس میں جہاں مسلمانوں کے مشہور تاریخی' دینی اور ثقافتی مراکز تھے۔ یہ اس لئے کہ قوم کا وقار بحیثیت قوم برقرار رہے اور ساتھ ہی تمام ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو ایک اکائی مان کر ہندوؤں کی بیس کروڑ آبادی سے اپنے حصے کا مطالبہ ہو۔ یہ نکتہ ہمارے مسلم لیگ کے سیاسی چودھریوں کو سمجھ نہیں آیا' اگرچہ میں نے ۱۹۴۶ء کے وسط میں اس کے متعلق قائد اعظم مسٹر جناح کو تفصیلاً" جتلا دیا تھا۔

ہندو کی شرمناک مکاری

ادھر تقسیم ہند کے بارے میں یہ نافہمی دکھائی جارہی تھی اور ادھر ہندو نے تقسیم ہند کے مسئلے کا مطالعہ اس غور و خوض سے کئی برس پہلے کر رکھا تھا کہ اس نے ۱۹۳۷ء کے انتخابات کے وقت سے ہی یعنی پورے دس سال پہلے تمام دنیا میں شور مچا دیا کہ ہندوستان میں نو صوبے کانگریس کی اکثریت کے صوبے ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں ان صوبوں کے اندر پانچ کروڑ مسلمانوں کی جو آبادی اقلیت کی حیثیت سے موجود تھی ہندو پرلے درجے کی حسابی مکاری سے اس عظیم الشان آبادی کو ہضم کر کے ہندو اقلیت کے ماتی صرف دو صوبے مسلمانوں کو دینا چاہتا تھا۔ حساب نہ جاننے والے

مسلمان نے ہندو کے اس عظیم الشان فریب کو نہ سمجھا اور سادہ لوحی سے اس نے ہندوستان میں نو صوبے کانگریس کے بلاعذر تسلیم کر لئے اور جھگڑا صرف باقی دو صوبوں یعنی پنجاب اور بنگال کا رہ گیا۔ ہندوستان کی تقسیم کا یہ خطرناک پہلو مجھ پر ۱۹۳۷ء ہی سے واضح تھا اور میں نے صاف طور پر مسٹر جناح کی توجہ اس طرف ۱۹۳۷ء سے برابر دلائی۔ میں نے صاف طور پر مسٹر جناح کو لکھا کہ نو صوبوں میں ہندو کی اکثریت کو تسلیم کر لینے سے یہ خطرناک نتیجہ برآمد ہوگا کہ ہندوستان کے حصہ دار صرف دو ہونے کی بجائے نو ہندو اور دو مسلمان کی طرف سے گویا گیارہ حصہ دار ہوں گے اور ہندو کو اس چھٹانک چھٹانک اور تولہ تولہ آٹا الگ الگ تول کر دینے سے نو گنا فائدہ ہو گا۔ اگر مسلم لیگ کے سیاسی کھڑ پینچ آٹا دال تولنے والے مسلمان ہی ہوتے تو اس نکتے کو فوراً سمجھ جاتے اور بڑی توند والے لالہ کو کہتے کہ لالہ جی! ہم ہندوستان کو نو دفعہ کیوں تولیں اور نو دفعہ نیچی ڈنڈی کر کے سودا کیوں دیں۔ ہندوستان کے گاہک صرف دو ہیں گیارہ نہیں۔ ہندوستان صرف ایک ہی دفعہ تولا جا سکتا ہے اور وہ اس وقت کہ پورے بیس کروڑ ہندو ایک طرف بیٹھے ہوں گے اور ایک گاہک شمار ہوں گے اور دوسرے گاہک پورے دس کروڑ مسلمان دوسری طرف ہوں گے۔ اس وقت ہم ہندوستان کے تین برابر حصے کر کے تمہیں کہیں گے کہ ان دو حصوں میں تمہاری اکثریت ہے اور اس تیسرے حصہ میں ہماری، یہ دو حصے تمہارے ہیں اور ایک حصہ ہمارا۔ قصہ مختصر یہ کہ ہندو مسلم لیگ کو ایوارڈ دے گیا اور پانچ کروڑ ادھر کے مسلمانوں کو ہضم کر گیا۔ اس داؤ کے بعد ہندو نے دوسرا انتہائی طور پر نقصان دہ جو داؤ کھیلا وہ یہ تھا کہ جب نو صوبوں میں اکثریت کا اصول مان گئے ہو تو پنجاب اور بنگال کے دو صوبوں میں بھی یہ اصول مان کر ہندو کی اکثریت کو الگ کرو۔ یہ داؤ اس قدر مہلک اور مسلم لیگ کی طرف سے اس کا تسلیم کر لینا اس قدر احمقانہ تھا کہ تاریخ کا آئندہ مورخ اقلیدس کی شکل حماری کی طرح اس کو مسلم لیگ کی حماری غلطی قرار دے گا اور کہے گا کہ مسلمان اس قدر حساب دان تھا کہ ہندو کو اس قدر بھی نہ کہہ سکا کہ جب نو صوبوں میں تم نے مسلمان اقلیت کو الگ نہیں کیا تو ہم پنجاب اور بنگال میں ہندو اقلیت کو کیسے الگ کر سکتے ہیں۔

تقسیم پنجاب و بنگال کی فاش غلطی

مسلمانو! تقسیم ہند کی اس فاش غلطی کو میں نے واضح طور پر اس لئے بیان کیا ہے کہ تم سمجھ جاؤ کہ مسلم لیگ والے اب بہت سی چیزوں سے واقف ہو گئے ہوں تو ہوں مگر تقسیم کے وقت سیاست کی ابجد سے ناواقف تھے، انہیں جو کچھ مسلمان کو ہندو کی مکاری کے بعد ملا، انگریزوں کی طرف سے اپنی بہشتیی خواہشوں کا عطیہ سمجھ کر قبول کر لیا لیکن معاملہ یہیں پر بس نہیں ہوتا۔ یہ مسلمانوں کی خدا کی طرف سے خوش قسمتی ہے کہ ان کو اپنے نبیؐ کے صدقے پاکستان کا وہ حصہ مل گیا جس میں ایک طرف اناج کی کثرت ہے اور دوسری طرف پٹ سن اور چائے کی بہتات۔ خدا کو منظور تھا کہ کسی نہ کسی طرح مسلمان کو اناج سے محروم نہ رکھے ورنہ مسلم لیگیوں کے مبلغ علم کا اس زمانہ میں تو یہ عالم تھا کہ ان کو تقسیم ہند کے وقت ہندوستان کے پاکستانی حصے کے ابتدائی جغرافیہ کا علم نہ تھا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر مسلم لیگ والے اس وقت غیر تقسیم شدہ پنجاب کے نقشے سے صرف آٹھویں جماعت کے کسی طالب علم کی طرح واقف ہوتے تو پنجاب اور بنگال کی تقسیم کو نہ صرف اس وجہ سے جو میں نے اوپر بیان کیں قبول نہ کرتے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ مغربی پنجاب کے (جو ان کے حصے کا تھا) تمام دریا کشمیر اور مشرقی پنجاب سے نکلتے ہیں، مشرقی پنجاب کا علاقہ کم زرخیز ہے، کشمیر کا علاقہ ہندو مہاراجہ کے قبضے میں ہے اور جب تک سب سے پہلے کشمیر کا فیصلہ نہ ہو اور مشرقی پنجاب کے متعلق تمام معلومات حاصل کر کے یہ طے نہ ہو جائے کہ اس علاقے کے دریاؤں یعنی ستلج اور بیاس کے پانیوں کے سوا مغربی پنجاب کے باقی دوسرے دریاؤں کے پانی جو کشمیر کے علاقے سے گزرتے ہیں، مشرقی پنجاب میں استعمال نہیں ہو سکتے، پنجاب کے دو حصوں میں تقسیم پر راضی ہو جانا کسی زندہ جسم کو کاٹ کر اس کو فنا کر دینے کے برابر ہے۔ الغرض پنجاب اور بنگال کے دو باقی صوبوں میں ہندو اکثریت کو مان کر باقی نو صوبوں کو ذلت کے طور پر ہار کر پنجاب کی تقسیم، کشمیر کا مسئلہ طے کئے بغیر مان لی گئی اور اب حالت یہ ہے کہ مغربی پنجاب کے تمام دریاؤں کے منبعے یعنی سرچشمے ہندو کے قبضے میں ہیں۔ ہندو کا قبضہ نہ صرف

مشرقی پنجاب بلکہ کشمیر کے بہترین اور بڑے سے بڑے حصے پر ہے۔

ہندو کے خطرناک عزائم

ہندو کے ہاتھوں راوی ' چناب اور جہلم بلکہ ایک نقطہ نظر سے دریائے اٹک کا پورا پانی ہے۔ وہ ان پانیوں سے مشرقی پنجاب کے علاقے کو پورے طور پر سرسبز کرنے کے لئے ۱۹۶ کروڑ روپے کے صرف سے دنیا کے سب سے زیادہ عظیم الشان ہیڈ ورکس یعنی تقسیم آب کے سرچشمے بنا رہا ہے۔ ان سرچشموں کے بنانے میں اپنی پوری علمی قوت نہ صرف اس نیت سے صرف کر رہا ہے کہ مشرقی پنجاب ' مغربی پنجاب کی طرح سر سبز ہو جائے اور پورے ہندوستان کو اناج مہیا کرنے کا گودام بنے بلکہ اس ارادے سے کہ ان دریاؤں کے پانیوں کا ایک قطرہ کسی صورت سے مغربی پنجاب کو آگے چل کر نہ مل سکے اور اپنے علاقوں میں فاضل یعنی سرپلس واٹر کے بڑے بڑے عظیم الشان قدرتی حوض بڑی بڑی پہاڑی وادیوں کے سوراخ بند کر کے تیار رکھے تاکہ ان حوضوں میں تمام سال کا دریاؤں کا پانی ایسے موقعوں پر جمع ہو کہ جب ہندو چاہے ان حوضوں میں سرپلس پانیوں کو مشرقی پنجاب کی نہروں کی طرف پھیر کر اس کی زمینوں کو نہال کر دے اور جب اس پانی سے اس کا اپنا کوئی فائدہ نظر نہ آئے اور مزید پانیوں کو جو مغربی پنجاب کیطرف پاکستان کی زمینوں کو سرسبز کرنے کے لئے جاتے ہیں روکنا اور ان حوضوں کو پھر دوسری بار بھرنا مقصود ہو تو پرانے پانیوں کو یکدم مغربی پنجاب کی طرف چھوڑ دے تاکہ مغربی پنجاب کا تمام علاقہ سیلاب میں ڈوب جائے۔

مسلمانو! تم برابر پچھلے تین سال سے دیکھ رہے ہو کہ جب سے پاکستان بنا سیلاب کے عذاب مغربی پنجاب میں غیر معمولی طور پر برابر آرہے ہیں اور اگرچہ اس وقت یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ تمام سیلاب ہندو کی شیطنت کی وجہ سے تھے لیکن چونکہ مغربی پنجاب کے دریاؤں کے اونچے علاقے تمام تر ہندو کے قبضے میں ہیں اوران اونچے علاقوں کا معمولی سا جغرافیائی اور طبقاتی علم ہمارے مسلمان انجینئروں کے پاس موجود نہیں بلکہ ان علاقوں میں ہندو کی ریشہ دوانیاں برابر تین سال سے خفیہ طور پر جاری ہیں ان علاقوں کے تمام ہیڈ ورکس ہندو کے قبضے میں ہیں اور مغربی پنجاب کی مختلف

بڑی بڑی نہروں کے پانی ان ہیڈ ورکس سے آتے ہیں' تو یہ گمان کرنا کچھ غلط نہیں کہ اونچائی کے علاقوں میں کوئی نہ کوئی خفیہ شرارت ضرور ہندوؤں کی وجہ سے ہو رہی ہے جس کے باعث مغربی پنجاب کے علاقے اس تین سال میں غیر معمولی طور پر سیلابوں کا شکار ہوئے ہیں اور کیا عجب ہے کہ ہمیشہ تک ہوتے رہے گے۔

ہندو کی ہولناک سازش

مسلمانو! حکومت کے کاغذات تک جو اس وقت تک حکومت پاکستان کے قبضے میں کشمیر اور مشرقی پنجاب کی ٹوپو گرافی یعنی سطحی جغرافیے کے متعلق بطور وارثت آئے ہیں ہماری رسائی نہیں' نہ یہ معلوم ہے کہ ان کے پاس اس طرح کے کوئی کاغذات موجود بھی ہیں یا نہیں۔ بلکہ چونکہ ان کاغذات اور معلومات کا معمولی سا ذکر بھی ہمارے انجینئروں کی رپورٹوں میں جو وہ وقتاً فوقتاً حکومت پاکستان کو دیتے رہے ہیں موجود نہیں' اس لئے شبہ ہوتا ہے کہ ہماری حکومت درحقیقت ان تمام کارگزاریوں سے نابلد ہے جو ہندو اس وقت ایک سو چھیانوے کروڑ کے صرف سے مشرقی پنجاب اور کشمیر میں تین سال سے برابر کر رہے ہیں۔ ہماری پاکستانی حکومت کے پاس کوئی ٹھیک ٹھیک معلومات اس بارے میں ہرگز موجود نہیں کہ روپے کی یہ عظیم الشان مقدار ٹھیک ٹھیک کیا شے بنانے میں صرف ہو رہی ہے' ٹھیک ٹھیک کہاں یہ ہیڈ ورکس کشمیر کی وادیوں میں یا مشرقی پنجاب کے چٹیل میدانوں میں اور ٹھیک ٹھیک کہاں ان کی شاخیں اور ڈسٹری بیوٹرز یعنی قاسمات تعمیر ہو رہی ہیں۔ ان کی جغرافیائی سطحیں بھی شاید تفصیل سے معلوم نہیں اور ہماری حکومت کے ایسے وسائل بھی موجود نہیں کہ خفیہ طور پر ان جگہوں کے نقشے حاصل کر سکے۔ تین سال سے برابر ہماری حکومت اس عظیم الشان سکیم کے بارے میں اٹکل پچو پر اعتبار کرتی رہی ہے۔ صحیح معلومات کے دریافت کرنے میں جہاں تک حکومت کے باہر کے کسی آدمی کو علم ہو سکتا ہے' کوئی معقول کوشش پاکستان کی حکومت کی طرف سے ان تین سالوں میں نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ ہم پاکستانی پیش از وقت کچھ نہیں کہ سکتے کہ ۱۹۶۵ء میں جب ایک سو چھیانوے کروڑ روپے کی سکیم مکمل ہو گئی تو ہندو نے مشرقی اور مغربی پنجاب کے پانیوں

کے بارے میں ہمارے لئے کیا کیا ناگہاں عذاب ہم پاکستانیوں کو سرے سے بھوکا مارنے یا ہماری زمینوں کو سیلابوں میں غرق کرنے کیلئے تیار کر رکھا ہو گا۔

دس کروڑ مسلمانوں کی موت وحیات کا سوال مسئلہ کشمیر

مسلمانو! مسئلہ کشمیر کے متعلق یہ سمجھنے کے لئے کہ اس کا پاکستان کے لئے حاصل کرنا نہ صرف مغربی پاکستان بلکہ کل پاکستان بلکہ تمام دس کروڑ مسلمانان پاکستان وہندوستان کی موت و حیات کا سوال ہے لازم ہے کہ پچھلے تین برس کے حالات بیان کئے جائیں اور بتلایا جائے کہ تقسیم ہند کے متعلق مسلم لیگ کی غفلت کی وجہ سے جس کا ذکر میں نے ابھی ابھی کیا ہے پاکستان بننے کے بعد پاکستان پر کیا گزری اور ہندو نے ہم سے کیا سلوک کیا۔ کشمیر کی حقیقی اہمیت کے متعلق ہر مسلمان عام طور پر ناواقف ہے اور حکومت اس کو واضح کرنے سے اب تک اس لئے جھجکتی رہتی ہے کہ اس سے حکومت کے اپنے کرتوت ظاہر ہوتے ہیں اوراس کا اپنا منہ کالا ہوتا ہے۔ کشمیر عام مسلمانوں کی نظر میں ایک خوبصورت ملک ہے۔ کچھ کے نزدیک صرف اس لئے اہم ہو سکتا ہے کہ وہاں لوگ گرمیوں میں سیر کے لئے جاتے ہیں یا وہیں سے سیب اور زعفران لاتے ہیں یا وہاں کی عورتیں بہت خوبصورت ہیں یا چھتیس لاکھ مسلمان آبادی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس سے زیادہ دور مسلمان کی نظر نہیں جاتی۔ چھتیس لاکھ مسلمان آبادی کی فکر کو چھوڑ کر سیب اور سیرو تفریح اور خوب صورت عورتوں کی اہمیت اتنی قابل توجہ نہیں کہ ان کے لئے پاکستان بلکہ تمام دنیا کو بیدار کیا جائے۔ نہیں! بلکہ میرے نزدیک جب پاکستان کی حکومت کی ان پانچ کروڑ یعنی پانچ سو لاکھ مسلمانوں کی تین سال سے برابر کوئی ادنیٰ فکر ہی نہیں ہوئی جو اس وقت ہندو کے مظالم کے نیچے دن رات جہنم کی زندگی گزار رہے ہیں اور جن کی متحدہ آواز نے ہی صحیح معنوں میں پاکستان بنایا تو کشمیر کے صرف چھتیس لاکھ مسلمان حکومت کے نزدیک کس شمار میں آسکتے ہیں۔ حکومت اگر پچھلے تین سال سے برابر کشمیر کے متعلق کاغذی پروپیگنڈا کر کے آسمان سر پر اٹھا رہی ہے اور اس تین سال میں کشمیر کو بہ زور شمشیر لینے کی ادنیٰ تیاری حکومت نے کسی عنوان سے نہیں کی تو اس لئے کہ حکومت اپنی

ہولناک غلطیوں اور غفلتوں کی وجہ سے ایک ایسے چکر میں پھنس چکی ہے کہ اب نہ کشمیر کو تلوار کے زور سے لے سکتی ہے اور نہ کشمیر کو چھوڑ سکتی ہے۔ اس معاملے کی پوری تشریح کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ ان تمام واقعات کو کھول کر بیان کر دیا جائے جو پچھلے تین سال میں ہوئے اور شرمناک طور پر حکومت کی نااہلی کا زندہ ثبوت ہیں۔ اس سے پہلے میں واضح کر چکا ہوں کہ کشمیر کو حاصل کئے بغیر تقسیم پنجاب پر راضی ہو جانا بلکہ سرے سے پنجاب اور بنگال کی تقسیم پر راضی ہونا مسلم لیگ حکومت کی فاش غلطی تھی۔ اس کا نتیجہ صاف طور پر یہ ہوا کہ پنجاب کی سرزمین کے پانچوں دریاؤں کے اوپر کے حصے ہندو کے قبضے میں آگئے اور وہ پانچوں دریاؤں کا مالک خود بن بیٹھا۔

انگریز کی مسلمان سے شرمناک غداری

ستلج اور بیاس کے دو دریا تو اوپر سے سارے کے سارے بھکرا کے مشہور ترین ہیڈ ورکس کو ساتھ لئے ہوئے مشرقی پنجاب میں چلے گئے۔ ان کے ملنے کی جگہ کا مشہور ہیڈ ورکس ہریکے پتن کا ناکہ پھر روپڑ اور ہریکے کے بعد ستلج کے ساتھ ساتھ کے دو بڑے ہیڈ ورکس یعنی فیروز پور اور سلیمانکی کے مخارج (پانی بھیجنے کی جگہیں) یا مقام ہندو کے قبضے میں آگئے۔ سلیمانکی کے نیچے کا حصہ تمام دریائے ستلج جو کئی سو میل لمبا ہے، پنجند کے ہیڈ ورکس تک پاکستان کے اندر ہے اور اسی سلیمانکی کی جگہ سے مشہور پاک پتن کی نہر اور بہاولپور کی نہریں فورڈ واہ اور صادقیہ بلکہ سو میل نیچے جا کر میلسی، قائم پور کی نہریں نکلتی ہیں جو پاکستان کی کم از کم ۴۳/۱/۲ لاکھ ایکڑ زمینوں کو سیراب کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ جن دو دریاؤں یعنی ستلج اور بیاس کے پانچ نالے دشمن کے قبضے میں ہوں اور وہ پانچوں جگہوں سے پانی لے کر مشرقی پنجاب کی زمینوں کو مغربی پنجاب سے زیادہ آباد کرنے کی دھن میں لگا ہو اور اس دھن میں پاکستان سے دشمنی بھی شامل ہو تو ان دریاؤں میں پاکستان کی ۴۳/۱/۲ لاکھ ایکڑ زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی کہاں رہ سکتا ہے۔ یہ حشر تو پاک پتن اور بہاولپور کی نہروں کا ان دو دریاؤں کی وجہ سے ہوا۔ ستلج اور بیاس کے چار یا پانچ ناکے ہندو کو دے کر ہاکپتن

اور بہاولپور کی ۴۳/۱/۲ لاکھ ایکڑ زمینوں کو انگریز نے خطرے میں ڈال دیا تھا تو کم از کم مادھوپور سے صرف ۲۰ میل دور پاکستان کی سرحد کو مغربی پاکستان کی طرف موڑ کر اپرباری دوآب کی نہرکو پاکستان کے لئے دائمی خطرہ نہ بناتا۔

۹

اس خطاب کے دس دن بعد علامہ صاحب کو پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ اس ایکٹ کے تحت ایک وقت میں گرفتار شدہ کو صرف چھ ماہ کے لئے جیل میں رکھا جا سکتا تھا۔ مگر علامہ صاحب کے معاملے میں حکومت نے تین دفعہ نظربندی میں توسیع کی۔ انکا کیس بعد میں ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی عدالت میں حسین شہید سہروردی صاحب نے پلیڈ کیا مگر اس کے باوجود علامہ صاحب کو جولائی ۱۹۵۲ء تک زیر حراست رکھا گیا۔ تاہم علامہ صاحب جیل میں بھی کشمیر سے غافل نہ ہوئے اور انہوں نے ۲۰ جولائی اور ۴ اگست ۱۹۵۱ء کو وزیراعظم لیاقت علی خان کو کشمیر کے بارے میں تاریں دیں۔

حکومت پاکستان اور مسلمانوں کو آخری انتباہ

علامہ المشرقی نے ۲۴ اکتوبر ۵۲ ء کو جیل سے رہائی کے چند ماہ بعد راولپنڈی میں ایک عظیم اجتماع کو خطاب کیا۔ اس خطاب کو آج اکتالیس سال گزر چکے ہیں۔ یہ خطاب حکومت اور مسلم لیگ کے لئے ایک عبرت تھا۔ آج اس قدر طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی ہم ٹھیک وہاں کھڑے ہیں جہاں ۵۲ ء میں تھے۔ اہل علم اور صاحب بصیرت اصحاب کے لئے یہ خطاب لمحہ فکریہ ہے۔ علامہ صاحب نے کہا۔

میرے بھائیو! خرابی صحت کے باعث مجھے امید نہ تھی کہ میں آپ صاحبان کے سامنے کچھ آکر کہتا۔ بلکہ خیال تھا کہ آپ لوگ مجھے مہلت دیتے کہ میں کچھ دیر آرام کر سکوں۔ مگر میری رہائی کے بعد وہ ناقابل برداشت دباؤ جو لوگوں کی طرف سے مجھ پر ڈالا جا رہا ہے مجھے اس امر پر مجبور کر رہا ہے کہ انتہائی تکلیف کے باوجود آپ کو دل برداشتہ نہ کروں اور اس بے چینی میں جو بڑی مدت سے رعیت میں پیدا ہو رہی ہے کوئی نہ کوئی صورت تسلی کی پیدا کروں۔ رعیت میں بے چینی کسی قوم کی تاریخ میں اچھے عنوان نہیں اور اس کو دور کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حکومت وقت عزم اور ارادے سے اس پر غور کرے اور بے چینی کی جڑ کو اکھیڑ کر رہے۔ کوئی حکومت جو دلوں کی بے چینی کو بے پروائی سے دیکھتی ہے یا اس بے چینی کو کم کر کے دکھاتی ہے وہ رعیت کے ساتھ دھوکہ کر رہی ہے۔ رعیت اس بے پروائی سے اور بے چین ہوتی ہے اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوتا۔

کامل اتحاد

میں نے رہائی کے بعد دیانتداری سے جو تجویز قوم کے سامنے پیش کی یہ تھی کہ اس وقت بیرونی اور اندرونی حالات پاکستان میں اس نازک مرحلے پر پہنچ چکے ہیں کہ تمام رعیت اور حکومت کے آپس میں شیر و شکر ہو کر مل جانے کی ضرورت ہے۔ میں نے تجویز کیا تھا کہ باہر کے فوری دشمن یعنی ہندو کو کشمیر کے متعلق اپنے منصوبوں سے باز رکھنے اور کشمیر کو پاکستان میں شامل کرنے کے لئے پہلا قدم یہ ہے کہ ملک کی تمام

مختلف جماعتوں کی ایک مضبوط مخلوط حکومت قائم کی جائے۔ وقت کی نزاکت کو پیش نظر رکھ کر مغربی جمہوریت کے تمام بے معنی ضابطوں ' رسموں اور رواجوں کو بالائے طاق رکھ کے سب مسلمان اکھٹے ہو جائیں ۔ حکومت اپنے رواجی وقار کو کہ وہ حکومت ہے اور کسی کے آگے گردن نہ جھکائے گی اپنی مضبوطی اور طاقت کو بڑھانے کی خاطر نرم کردے۔ جس کشمیر کو حاصل کرنے کے لئے پانچ سال سے قلمی جنگ ہو رہی ہے اور کچھ حاصل نہیں ہوا اس قلمی جنگ کی نوعیت کو ابھی صرف اتنا بدلے کہ دنیا پر واضح کر دے کہ پاکستان کشمیر حاصل کرنے کے لئے متحد ہے۔ بلکہ اسی اتحاد کی ابتدائی نمائش سے ہندو کے ناپاک ارادے پر پہلی ضرب لگائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس وقت حکومت نے اس تجویز کے دورس نتائج پر غور کیا اور مخلوط حکومت اس ملک میں عملاً " ہو گئی تو کشمیر کا مسئلہ کافی حد تک آسان ہو جائے گا۔ میری قید کے دوران میں ہی پاکستان میں ایک اور نئی مصیبت کھڑی ہوئی ہے۔ وہ روٹی کا مسئلہ اور اقتصادی بحران ہے جس کا عام طور پر کسی کو سان گمان نہ تھا۔ بلکہ آزادی کے خوبصورت تخیل نے لوگوں میں امیدیں پیدا کر دی تھیں کہ آزادی کے بعد ہم انگریز کے وقتوں سے نسبتاً بہت زیادہ آسودہ اور خوشحال ہوں گے۔ یہ مسئلہ بھی لامحالہ ایسا ہے کہ موجودہ حکومت پچھلے پانچ سال سے اس کو حل نہیں کر سکی۔ معاملہ شاید بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ بہت سے عناصر اس مسئلہ میں کارفرما ہیں اور بہت سی اندرونی اور بیرونی خرابیاں اس مسئلہ کو پیچیدہ کر رہی ہیں۔ حکومت شاید اس امر کا کھلا اعتراف کرنے میں بھی پس و پیش نہ کرے گی کہ روٹی کے مسئلہ کا تعلق ایک بڑی حد تک کشمیر کے دریاؤں سے بھی ہے اور اگر کشمیر کا مسئلہ حل نہ ہوا تو یقین ہے کہ روٹی کا مسئلہ خطرناک حد تک پیچیدہ ہو جائے گا۔ الغرض اگر مسئلوں کو حل کرنے کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ہر شخص اس بات سے متفق ہو گا کہ اس وقت ملک میں کامل اتحاد کی ضرورت ہے تاکہ ہماری بے چینیاں آپس میں اتحاد کے سکون سے بدل جائیں۔ اطمینان ہو کہ ہم بے چینیوں کو دور کرنے کے لئے آپس میں جمع ہو رہے ہیں اور چونکہ جمع ہو رہے ہیں اس لئے ہمیں بے چین نہ ہونا چاہئے۔ اسی بات کو پیش نظر رکھ کر میں تمہاری مرضی کے خلاف تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ بے چینی کی وجہ سے حکومت کے خلاف کچھ کرنا یا

اس ی برائیاں لوٹانا یا آپس میں بیٹھ کر اور بے چینی پھیلانا بھی اس وقت قرین مصلحت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ بات تمہیں سخت ناگوار گزرتی ہے کہ کوئی شخص تمہیں اس وقت شور نہ مچانے یا حکومت کے خلاف نہ ہونے کا مشورہ دے جبکہ تم برابر کئی سال سے چیخیں مار رہے ہو۔ لیکن میری تمہیں یہ رائے دینے کی وجہ یہ شے تو ہرگز نہیں ہو سکتی کہ میں جیل سے واپس آنے کے بعد نرم پڑ گیا ہوں یا میں خدانہ کرے حکومت کے ہم خیال ہو کر ان سے کوئی وزارت کی الاٹمنٹ مانگتا ہوں یا میرا ارادہ حکومت سے کوئی ایسا فریب کرنے کا ہے جس فریب میں وہ آکر ہم کو وزارتیں دے دے یا کم از کم ہم پر سے جبر و تشدد دور کر دے یا اگر اور کچھ نہیں تو ہمارا پیچھا چھوڑ دے۔ جیل میں مجھے پے در پے دکھ دینے اور مجھ سے بے مثال تشدد کر کے جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مجھے چاہئے تھا کہ غالب کے قول کے مطابق بڑھتا ہے اور ذوق گناہ یاں سزا کے بعد

میں حکومت پاکستان کا اور زیادہ دشمن بن جاتا۔ لیکن میری تمام زندگی کا مقصد ہمیشہ یہ رہا ہے کہ میرے دل میں کسی سے دشمنی کی گنجائش نہیں۔ میں ہر مصیبت پر ہمیشہ سے مسکراتا رہا ہوں اور ہمیشہ دکھ دینے والوں کے متعلق یہی سوچتا رہا ہوں کہ وہ اپنی طبیعت سے مجبور ہیں' اس لئے توجہ یا دشمنی کے لائق نہیں۔ میری وجہ اس وقت حکومت کے خلاف بے چینی نہ پیدا کرنے کی یہ ہے کہ اس بے چینی سے حکومت اور کمزور ہو جائے گی' پاکستان کی مصیبتیں اور بڑھ جائیں گی' دشمن یعنی ہندو اور ہم پر سوار ہو جائے گا۔ وہ اس سے پہلے بھی حکومت کی کمزوری' حکومت کی نرمی' حکومت کی جی حضوری پالیسی سے جو وہ یو۔ این۔ او میں اختیار کر چکی ہے بے حد فائدہ اٹھاتا رہا ہے کہ وہ کشمیر کو اور دریا ہائے کشمیر کو اپنی گرفت میں اور مضبوط طور پر لے' دریاؤں کے ناکے اور موثر طور پر بند کر دے اور بالآخر پاکستان کو اگلے دو چار سال کے اندر بھوکا مار کر پاکستان کو حیدر آباد دکن یا بھوپال کی طرح اپنی ایک ادنی ریاست بنا دے۔

میرے بھائیو! یہ منظر نہایت دردناک ہو گا اور یاد رکھو کہ یہ منظر تمہارے سامنے یقینی طور پر آنے والا ہے اگر حکومت نے آئندہ چند ماہ بلکہ چند ہفتوں کے اندر اندر

تمام جماعتوں کے مل کر کام کرنے اور اپنے اندر ملا کر ایک کر دینے کی دیانتدارانہ کوشش نہ کی۔

الجھنیں اور بے فکری

مسلمانو! تمہیں معلوم نہیں کہ حکومت کے ایوانوں کے اندرونی راز کیا ہیں' معلوم نہیں کہ کشمیر کا مسئلہ کس خطرناک منزل تک پہنچ چکا ہے' معلوم نہیں کہ ہندو اپنے اس وطن کو جس کو وہ ہزارہا سال غلام رہنے کے باوجود اپنا خالص وطن سمجھ کر اور مسلمانوں کو ملیچھ اور غیر وطنی تصور کر کے ان کی بیخ و بنیاد اکھیڑنا چاہتا ہے' کس عزم و ارادے سے پھر کئی صدیوں کے بعد خالص اپنا وطن بنانا چاہتا ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ حکومت کے ایوانوں میں پاکستان کے قائم رہنے کے متعلق کیا کیا الجھنیں پڑ چکی ہیں' تمہیں معلوم نہیں کہ حکومت کے آدمی حکومت کے خمار میں کس خوش باشی اور بے فکری سے دن گزار رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سب الجھنیں اور پیچیدگیاں ان کی بے فکری اور خوش باشی سے ہی دور ہو جائیں گی۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان میں صدہا نہیں ہزارہا لوگ ان الجھنوں سے سخت پریشان ہیں۔ حکومت کی ظاہری بے فکریوں سے غمزدہ ہیں۔ ان میں ایک کافی حصہ مجھ تک بھی پہنچتا ہے۔ مجھے حکومت کی مشکلات کا علم وقتاً" فوقتاً" ہوتا رہتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب بھی حکومت کے خلاف بے چینی سے مسلمانوں کا ایک حصہ جس میں حکومت کے عہدیدار اور غیر عہدیدار دونوں شامل ہیں حکومت سے زیادہ بلکہ کئی گناہ زیادہ پاکستان کا خیر خواہ اور حکومت کی بے عملی' کاہلی یا بے وجہ حزب مخالف کی مخالفت کی وجہ سے حکومت کا شاکی ہے۔ ایسی حالت میں کہ حکومت کے اپنے ملازم اور اپنے آدمی بلکہ میں کافی اطمینان سے کہوں گا کہ خود مسلم لیگی حضرات حکومت سے غیر مطمئن ہیں حکومت کو چاہیئے کہ ان بدلے ہوئے حالات پر سنجیدگی سے غور کرے اور نہایت فراخی دل سے ہاتھ بڑھا کر مسلمانوں کی تمام جماعتوں کی ہمدردی اپنے ساتھ لے۔

مخلوط حکومت

مسلمانو! میں تو سرے سے کسی اسلامی حکومت میں کسی ایک پارٹی کی حکومت کا

قائل نہیں۔ اسلام نے صاف اور صریح الفاظ میں دین کے اندر ہر پارٹی بنانے والے کو مشرک کہا ہے اور مشرک کے متعلق لکھا ہے کہ اس کو کبھی بخشش نہ ہو گی۔ خیر بخشش کے متعلق تو عام طور پر مسلمانوں کا خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن ہی ہو گی۔ لیکن بہت سی بخششیں یا سزائیں میرے نزدیک اس دنیا کے اندر بھی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اسلام کے اندر کسی ایک گروہ کو اجازت دینا کہ وہ اپنی چوکڑی کی حکومت قائم کرے، میرے نزدیک صریح طور پر ناجائز ہے۔ بہر نوع اس وقت جو حکومت پاکستان کے اندر قائم ہے وہ صرف ایک انگریزی طرز کی جمہوری حکومت ہے ۔ جس کو جمہوری حکومت کہنا ہی حقیقت کے خلاف ہے۔ خود انگلستان کے ایک بہت بڑے سیاست دان لارڈ ہیلی فیکس نے جو مغربی جمہوریت کا موجد سمجھا جاتا ہے اور جس کے نمونے پر جمہوری حکومتیں باقی ملکوں میں قائم ہوئی ہیں صاف طور پر اعلان کیا ہے کہ ملک کی بہترین سیاسی پارٹی بھی ملت کے خلاف ایک سازش ہے اور انگریزی میں لفظ یہ ہیں۔

EVEN THE BEST PARTY

IS A CONSPIRACY AGAINST THE NATION.

ان الفاظ سے صاف طور پر مغربی جمہوریت کا صحیح منشا نظر آجاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جہاں اور جس ملک میں مغربی جمہوریت کی طرز کی کوئی پارٹی کسی مغربی طرز کے انتخابات کے ذریعہ سے برسراقتدار آئی تو اس پارٹی کا نصب العین یہ ہو جاتا ہے کہ وہ تمام ملت کے خلاف ایک سازش بن کر اس کو نقصان پہنچائے اور اپنی پارٹی کو ہمیشہ برسراقتدار رکھے ۔ پچھلے پانچ برس کے واقعات نے انگلستان کے اس بڑے آدمی کے قول کو پاکستان میں حرف بہ حرف صحیح ثابت کر دیا ہے اور اس قول کے بعد جو ایک مستند قول ہے حکومت کا یہ دعویٰ کہ ہم ہی پاکستان کے سچے خیر خواہ ہیں اور باقی سب جماعتیں غدار ہیں سراسر غلط ہے۔ بلکہ رعیت کا اس پانچ سال میں آہستہ آہستہ حکومت کے متعلق مسلسل بے چینی کا اظہار کرنا صاف صاف اس بات کو ظاہر کرتا

ہے کہ ملت کے خلاف کوئی نہ کوئی سازش ضرور ہوئی ہے جس کی وجہ سے رعیت بے چین ہے۔ اسلام میں اس قطع کی تمام پارٹیوں کی ممانعت ہے اور جس گروہ نے اسلام کے اندر اس قطع کی کوئی پارٹی بنائی اس نے تفریق فی الدین کی اور وہ شرک کا مرتکب ہوا۔ اسلام اگر کسی شے کی حکومت کرنے کے متعلق اجازت دیتا ہے تو وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام کام باہمی مشورے سے ہوں اور چونکہ مشورہ اسی صورت میں لیا جاتا ہے کہ اس امر کا شک ہو کہ دوسرے مسلمان کسی معاملہ کو سلجھانے کے متعلق مختلف رائے دیں گے اس لئے مسلمانوں میں صرف ایسی حکومت کی گنجائش ہے جس میں سب قطع اور خیالات کے لوگ آپس میں مل کر حکومت کریں اور حکومت صرف ایک پارٹی کی نہ رہے۔ یہی وہ مخلوط حکومت ہے جس کی تجویز میں نے اس نازک وقت میں کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ پاکستان کی مشکلات کو اس وقت دور کرنے کے لئے حکومت ٹھنڈے دل سے اسلام کے مشہور حکم امرھم شوری بینھم کی طرف توجہ کرے گی اور فراخدلی سے تمام جماعتوں کے بہترین آدمیوں پر مشتمل ایک حکومت جلد از جلد قائم کرے گی۔

مسلمانو! اگر آئندہ ایک دو ماہ یعنی قریبی مستقبل میں ایسی حکومت قائم ہو گئی تو مجھے یقین ہے کہ کشمیر کا مسئلہ کم از کم ۷۰ فیصد آسان ہو جائے گا۔ پنڈت نہرو کے ہوش و حواس اسقدر درست ہو جائیں گے کہ وہ کشمیر کو ایک نئے نقطہ نظر سے دیکھنے کی کوشش کرے گا۔ رعیت کی بے چینی قطعی طور پر اس لئے دور ہو جائے گی کہ وہ محسوس کرے گی کہ اب ہم نے خود اپنی قسمت کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور ہار ہو یا جیت کم از کم کشمیر کے متعلق اپنی جدوجہد کو آخری حد تک پہنچانے والے ہم خود ہوں گے کوئی ایک پارٹی یا اس کے چند افراد نہ ہوں گے۔ رعیت کو ایک اطمینان ہو گا کہ سب جماعتوں کے بہترین افراد اپنے سر جوڑ کر پاکستان کی بہتری کی تجویزیں کر رہے ہیں اور دماغوں کے جڑنے سے جو نتیجہ نکلے گا وہ بہرحال ہمارے فائدے کی بات ہو گی۔ مشترکہ حکومت قائم کرنے کے بعد سب سے پہلی شے جو حکومت کے سامنے ہو گی خوراک کا مسئلہ ہو گا۔ اور اگر بفرض محال پاکستان کے اندر جو انگریزوں کے زمانے میں تمام ہندوستان کو خوراک دیتا تھا خوراک اس قدر مہنگی رہی جیسی کہ اب ہے تو کم از

کم رعیت کی بھڑاس تو نکل جائے گی کہ ہمارے سب آدمیوں نے مل کر بھی خوراک کے مسئلے کو حل نہیں کیا اس لئے مسلم لیگ بیچاری ٹھیک تھی۔ اس حالت میں مسلم لیگ کی پھر چڑھ بنے گی اور مسلم لیگ کی موجودہ حکومت ان تمام جماعتوں کو دعوے سے کہہ سکے گی کہ چونکہ تم بھی ہم سے مل کر کچھ نہ کر سکے یا کشمیر کو ہندو سے چھڑا نہ سکے تو بہتر ہے کہ تم حکومت سے علیحدہ ہو جاؤ اور ہمیں اکیلے ہی گلچھرے اڑانے دو۔ میں نے اسی خیال سے تمام جماعتوں کو یہ بھی کہا ہے کہ سردست یہ مخلوط حکومت عارضی قسم کی حکومت ہو جس کا منشاء مسلم لیگ کی گدیوں پر ہمیشہ کے لئے قبضہ کرنا نہ ہو بلکہ صرف کشمیر اور خوراک کے مسئلوں کو حل کرنا ہو اور اگر تمام جماعتوں کی مخلوط حکومت ان مسئلوں کے حل کرنے میں ناکام رہی اور کوئی غیر معمولی حالات اس حکومت کو صاف طور پر چلانے میں پیش نہ آئے تو حزب مخالف کا فرض ہو گا کہ وہ ان گدیوں کو خالی کر دے اور صرف مسلم لیگ کو بر سراقتدار رہنے دے۔

مسلمانو! ان منصوبوں سے ہماری نیک نیتی بالکل واضح ہے۔ ہم مسلم لیگ کی حکومت کے پانچ سال دیکھ چکے ہیں اور رعیت کے دلوں میں شکوک پڑ گئے ہیں کہ مسلم لیگ کی حکومت کے اندر ایسے خطرناک نقائص ہیں جن کی وجہ سے معاملات پیچیدہ ہو رہے ہیں۔ یہ شکوک کسی اور طرح رفع نہیں ہو سکتے جب تک کہ رعیت کا بڑا اور غالب حصہ خود گھر کے اندر نہ جا کر دیکھے کہ آیا کوئی نقص فی الحقیقت ایسے ہیں جن کا الزام موجودہ حکومت کے سر تھوپا جا سکتا ہے۔ نہیں بلکہ میں ایک قدم اور آگے بڑھ کر کہوں گا کہ مخلوط حکومت کی تجویز موجودہ حکومت کو سرخرو کرنے کی ایک تجویز ہے اور حکومت کو چاہیئے کہ اس پر فوراً" خوش آمدید کہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے اور موجودہ حکومت کے اندر فی الواقع ایسے نقائص موجود ہیں تو رعیت کا حق ہے کہ مسلم لیگ سے مطالبہ کرے کہ وہ اکیلی حکومت نہیں کر سکتی۔ رعیت کی چیخیں اور کراہیں اس کو اس امر کی اجازت نہیں دے سکتیں کہ وہ رعیت سے ناجائز فائدہ اٹھائے بلکہ اس کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی راہ لے۔

ایک سازش

مسلمان بھائیو! ان صاف اور واضح الفاظ کے بعد جن کے متعلق کسی شخص کو

ادنی شک نہیں ہونا چاہئے آپ لوگوں کا کام ہے کہ مخلوط حکومت کے متعلق ملک میں ایسی فضا پیدا کریں کہ پاکستان کی مشکلات تھوڑی مدت میں دور ہو سکیں۔ اس وقت میں تمہیں مزید پریشانیوں میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ لیکن میرا فرض ہے کہ اگر قوم کو خطرے لاحق ہیں تو میں اس کو ہر قیمت پر آگاہ کر دوں اور اگر قوم ان خطروں سے آگاہ ہونے کے باوجود نہیں سنتی یا ان کا تدارک نہیں کرتی تو پھر قوم کا معاملہ خدا پر چھوڑ دوں۔ ایک نیا خطرہ جس کے متعلق میں تم کو اس وقت آگاہ کرنا چاہتا ہوں اور یوم کشمیر کے موقع پر ہی اسی راولپنڈی میں جو آزاد کشمیر کی حکومت کی سرگرمیوں کا مرکز ہے اس کا اعلان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ابھی چند روز ہوئے مجھے یقینی طور پر معلوم ہوا ہے کہ یو این او کا آئندہ قدم کچھ تھوڑی سی ٹال مٹول کے بعد یہ ہو گا کہ ہندو کو ناراض نہ کرنے کی خاطر کشمیر کے تمام مسئلے کو کھٹائی میں ڈال دے۔ آہستہ آہستہ اور کچھ آئیں بائیں شائیں کر کے مسئلے کو اس مرحلے تک پہنچا دے کہ بھائی بہترین بات یہ ہے کہ چونکہ کشمیر کا معاملہ بہت کچھ صاف ہو چکا ہے اور صرف چند باتیں اختلاف کی رہ گئی ہیں اس لئے پاکستان اور ہندوستان دونوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے کہ وہ باقی مسائل آپس میں بیٹھ کر خود طے کر لیں۔

مسلمانو! میں تمہیں نہایت وثوق سے متنبہ کرتا ہوں کہ جس دن نامحسوس طور پر اور کامل بدنیتی سے یو این او نے یہ خطرناک فیصلہ صادر کر دیا اور میں پھر کہتا ہوں کہ یہ تمام بات اس ہوشیاری سے کی جائے گی کہ تمہیں محسوس بھی نہ ہو گی تو یقین جانو کہ اسی دن قیامت کے دن تک کشمیر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ تم اسی امیدوں کے بہشت میں بیٹھے ہوئے ہو گے کہ کیا ہے باقی باتیں جلد طے ہو جائیں گی اور ہمارے سیاستدان کسی نہ کسی سمجھوتے پر ضرور پہنچ جائیں گے۔ لیکن جہنم کے دروازے تم پر چوپٹ کھول دینے کی تیاری اس دن ہو جائے گی۔ میں تمہیں پھر دوسری بار تنبیہہ کرتا ہوں کہ جس طرح یہ پانچ سال صرف ٹال مٹول میں گزرے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوشیاری سے آئندہ تین چار مہینوں میں اس مسئلے کو جہنم واصل کر کے کشمیر کو ہمیشہ کے لئے دشمن کے سپرد کر دیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد میں پھر تیسری بار تم کو کہتا ہوں کہ تمہیں محسوس کرائے بغیر نئی امیدوں کا

بہشت تمہارے سامنے لا کر رکھ دیا جائے گا۔ دوسری خبر جو اس بارے میں مجھے پہنچی ہے یہ ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان لڑائی کے خطرے کو اس چالاکی سے کم کیا جائے گا کہ پاکستان کی طرف سے ہندو کو معمولی سی لڑائی کا خطرہ بھی باقی نہ رہے گا۔ انگریز اور امریکہ کی سیاست ہی اس قسم کی بددیانت سیاست ہے کہ کئی اشخاص صرف اس بات پر لگے ہیں کہ پاکستان کی حکومت کو لڑائی کے ہولناک نتائج سے آگاہ کرکے ان کے حوصلوں کو پست کرتے رہیں۔ گویا جب لڑائی کا خطرہ ہی باقی نہ رہا تو ہندو کے لئے میدان کھلا رہ جائے گا کہ وہ بعینہٖ اس طرح جس طرح کہ ایک بلی چوہے کو منہ میں لیکر اس سے کھیلتی رہتی ہے ہندوستان کی حکومت پاکستان کے ساتھ اس وقت تک کھیلتی رہے کہ اس کا کچومر نکل جائے۔

قوم کی موت کب اور کیسے!

مسلمان بھائیو! میں فرضی واقعات بتا کر تمہیں اور پریشان نہیں کرنا چاہتا لیکن ایک بات ضرور واضح کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ دنیا میں آج تک یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ کسی قوم کو موت ٹھیک کس دن آئی۔ وہ کون سا دن اور وقت تھا کہ اس نے اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کئے۔ تم صاف دیکھ لو کہ پچھلے پانچ سال کی مصیبتیں تم پر کس طرح آہستہ آہستہ آئیں اور تم امیدوں کے بہشت میں ہی رہ رہ کر دن گزارتے گئے اور یہ مصیبتیں نامحسوس طور پر بڑھتی گئیں۔ اور اب حالت یہ ہے کہ اگر آج آٹا دو سیر کی بجائے ڈھائی سیر ہو جائے تو تم میں سے ہر ایک فوراً کہ دے گا کہ اب حالات بہتر ہو گئے ہیں حالانکہ تم وہ لوگ ہو جنہوں نے برسوں تک آٹا روپے کا پندرہ سیر بلکہ بیس سیر بھی کھایا ہو گا۔ بعینہٖ اس طرح مصیبتیں نامحسوس طور پر آتی ہیں اور کوئی شخص ٹھیک نہیں بتلا سکتا کہ فلاں شے کس دن شروع ہوئی اور اس دن کیوں محسوس نہیں ہوئی۔ اس مثال کے دینے کے بعد میں تم پر واضح کرتا ہوں کہ کشمیر کے مسئلے کے کھٹائی میں پڑنے کے بعد بھی تم اسی طرح امیدوں کے بہشت میں پڑے رہو گے۔ ہندو آہستہ آہستہ تمہیں وقت دیتا رہے گا تاکہ کشمیر کے متعلق تمہارے جذبات اور ماند پڑ جائیں۔ وہ تمہیں مختلف امیدیں دلا دلا کر سلانے کی کوشش کرے گا کہ آخری

جذبہ کشمیر کی جنگ کے متعلق ماند پڑ جائے۔ خود حکومت اس نیند میں مبتلا ہو گی اور کشمیر کے متعلق آئے دن کاغذی جھمیلوں کے باعث خواب میں مگن رہے گی کہ کسی نہ کسی دن تو یہ گتھی ضرور سلجھے گی۔ پھر اس تمام کاہلی کے بعد جس اثناء میں کہ ہندو اپنی پوری تیاری کرتا رہے گا ایک دن آئے گا' وہ میری اطلاع کے مطابق ۱۹۵۶ء یعنی آج سے تین سال بعد ہو گا جس میں ہندو نے اپنے تمام منصوبے ۱۹۶ کروڑ کے روپیہ سے تیار کر لئے ہوں گے۔ جو پاکستان کے لئے قیامت کا دن ہو گا۔ ہندو پھر آہستہ آہستہ اسی نامحسوس طور پر پاکستان کے تمام دریا روک دے گا۔ تم اسی امیدوں کے بہشت میں پڑے پڑے انگڑائیاں لیتے رہو گے کہ خدا خیر کرے گا۔ حتیٰ کہ مغربی پاکستان کی سرزمین پر ایک قطرہ پانی کا نہ رہے گا اور خدائے عظیم اپنے قرآن کی زبان میں پکار رہا ہو گا کہ ----- اس نااہل قوم کا قصہ پاک ہو گیا۔

بڑی قیامت

مسلمانو ! یہ قیامت بھی تمہیں کم محسوس ہو گی کیونکہ غافل قومیں بڑی دیر کے بعد محسوس کیا کرتی ہیں۔ لیکن پانی کے بند ہونے کی قیامت کے بعد جو قیامتیں آنے والی ہیں وہ ایسی ہیں کہ شاید ان کی جوں تک تمہارے کانوں پر نہ رینگے۔ وہ آزادی سلب ہونے کی قیامتیں اسی طرح کی قیامتیں ہوں گی جس طرح کہ آج ان کو حیدر آباد دکن کا نظام یا بھوپال کا نواب محسوس کر رہا ہے۔ کسی ایک دن جس کی اطلاع تمہارے فرشتوں کو بھی نہ ہو گی ہندو کا ایک معمولی سا عہدیدار پاکستان میں آکر بیٹھ جائے گا اور نامحسوس طور پر ہماری حکومت پر حکم چلائے گا۔ پاکستان اس دن سے محض ایک ہندو کی ریاست کے طور پر ہو گا اور مزہ یہ ہے کہ کوئی شخص حتیٰ کہ پاکستان حکومت بھی محسوس نہ کرے گی کہ ہم ہندو ریاست بن چکے ہیں یا اب پاکستان میں ہندو کا راج ہے۔ یہی سب کہیں گے کہ کچھ نہیں ہوا' خدا خیر کرے گا' خدا خیر کرے گا۔ الغرض اسی تسلسل اور تواتر سے مریض میٹھی نید سو جائے گا جو ہمیشہ تک ہو گی اور مزہ یہ کہ کوئی ایک شخص بھی نہ کہہ سکے گا کہ کس دن پاکستان محکوم بنا' کس دن اس کی آزادی سلب ہوئی' کس نے یہ جرم کیا تھا' کون قصور وار تھا۔ قومیں جب مٹتی

ہیں اسی آہستگی سے ملتی ہیں اور اسی آہستگی کے باعث کہا گیا ہے کہ "خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔"

علاج کیا ہے

مسلمان بھائیو! انہی خطروں کی بناء پر جو میں نے تمہیں واضح کر دیئے ہیں اور تم سب گواہ رہو کہ میں نے ان کے واضح کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی میں تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ ابھی اگلے دو تین ماہ تک وقت ہے کہ تم اپنی حکومت سے اس اتحاد و اتفاق کا مطالبہ کرو جس کی تجویز میں نے کی ہے۔ فرداً" فرداً" اور جمعاً" جمعاً" حکومت پر واضح کر دو کہ

" اس وقت تمام مسئلوں کا حل اتحاداور صرف اتحاد ہے۔اتحادکے بغیر کوئی چارہ نہیں۔"

علاج فوری اتحاد ہے۔ علاج کامل اتحاد ہے۔ علاج سینوں کی کنپٹوں کا دلوں سے نکال دینا ہے۔ علاج دلوں سے ایک دوسرے کے متعلق شک رفع کر کے ایک ہو جانا ہے۔

علاج یہ ہے کہ حکومت جلد از جلد تمام جماعتوں کی ایک کانفرنس طلب کرے' اس سے بہت پہلے طلب کرے کہ یو این او اس معاملے کو ہاتھ میں لے کر کشمیر کو دھوکے سے ہندو کے سپرد کر دے۔ اگر یو این او کے ذریعہ سے کشمیر ہاتھ سے چھن گیا اور اسی طرح آہستہ آہستہ چھن گیا جس طرح کہ میں نے یقینی طور پر واضح کردیا ہے تو یاد رکھو کہ تمہارا صرف اللہ بیلی ہو گا' تمہارا کوئی یارو مدد گار اس دنیا میں نہ ہو گا۔ نہیں بلکہ تم کو موقع ہی نہیں دیا جائے گا کہ تم کشمیر کے متعلق آواز اٹھا سکو' نہیں نہیں ممکن ہے یہ بھی ہو جائے کہ ہندو مطالبہ کرے کہ نہرو لیاقت پیکٹ کی طرح کسی شخص کو حق نہ دیا جائے کہ وہ کشمیر کا مطالبہ کر سکے۔ وہ وقت تمہارے پچھتاوے کا دن ہو گا اور یاد رکھو کہ پچھتاوے کا دن ہی قیامت کا دن ہے اور اسی دن خدا پورے طور " مالک یوم الدین "ہو گا۔ اس دن تمہاری کچھ نہ چل سکے گی اور ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح تم آخری آہ بھر کر گل ہو جاؤ گے ..... میں اب تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تمہارا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

کشمیر کانفرنس کراچی

۲۳، ۲۴، ۲۵ ستمبر ۱۹۵۵ء کو ملت اسلامیہ کی ایک عظیم الشان کانفرنس جہانگیر پارک کراچی میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے پہلے اجلاس کا افتتاح جناب اے کے فضل الحق وزیر داخلہ پاکستان نے کیا۔ آنریبل سردار عبدالحمید دستی، کرنل عابد حسین وزیر امور کشمیر اور سردار عبدالقیوم صدر آل جموں و کشمیر کانفرنس نے مختلف اجلاسوں کی صدارت کی۔ اس کانفرنس میں حضرت علامہ المشرقی نے حسب ذیل خطبہ دو لاکھ کے عظیم اجتماع میں پڑھا۔

امیدوں کا بہشت

پاکستان کے اسلامی بھائیو! پاکستان کا خدا کی طرف سے مسلمانوں کو دیا ہوا ملک آٹھ سال سے امیدوں اور آرزوؤں کی جنت بنا ہوا ہے اور جس طرح تخیل کی دنیا ہر انسان کے دماغ کے اندر رنگ و بو کا ایک خیالی اور فرضی مگر نیا اور دلچسپ چمن پیدا کر دیتی ہے اور اگر انسان اپنے تخیل کو دھوکہ سمجھ کر اس سے عمدہ بر آنہ ہونا چاہے تو وہ دلچسپ چمن ہی اس کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہو جاتا ہے، اسی طرح پاکستان کے مسلمان آٹھ سال سے انہی امیدوں اور آرزوؤں کو اپنی زندگی سمجھ رہے ہیں اور آنے والے واقعات کو دل افزاء اور حیات پرور فرض کر کے انتظار اور مہلت کے لمحے گزار رہے ہیں۔ آٹھ سال کی اس طویل مدت میں پاکستان کے کسی مسلمان کا کوئی ارمان پورا نہیں ہوا۔ مگر مسلمان کی مہلت کی میعاد اس قدر دل خوش کن اور امید افزا ہے کہ وہ آنے والے باغ جنت سے کبھی مایوس نہیں ہوا۔ اس کے دماغ اور تن و توش کی رگ رگ میں اب بھی تخیل اور عالم فرض و انتظار کا یہ فردوس بس رہا ہے کہ خدا خیر کرے گا۔ اللہ کی رحمت کی چلن ہو کر رہے گی۔ خدا اپنے فضل و کرم کا بجٹ تیار کر رہا ہے اور جب وقت آگیا جس کا عقیدہ ہر مسلمان کے ذہن میں ہے تو بخشش اور رحمت کے دریا پھوٹ کر رہیں گے۔ موسلادھار بارش کے طوفان امڈ کر آئیں گے اور اللہ کے نام لیواؤں کی اس سرزمین کو جو خدائے زمین و آسمان نے اپنے لطف خاص سے ان گنہگار بندوں کو مفت بخش دی ہے، تر بتر کر کے رہیں گے۔

مسلمان کی زندگی مجاہدانہ زندگی سے بدل کر انتظار کی شاعرانہ زندگی بن چکی ہے

مسلمانو ! قرض اور انتظار کی یہ دنیا جس میں تم بس رہے ہو تمہاری پچھلی دو تین پشتوں کی شاعرانہ زندگی کا نتیجہ ہے۔ مغلیہ سلطنت کا عروج اس جاہ و جلال سے ہوا تھا کہ صرف ایک بابر کے عزم اور ارادے نے پورے ہندوستان پر دین اسلام کو جما دیا۔ مغلیہ سلطنت کے زندہ افراد نے اس کے بعد اس دھڑلے سے ہندوستان پر حکومت کی کہ چالیس کروڑ باشندے اس نظام سلطنت کے فریفتہ رہے اور انہوں نے آخر دم تک اس سلطنت کو برقرار رکھنے کے لئے جانیں دیں۔ مغلیہ سلطنت کے افراد جب زندگی کے اس سبق کو بھول گئے تو سلطنت کا زوال شروع ہوگیا۔ اس زوال کے عہد میں زندہ قوموں کی خصوصیتیں ایک ایک کر کے کم ہوتی گئیں اور جب کم ہونے کے بعد حاصل کرنے کے گن نہ رہے تو قوم قرض اور انتظار کی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گئی۔ اسی بیماری کے دوران بیمار کو تسلی دینے کے لئے شعر پیدا ہوا۔ سب طرف سے شاعر اٹھے اور قوم کو بہلاتے رہے حتیٰ کہ مغل سلطنت کا آخری بادشاہ بھی شاعر بن گیا۔ ادھر انگریز کی سلطنت کے قائم اور مستحکم ہو جانے نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ وہ خود یہی چاہتے تھے کہ مسلمان بابر' اکبر اور اورنگزیب کے دیئے ہوئے سبق کو بھولتے جائیں تو ہم آرام سے سلطنت کر سکیں گے۔ انہوں نے قوم کے لیڈروں کو اپنی طرز کا بنایا۔ ان پر صرف انگریزی رنگ و روغن ہی نہیں بلکہ ان کے ذہن انگریز کی غلامی کی ساخت کے کر کے ان کے ارادوں اور عزائم کے ڈھانچے اور ہاتھوں اور پیروں کے ولولے بدل دیئے۔ ان کے اندر سے محرک نکال دیئے جن محرک کے باعث مسلمانوں کے عظیم الشان جیش اور ان کے قاہر قشون محمود غزنوی' احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ کی قیادت میں نکلا کرتے تھے' ان کے ذہنوں کا وہ انداز تخیل اور دلوں کا وہ طریق نظر ہی بدل دیا جس سے ہاتھ اور پاؤں حرکت میں آتے تھے۔ اس ہلاکت انگیز انقلاب کے بعد جو تمہارے آباؤ اجداد میں کیریکٹر کے زوال اور انگریزی حکومت کے متشددانہ دباؤ کے بعد تم میں پیدا ہوا اب دو ٹکڑوں میں بٹے ہوئے مسلمانو ! سوچو کہ تم اپنی دو سو سال کی غلامی کی مدت کو شاعری کی زندگی کے سوا اور کس طرح گزار سکتے

تھے۔ تم میں دل بہلانے والے پیدا ہوئے۔ تم میں انتظار کرانے والے پیدا ہوئے۔ تم میں فضل خدا اور رحمت رب کے گیت گانے والے پیدا ہوئے۔ تم میں بابر، اکبر اور اورنگزیب جیسے شہسواروں کی بجائے دہلی کے بڑے بڑے بانکے پیدا ہوئے۔ پان کھا کھا کر مجلسوں میں بیٹھ کر سوچنے والے پیدا ہوئے۔ پتلونوں والے صاحب لوگ جھنڈ کے جھنڈ پیدا ہوئے۔ شعر سنا سنا کر آہیں نکلوانے والے پیدا ہوئے۔ اپنے زعم میں بڑی بڑی ماڈرن تفسیریں کرنے والے قومی حکیم پیدا ہوئے۔ اپنے زعم میں افلاطون اور ارسطو کو مات کرنے والے فلسفی پیدا ہوئے۔ آئیں بائیں شائیں کرنے اور چپ بیٹھنے والے پیدا ہوئے۔ مجھے بتلاؤ کہ جب کسی قوم کی زندگی کے سب عنوان ختم ہو چکے ہوں اور پھر اس موت کے بعد بھی اس مردے کو مارنے والے کئی جلاد آ موجود ہوں تو اس قوم کے اندر آرزو، ارمان، امید، ہائے ہائے، وائے وائے، صبر کرو صبر کرو، ٹھہرو ٹھہرو، خدا بہتر کرے گا، اللہ فضل کرے گا وغیرہ وغیرہ کے سوا اور کیا باقی رہ سکتا ہے۔

پاکستان کی سلطنت بھی آج صرف ایک شاعرانہ تصور ہے

مسلمانو! آٹھ سال سے یہی شاعری تمہاری رگ رگ میں رچ چکی ہے۔ پاکستان کی سلطنت کا ایک ڈرامہ تمہارے آگے اچانک طور پر کھیلا گیا جس سے تمہاری آنکھیں چندھیا گئیں۔ دو سو سال سے تم تصور کی شاعری میں ڈوبے ہوئے تھے کہ یک لخت تمہارے سامنے ایک بنی بنائی اور چلتی ہوئی سلطنت اور آٹھ کروڑ انسانوں کی جیتی جاگتی مملکت کی گوری چٹی پری پوری شان کے ساتھ سچ مچ آ گئی جس کا تمہیں وہم نہ تھا۔ قوم کا ذہن اگر حقیقت سے دو چار ہوتا تو بے شک خدا کے اس ناگہاں عطیے کی قوم قدر کرتی۔ قوم کا ہر فرد اس سلطنت کو بہتر بنانے میں مصروف ہو جاتا۔ قوم کے لوگوں کے اندر اخوت اور امداد باہمی کا وہ بے پناہ جذبہ پیدا ہوتا کہ جو نقائص اس سلطنت میں رہ گئے تھے آنکھ کی جھپک میں پورے کر لئے جاتے۔ قوم کو اگر شاعری کی وہمی دنیا کی بجائے حقیقت اور علم کی اصلی دنیا کا احساس ہوتا تو ہمارے رہنما ہندوؤں

کی ہمسایہ سلطنت کی طرح یا کم ازکم ان کی دیکھا دیکھی ہی یک جان اور ایک زبان ہو جاتے۔ سب کے دلوں میں ایک ہیجان ہوتا کہ اب ہمیں سچ مچ ایک ٹھوس شے اور ایک حقیقت مل چکی ہے۔ صدیوں کے تصور اور تخیل کے بعد ہمیں سچ مچ وہ غلبہ ملا ہے جس کا تصور ہم امت کے مرثیہ خوانوں کے شعروں میں کیا کرتے تھے۔ اس لئے اب ہمارا معاملہ خیالی پلاؤ پکانے سے نہیں رہا۔ ہم حقیقت سے دو چار ہوئے ہیں۔ خدائے سازگار نے ہمیں اپنی خاص مہربانی سے نوازا ہے۔ اس لئے ہم اس اصلی کام کی طرف آئیں جس کی طرف ہمارے شاعر' ہمارے فلسفی' ہمارے مفسر' ہمارے مرثیہ گو' ہمارے گیت گانے والے' ہمارے پتلونیئے پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ہمیں نصیحت کیا کرتے تھے۔ مگر مسلمانو! جو قوم تخیل اور فرض' وہم اور نظر کے سمندر میں ڈوب ڈوب کر مر چکی ہو' جس نے معشوق کی کمر اور اس کے دہن کو ہو ہوا کر اپنے تصور سے عنقا اور غنچہ کر دیا ہو وہ قوم حقیقت سے کس طرح دو چار ہو سکتی ہے۔ جس قوم کے مشغلے طبلوں کی تھاپ' گویوں کی قوالیوں' مئے و زن کے رنگ اور عیش و عشرت کے دور ہوں' اس کی ملاقات سچائی سے کیونکر ہو۔ مسلمانو! ہندوؤں کی قوم دیکھ لو مغلیہ سلطنت کی آرام دہ نیند کے بعد اس سلطنت کے زوال کے وقت سے ہی مسلسل محنت' تکلیف' مسلسل حصول علم' مسلسل حسن کردار اور نیک معاملگی میں لگی ہے' اس قوم میں اس تین سو برس میں ایک مفسر ان کے اپنے دھرم کا' ایک شاعر ان کے زوال کے گیت گانے والا' ایک پتلون کوٹ اور نکٹائی والا لیڈر' ایک کلرک یا چپڑاسی انگریز کے رنگ میں رنگ جانے والا پیدا نہیں ہوا۔ ان کا کوئی قابل ذکر ذہنی عیاشی پیدا کرنے والا لٹریچر اس تین سو برس میں موجود نہیں۔ نہیں ان کے ہاں خدا اور رسول ﷺ کے نام لے کر کوئی جھوٹا اور شاعرانہ جذبہ پیدا کرنے والا مسالہ بھی موجود نہیں۔ اسی لئے وہ قوم تین سو سال سے محنت میں مر رہی ہے۔ تین سو سال سے تجارت میں' علم میں' سائنس میں' ہنر میں' اخلاقی خاصیتوں میں' لین دین میں' ماپ تول میں' رہن سہن میں سچائی کی طرف دوڑ رہی ہے۔ وہ آگے چل رہی ہے۔ اس نے اسی آٹھ سال میں ہندوستان کو سچی ترقی کی سڑک پر رواں کر دیا ہے۔ پاکستان کے مقابلے میں فی الحقیقت دس گنا زیادہ مشکلات کے باوجود جو ان کو رزق کے

معاملے میں، روایات کے نہ ہونے کے معاملے میں 'اخوت اور محبت کے فقدان کے معاملے میں، زبانوں کے الگ الگ ہونے کے معاملے میں، مختلف مذاہب کے ہونے کے معاملے میں، زرخیز علاقوں کے چھن جانے کے معاملے میں انکو درپیش تھیں وہ بے پناہ طورپر آگے اور ہم پاکستانی باوجود اس کے کہ یہاں سب رعایتیں، رزق، قومی عصبیت، داخلی محرکات وغیرہ وغیرہ خدا کی طرف سے موجود تھیں پستی اور زوال کی طرف گھسٹ رہے ہیں۔

پاکستان میں اخلاق کی گراوٹ اور کردار کا فقدان

مسلمانو! اس سب زوال کا باعث وہ فرض اور وہم کی اقلیم ہے جس میں تم بس رہے ہو۔ اسی فرض اور گمان کی وجہ سے ہی تم میں نقصان کا احساس نہیں رہا۔ ہر شخص لوٹ کھسوٹ میں مست ہے کہ وہ اس کو فائدہ تصور کر لیتا ہے۔ اور فائدہ کی تعریف اس کے ذہن میں شاعرانہ ہے۔ وہ سمجھ نہیں سکتا کہ قوم کے نقصان کے کیا معنی ہیں۔ وہ دھوکہ دیتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، اپنے بھائی کو نقصان پہنچاتا ہے، آپس میں سر پھٹول کرتا ہے، کتوں کی طرح لڑتا ہے۔ اپنی بدنامی کو بدنامی نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کا ذہن شاعرانہ ہے۔ وہ حقیقت سے دو چار نہیں ہوا۔ وہ پاکستان کو صرف اپنے تصور کا ایک مظہراب تک سمجھتا ہے۔ اس کو نیکی اور سلامت روی کے سچے فائدے اور برائی اور بدکرداری کے سچے نقصان معلوم نہیں رہے۔ وہ پاکستان کو سچ مچ ایک سلطنت نہیں سمجھتا اس لئے کہ پچھلے دو سو برس میں اس کا ہر نصب العین صرف تصور ہی تصور رہا ہے۔ مذہب کو اس نے صرف صورت کی اقلیم میں بدل دیا ہے۔ اسلام اس کے نزدیک صرف چند چیزوں کی نمائش ہے۔ قول اس کے نزدیک سب کچھ ہے، فعل اور کردار اس کے نزدیک کچھ شے نہیں۔ ہاتھ اور پیروں کو وہ جواب دے چکا ہے۔ جنت کا وہ ٹھیکیدار ہے۔ دین کی شرطیں اس نے کم سے کم کر دی ہیں۔ سچائی، نیکی، اخوت، قربانی، رحم، محبت، محنت، سعی و عمل، استقلال، اطاعت، وحدت، حصول علم، دیانتداری، امانت، قول کا پاس، وعدہ وغیرہ وغیرہ اس کے نزدیک

صرف تصور کے جذبات لطیفہ یا اس کے بنائے ہوئے علم و ادب کے زیور ہیں جن سے تخیل کی اقلیم پر رونق بنائی جا سکتی ہے۔ مسلمانو! مجھے بتاؤ کہ ایسی قوم کو شاعرنہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔

زوال اخلاق و کردار کے باعث
مسئلہ کشمیر کے حل میں مشکلات

اب حالات اور احوال بد کی اس قیامت میں مسلمانو سوچو کہ اس آٹھ سال کی مجرمانہ بد اعمالی کے بعد جو تم نے خود سوچ سمجھ کر اور ایک سلطنت کے مالک ہو کر کی ہے اور دو سو سال کے مسلسل زوال کے بعد جو تم پر آسمان کی طرف سے بطور قہر نازل ہوا تھا تمہارا یہ کہنا کہ ایک نیا قہر تم پر آیا ہے یعنی کشمیر کا مسئلہ' اس کا حل بتاؤ کہ کس قدر سوچ بچار' محنت اور تکلیف کا کام ہے۔ تمہارے رہنما تو آٹھ سال سے اس لئے اس مسئلے کو حل نہیں کر سکے کہ وہ انتظار کے چکر میں ہیں۔ امیدیں اور آرزوئیں ان کو پھسلا پھسلا کر ماندہ اور سپرانداختہ کر رہی ہیں۔ شاعرانہ اخلاق جو قوم کی رگ رگ میں رچ چکا ہے ان کے سامنے کوسوں دور کشمیر کی پری کو کھڑا کر دیتا ہے' جو منٹ منٹ کے بعد ان کی طرف دوڑتی نظر آتی ہے اور وہ اس تصور میں رہتے ہیں کہ بس اب آئی کہ آئی۔ ذرا اور انتظار کر لیں۔ ہمارے ایک وزیر اعظم بہادر نے تین سال ہوئے مجھے خود کہا کہ اگر ستر برس بھی انتظار کرنا پڑے تو ہم کریں گے۔ ذرا سوچو کہ اس وزیر اعظم کا تصور کس قدر شاعرانہ تھا۔ یہ شخص عاشقوں کی طرح کس قدر سادہ تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ ستر برس کے بعد بھی مرے معشوق کی سج دھج اسی طرح دلکش رہے گی اور وہ قیامت کے دن والی حوروں اور جنت میں داخل ہونے والے بوڑھوں کی طرح جوان ہی رہے گا۔

مسلمانو! وزیر اعظم کے اسی ایک فقرے سے حکومت کے ارادوں کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے وزیر اعظم آئے۔ دیکھئے وہ کس قدر شاعر مزاج تھے۔ انہوں نے نہرو کو "بڑا بھائی" کہہ کر اپنے تصور میں حسن سلوک اور محبت کی ایک نئی دنیا پیدا کر دی۔ ہماری ساری قوم چونکہ شاعرانہ ذہنیت رکھتی تھی واہ واہ

کرنے لگی کہ دیکھئے کیا خوب چال چلی ہے۔ ان کا خیال پھر اسی شاعرانہ منطق کو سامنے رکھ کر اور سیاست کو نظرانداز کر کے یہ تھا کہ نہرو جب بڑا بھائی ہو گیا تو ضرور اپنے چھوٹے بھائی کو کشمیر کا کھلونا مفت دے گا۔ گویا خیال تھا کہ اس نئے وزیر اعظم نے دو لفظ کہہ کر سب کو مات کر دیا۔ بڑا بھائی بڑا گھاگ اور خرانٹ تھا وہ ہیرو (Harrow) کے سکول اور کیمبرج یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ تھا اور اگرچہ کوئی نمایاں اور بڑی ڈگریاں لینے والا طالب علم نہ تھا مگر اس علم کے سمندر کا قطرہ بردار اور اس ماحول کا پلا ہوا تھا جس کی سلطنت پر کبھی سورج نہ ڈوبا تھا۔ اس نے ہمارے وزیر اعظم کے گال پر چپت رسید کر کے کہا کہ بڑا بھائی مانتے ہو تو میرے جوتے کھاؤ کیونکہ "سگ باش برادر خورد مباش" کی مثال تمہارے شاعروں ہی کی بنائی ہوئی ہے۔ چنانچہ اب ہم اپنی سیاسی غلطیوں کے باعث سگ بنے ہوئے ہیں اور نہرو خوش ہے کہ پاکستان نے اپنے منہ سے بزدل اور بھگوڑے ہندوؤں کی سلطنت کو بہادر اور ضدی مسلمانوں کی سلطنت سے زیادہ طاقتور سمجھ کر بڑے بھائی ہونے کی سند بن مانگے ہمیں دے دی۔ اب وہ جس وقت کاٹ کھانے والے طعنے دیتا ہے کہ ہم ہندو تو بھارت میں اس آٹھ سال میں کام کرتے رہے اور تم پاکستانی صرف آپس میں لڑتے رہے۔ تو وہ اسی "بڑے بھائی" ہونے کی اکڑ میں دیتا ہے۔

ملت کا حیدری خون ہی کشمیر کو لے سکتا ہے

مسلمانو! اس تمہید کے بعد حقیقت یہ ہے کہ کشمیر کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے ٹھوس حقیقتوں کی طرف آنا اور شاعرانہ تخیل کو خیرباد کہنا پڑے گا۔ کشمیر اس وقت بھی بے شک اس لئے لیا جا سکتا ہے کہ وہ ہمارا جائز اور قدرتی حق ہے لیکن یہ سب سے پہلے اس وقت ہو سکتا ہے کہ قوم اور ملت کے رگ رگ میں حیدری خون رواں ہو۔ میری سمجھ تو یہ کہتی ہے کہ اگر یہ حیدری خون صرف شاعرانہ تخیل نہیں بلکہ حقیقت میں ہو تو کشمیر بغیر جنگ اور بغیر ستیہ گراہا کے لیا جا سکتا ہے۔ اس مطلب کو حاصل کرنے کے لئے جو تیاری کرنی پڑے گی عیاں ہے۔ کسی اور شخص سے اس کے متعلق پوچھو گے تو وہ شاید یہ جواب دے کہ مشرقی یہ چاہتا ہے کہ تمام ملک سپاہی

بن جائے' جگہ جگہ پر خیمے لگے ہوں' وردیاں ہوں' ہتھیار ہوں' مارچ ہوں وغیرہ وغیرہ اور ساتھ ہی یہ کہہ دے گا کہ مشرقی کا کہنا غلط ہے۔ ہم خیموں اور وردیوں اور ہتھیاروں اور مارچوں کے بغیر ہی تیار ہیں۔ وہ ہم کو آزما لے۔ ہم کشمیر میں داخل ہو کر مستیہ گراہا اسی طرح کریں گے جس طرح کہ پنڈت نہرو کے رضاکاروں نے کیا ہے اور اب اسی کے کہنے پر بند کر دیا ہے۔ میرا جواب اور ہے۔ میں ہر جگہ مارچ کرنے کو نہیں کہتا۔ اس لئے کہ میں نے ایسے مارچ کرائے ہوئے ہیں اور دیکھا ہوا ہے کہ اس مارچ کرانے سے بھی یہ بدنصیب قوم کس قدر بن سکتی ہے۔ مارچ اور وردیاں میرے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ میں جس تیاری کے لئے کہہ رہا ہوں وہ شاعرانہ تخیل سے ہٹ کر حقیقت کی طرف آنا ہے۔ میرے نزدیک خاکسار تحریک کی بنیاد بھی جس نے طول و عرض ہند میں دس لاکھ سے زیادہ باوردی بیلچہ بردار افراد پیدا کئے کافی حد تک شاعرانہ تخیل پر تھی اور اس کا خطرہ میں کھلے الفاظ میں دس پندرہ بار سے بھی زیادہ جریدہ الاصلاح میں ظاہر کرتا رہا۔ میں تحریک کو منتشر کرنے سے کئی برس پہلے بھی یہ خطرہ ظاہر کرتا رہا کہ خاکسار صرف پیٹیوں اور وردیوں کے سپاہی ہیں۔ میدان جنگ میں مجھے امید کم ہے کہ وہ در حقیقت سپاہی ثابت ہوں گے۔ میرا یہ اندازہ اس کے باوجود صحیح تھا کہ خاکسار سپاہیوں کے اندر بے مثال نظام' بے مثال اطاعت' بے مثال اخوت' بے مثال صبر کا کیریکٹر پیدا ہو گیا تھا' لیکن اب کشمیر کے معاملے میں حالات بہت کچھ مختلف ہیں۔ یہاں ایک ایسے ملک کو دشمن کے پنجے سے چھڑانا ہے جس پر وہ کئی سال سے قابض ہے۔ جس کے متعلق آٹھ برس کے طول طویل مذاکرے ناکام ثابت ہو چکے ہیں۔ جس کے بارے میں ہماری حکومت کی کمزوریاں ان کی نگاہوں میں سورج کی طرح عیاں ہیں اور سب سے زیادہ یہ کہ پچھلے دو تین برس سے جو پھوٹ حکومت کے آدمیوں کی آپس میں پڑ چکی ہے اور جس کا کوئی حل نظر نہیں آتا اس نے پاکستان کا وقار دنیا کی نگاہوں میں بے حد گرا دیا ہے۔ کیا ان حالات میں اور بالخصوص اس لئے کہ نہرو کی حکومت نے دو ارب یعنی دو سو کروڑ روپیہ سے زیادہ کشمیر پر صرف وہاں نہریں کھودنے اور تقسیم آب کی تعمیرات پر صرف کیا ہے اور ان آٹھ سال میں کشمیر کی حکومت کو ۷۵ کروڑ روپیہ سے زیادہ بطور اخراجات فوج اور ۷۰ کروڑ

سے زیادہ حکومت کے داخلی اخراجات کے لئے صرف کیا ہے' کشمیر کو فتح کرنا صرف چند ہزار یا چند لاکھ رضاکاروں کے ستھہ گراہا کرنے سے ہو سکتا ہے۔

کشمیر کے لئے پوری ملت کیونکر تیار ہو سکتی ہے

مسلمانو! جو لوگ ہمیں یہ کہتے ہیں اور جو امت یا ملت اس وقت چیخ چیخ کر یہ کہہ رہی ہے کہ ہم سب کشمیر جا کر اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہیں وہ مجھے بتلائیں کہ اس کا ثبوت کیا ہے کہ پوری ملت تیار ہے۔ کیا وہ ملت تیار سمجھی جا سکتی ہے جس میں بھائی سے بھائی' ہمسایہ سے ہمسایہ ' مسلمان سے مسلمان' ایک سے ایک جدا ہو' جو اپنی بہوؤں' بہنوں' بیٹیوں کو ہزاروں کی تعداد میں ہندو کے ہاتھ میں چھوڑ کر آٹھ سال تک خاموش بیٹھی ہو اور کشمیر کے بارے میں تو خیر کم از کم آوازیں تو آ رہی ہیں لیکن ان معصوم اور بے زبان عورتوں کے بارے میں جو وہاں آٹھ سال سے ہندو کے مظالم جھیل کر اور اپنے عزیزوں کی بے وفائی پر صبر شکر کر کے بیٹھی ہیں ادنیٰ سی آواز بلند نہ ہو۔ مجھے بتاؤ کیا کشمیر کی تیاری کی نشانیاں یہ ہیں کہ ایک ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہو۔ تمام دن جھوٹ' فریب' دغا بازی' جھوٹی قسموں' لوٹ مار ' زناکاری' شراب' سینما بازی میں گرفتار ہو۔ کیا وہ ملت کشمیر تو خیر' ادنیٰ سی جھونپڑی بھی فتح کر سکتی ہے جس کے کسی فرد کے ادنیٰ قول پر اعتبار نہ ہو' جو ایک منٹ میں وعدہ کر کے دوسرے منٹ میں اس وعدے سے مکر جائے ؟ تمہارے پاس بتاؤ کیا گارنٹی اس امر کی ہے کہ وہ چند لوگ جو چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ ہاں کشمیر چلو' کشمیر چلو' وعدوں میں پکے ہیں۔ اگر فرض کرو کہ آج حکومت اس امر کا اعلان کر دے کہ ایک سپیشل ٹرین یہاں سے کشمیر تک رضاکاروں کو کشمیر بھیجنے کے لئے چلے گی تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ ٹرین لاہور تک سچے مجاہدوں سے بھر جائے گی۔ میری اپنی بدگمانی تو اس ملت کے بارے میں یہاں تک ہے کہ کئی لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں یہاں سے رضاکار بن کر چل تو پڑیں گے لیکن دل میں یہاں تک ہو گا کہ چلیں تو سہی جہاں معاملہ مشکل نظر آئے گا اپنے قول سے پھر جائیں گے۔ میرا اپنا تجربہ تو اس ملت

کے بارے میں یہ بھی ہے کہ مسلمان اس ٹرین میں بیٹھ کر دو سو میل کے بعد اتر جانا بھی ثواب ہی سمجھے گا یا اپنے گھر کا رخ کرلے گا اور وہاں جا کر اپنے خدا کو کہہ دے گا کہ خدایا میری توفیق تیری راہ پر چلنے کی اس قدر ہی تھی کہ میں کراچی سے چل کر اپنے گھر تک تو ضرور آیا لیکن اب اپنے بال بچوں کو بے کس اور بے بس دیکھ کر زیادہ توفیق نہیں رکھتا کہ کشمیر کے محاذ پر جاؤں۔ بڑے ثابت قدم لوگ بھی جو چند ایک اس ٹرین میں ہوں گے شاید کشمیر کی سرحد کو نزدیک دیکھ کر بھاگ جائیں۔ کئی ایک ایسے بھی ہوں گے جو سرحد تک ہاتھ لگا کر وہیں سے واپس آ جائیں۔ شاید کوئی اللہ کے بندے چند ایک ایسے بھی نکل آئیں جو نہرو کی گولیاں کھا لیں۔ مگر مجھے بتلاؤ کہ دو ہزار کی سپیشل ٹرین میں سے اگر دس گولیاں کھانے والے نکل بھی آئے تو کیا ان دس کی گولیوں سے نہرو کشمیر ہمارے حوالے کر دے گا۔

مسلمانو! ضرورت اس وقت حقیقت کو دیکھنے اور قوم کو حقیقت پر تیار کرنے کی ہے' شاعرانہ تخیل اور ذہنی عیاشی کی نہیں ۔ مجھے تو یہاں تک شک ہے کہ اس سپیشل ٹرین میں چڑھنے والے رضاکار بھی راستے میں آپس میں گتھم گتھا نہ ہو جائیں کیونکہ آج کل بڑے بڑے لیڈروں کے آپس میں لڑنے سے یہ ہروقت گتھم گتھا ہونا بھی ملت کا فیشن بن چکا ہے۔ اگر صرف اس وجہ سے کہ ایک لیڈر کو وزارت نہیں ملی وہ اپنے کئے ہوئے قول سے پھر سکتا ہے تو ملت کیوں نہ اس کی تقلید کرے۔ الغرض کہاں تک اس ناگوار حکایت کو طول دیا جائے اور کیا رونا رویا جائے۔ مقصد جو قوم کے سامنے پیش کرنا ہے یہ ہے کہ قوم تیار نہیں اور اگر قوم تیار ہوتی تو پھر حکومت کی تیاری کی بھی ضرورت نہیں تھی اور اب تو یہ حالت ہے کہ ادھر قوم تیار نہیں اور ادھر حکومت خاموش ہے۔ وہ اپنی جگہ پر کہتی ہے کہ ہم اس لئے خاموش ہیں کہ ملت میں تیاری کے کوئی عنوان نہیں دیکھتے۔ ملت اس لئے نرا شور کہیں کہیں کر رہی ہے کہ جب تک حکومت کچھ نہ کرے ہم تو کچھ کر ہی نہیں سکتے لیکن اپنا بول بالا ہو جائے گا۔ الغرض یہ دونوں طرف سے آئیں بائیں شائیں اس امر کی دلیل ہے کہ کشمیر کو فتح کرنے کا مسئلہ اس طرح پر طے نہیں ہو سکتا۔

کشمیر کو یقینی طور پر حاصل کرنے کا پہلا قدم

ملت کا ہر گناہ کو چھوڑ دینا ہے

میرے جیسے عملی انسان کے نزدیک کشمیر کے مسئلہ کا ایک قطعی اور یقینی حل اس کمزوری اور مایوسی کی حالت میں بھی ضرور ہے۔ جس پر "ہینگ لگے نہ پھٹکری اور نکلے چوکھا رنگ" والی کہاوت بعینہٖ صادق آتی ہے۔ لیکن اس میں پوری قوم کا وہ عمل درکار ہے جس میں اسکو ایک پیسہ خرچ کرنے یا ایک قدم چل کر جانے کی تکلیف بھی نہیں۔ اس حل میں جو میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں وہ عظیم الشان حکمت ہے جو تم جیسی شاعرانہ تخیل والی قوم کو فوراً سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ تم نے اس حل کو اپنے دماغ میں رکھ کر اگر آج سے عمل شروع کر دیا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ۶ مہینے کے اندر اندر کشمیر کا مسئلہ نہ صرف حل ہو سکتا ہے اور ہم سری نگر میں بیٹھے ہوں گے بلکہ چھ مہینے کے اندر اندر قوم کے تمام روگ مٹ جائیں گے۔ اس عمل کی بسم اللہ یہ ہے کہ چونکہ ملت اس امر کی دعویدار ہے کہ ہمارا ارادہ کشمیر کو حاصل کرنے کا ہے وہ اس ارادہ کو دنیا' خدا اور دشمن پر ثابت کرنے کے لئے صرف اتنا کرے کہ پاکستان کا ایک ایک شخص آج سے جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ وہ یہ کہے کہ میں ان رضاکاروں کی خاطر جو خدا کی راہ میں کشمیر جا کر جان دینے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور کوئی ان کی نہیں سنتا اس قدر قربانی ضرور کرتا ہوں کہ چوبیس گھنٹے ہر روز کسی وقت ادنیٰ سے ادنیٰ جھوٹ کسی معاملے میں نہ بولوں گا۔ اگر کوئی شخص مجھ سے جھوٹ بلوانے والا سوال کرے گا تو اس کے سوال کا جواب نہ دوں گا۔ کسی شخص پر خواہ مجھے بڑے سے بڑا نقصان ہو جائے ظلم نہ کروں گا۔ ہر مسلمان سے خواہ اس نے میرے ساتھ بڑی دشمنی کی ہو اس کی دشمنی کو دل سے معاف کر کے اس کی ادنیٰ مخالفت نہ کروں گا۔ کسی گاہک کو وزن سے کم شے ہرگز نہ دوں گا' کسی شے کو بلیک نہ بیچوں گا۔ کسی سے وعدہ کر کے وعدے سے نہ پھروں گا۔ سب مسلمانوں سے خواہ واقف ہوں یا ناواقف عملی محبت دل و جان سے کروں گا۔ ہر ایک کے دکھ درد میں جس کا مجھے علم ہو گا اور اس کو دور کرنے کی طاقت ہو شریک ہوں گا وغیرہ وغیرہ۔ الغرض کشمیر کے محاذ پر نہ جانے والے لوگ جانے والے لوگوں کی ہمدردی بلکہ ان کے اعزاز

میں وہ تمام برائیاں چھوڑ دیں جو انہوں نے اس آٹھ سال میں دیکھا دیکھی حاصل کیں اور جہاں دس ہزار یا دس لاکھ مجاہد کشمیر جا کر نہرو کی گولیاں کھائیں وہاں آٹھ کروڑ گھر میں بیٹھنے والے پاکستانی قائد صرف یہ برائیاں ان کے غم میں' کوئی جسمانی قربانی یا ایک پیسہ خرچ کئے بغیر چھوڑ دیں اور دل میں عزم کر لیں کہ کشمیر کو حاصل کرنے کی تیاری کا زندہ ثبوت ہمارے پاس یہ ہے کہ ہم نے ان برائیوں کو چھوڑ دیا۔ تو میں کیا' تمام دنیا سمجھ لے گی کہ قوم بے شک تیار ہے۔ اس کے ہر فرد میں عزم اور ارادہ موجود ہے۔ محاذ پر جانے والے اور نہ جانے والے دونوں قسم کے انسان اس تیاری میں شامل ہیں اس لئے اب اس پوری ملت کی تیاری کا مقابلہ نہرو کی توپیں نہیں کر سکتیں۔

مسلمانو! مجھے بتلاؤ کہ اس سر سے پاؤں تک جھوٹ بولنے والی' فریب کرنے والی' ایک دوسرے کو کاٹ کھانے والی' رشوتیں لینے والی' زنا کرنے والی' شراب پینے والی امت میں پوری ملت کی تیاری کی اور کیا علامت ہو سکتی ہے؟ کشمیر کے محاذ پر جانے والے لوگ شاید دس میں ایک بھی نہ ہوں' پھر دس شور کرنے والوں کا کہ "کشمیر چلو" "کشمیر چلو" کیا بھروسہ ہے کہ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں جب تک کہ باقی نو بھی کوئی نہ کوئی قربانی دے کر اپنے قول کا پورا ثبوت نہ دیں۔

کشمیر کو فتح کرنے کے لئے پوری ملت کا عمل لازمی ہے

مسلمانو! اس قربانی میں جو میں تجویز کر رہا ہوں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ آٹھ کروڑ کی پوری امت میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک عزم اور ارادہ کی آگ لگ جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں جہاں "کشمیر چلو" "کشمیر چلو" کے نعرے لگ رہے ہیں کشمیر نہ جانے والے لوگ جانے والوں کے غم میں نیکیاں پکڑ لیں۔ ایک دوسرے سے گلے مل جائیں۔ جنہوں نے کسی کا قرض ادا نہیں کیا قرض ادا کر دیں۔ جس نے جس کا کوئی گناہ کیا ہے وہ گناہ معاف کرائے۔ جس سے جس کی لڑائی ہے وہ صلح کر لے۔ جس نے جس سے دھوکہ کیا ہے وہ اس کا نقصان ادا کر دے۔ جس نے

کسی گاہک کو کم تول کر دیا ہے وہ پچھلے ایک دن کی اتنی رقم گاہک کو دے دے یا اگر گاہک نہیں ملتا تو خیرات کر دے وغیرہ وغیرہ اور اس کے بعد پوری امت ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک ' قرون اولیٰ کا رنگ پکڑتی جائے۔

مسلمانو! اگر ملت اس تجویز پر چلنے کے لئے تیار نہیں تو سمجھ لو کہ کشمیر چلو کا نعرہ یا ملت کا دعویٰ پھر سے وہی شاعرانہ تخیل ہے جس میں امت گرفتار ہے۔ ایسے شاعرانہ تخیل سے کشمیر کیونکر فتح ہو سکتا ہے؟ کس طرح کشمیر کو جانے والے رضاکار آخر دم تک مستقل مزاج رہ سکتے ہیں؟ اس کی شیخی کہ کشمیر کو فتح کر کے واپس آؤں گا کیونکر برقرار رہ سکتی ہے؟ ایک بدکردار امت کے رضاکار سے بھی یہی امید ہو سکتی ہے کہ اس کا دعویٰ بھی اسی طرح کا جھوٹ ہو جس طرح کہ پوری امت بولتی ہے۔ اس کی مستقل مزاجی کا بھی وہی رنگ ہو گا جو باقی امت کا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسا کشمیر چلو کا ارادہ ہندو جیسی صلاحیت یافتہ قوم کے بالمقابل قائم نہیں رہ سکتا نہ اس قسم کے رضاکاروں میں آخر دم تک ڈسپلن اور نظم قائم رہ سکتا ہے جو فتح مند فوج کے لئے ضروری ہے۔

کشمیر پر حملہ سے پہلے تمام حالات کا اندازہ لگانا لازمی ہے!

مسلمانو! انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر تم سب کے سب چاہتے ہو کہ کشمیر فتح ہو اور نہرو جیسا پاکستان سے سات گنا بڑے ٹکڑے کا مالک آٹھ سال کی کامل جدوجہد کے باعث وہ منہ کی کھائے کہ نہ صرف یہ کہ کشمیر ہمیں مل جائے بلکہ تمام دنیا میں پاکستان سب سے بڑی اسلامی سلطنت فی الحقیقت ثابت ہو جائے تو تم بھی تو کچھ کرو۔ نرے نعرے لگا دینا کہ کشمیر چلو اور پھر یہ کام صرف دس ہزار یا ایک لاکھ بے چارے رضاکاروں پر چھوڑ دینا کہ وہ جا کر پنڈت کی گولیاں کھائیں اور ہم یہاں تمام دن اوپر کے بڑے سے بڑے آدمی سے لے کر ایک روپے کے قلی تک بدکاریاں کرتے پھریں اور کشمیر کا پکا پکایا حلوہ ہمارے سامنے خود بخود آ موجود ہو کہاں کا انصاف ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کونسی شریفانہ منطق ہے کہ تم اوروں کو کشمیر کے محاذ پر روانہ کر کے خود

نعرے لگا کر چھوٹ جاؤ۔ تم کہتے ہو کہ اسلام لیگ کے پاس ہزاروں بلکہ لاکھوں رضاکار ہیں ' وہ سب کے سب نظم و نسق میں ہیں یا پھر لائے جا سکتے ہیں اس لئے وقت کا تقاضا یہ ہے کہ فوراً حکم دے دیا جائے کہ کشمیر چلیں اور کشمیر کا پلاؤ وہاں سے آ کر ہم کو کھلا دیں تاکہ ہم اور بدکاریاں کریں۔ تم خوشامد کرتے ہو کہ ہاں اور کوئی جماعت ایسی نہیں جو نہایت منظم طریقے پر اس خدائی کام کو کر سکے۔ مجھے تمہاری اس تمام منطق میں جو ہر شخص بار بار ظاہر کرتا ہے پورا دھوکہ اور شاعرانہ مبالغہ نظر آتا ہے۔ میں حسابی آدمی ہوں اور کوئی کام آج تک بغیر حساب کرنے اور پورا اندازہ آخر تک لگانے کے نہیں کیا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ آٹھ برس کی مسلسل بدکاری اور بد اعمالی کے بعد جب کہ پاکستان کا ایک ایک مسلمان ہر بات میں پہلے سے دس گنا زیادہ بدتر ہر عنوان سے ہو گیا ہے خدا تمہیں فتح کیوں دے اور تمہاری نیکیوں کے کس عنوان کو سامنے رکھ کر تمہیں دنیا میں سرفراز کرے؟ دوئم ایک ایسی قوم پر جو اپنی بہوؤں' بیٹیوں اور بہنوں کو ہندو کے سپرد کر کے آٹھ سال سے منہ میں گھنگھنیاں لئے بیٹھی ہے کیونکر بھروسہ کیا جائے کہ وہ ہمارے رضاکاروں کو نہ چھوڑیں گے اور یہ تماشا جو اب بڑا دلچسپ نظر آتا ہے دو چار ماہ میں پبلک کی سرگرمی کم ہو جانے کے باعث ماند پڑ جائے گا۔ اور پھر اس کے بعد رضاکاروں کو کشمیر بھیجنے کی رسم صرف رسم کے طور پر رہ جائے گی۔ سوئم یہ کہ حکومت اس سرگرمی میں کچھ پیش پیش نظر نہیں آتی اور شوریلی پبلک کی قولی سرگرمی کو صرف مسکراہٹ سے دیکھ رہی ہے۔ چہارم! یہ کہ یہ کام اس وقت ہو سکتا ہے کہ اس کام کے مقابلے میں دشمن کے رد عمل کا پورا انتظام پہلے سے کر لیا جائے۔ بہت ممکن ہے کہ ادھر ہمارے رضاکار کشمیر میں داخل ہوں اور ادھر ہمارے اسی فعل کو جارحانہ کارروائی یعنی aggression سمجھ کر ہندو اپنی ہتھیاروں سے لیس کی ہوئی فوجیں پاکستان کی سرحدوں پر لا کھڑا کر دے۔ لڑائی کے وقت دشمن کی کوئی ضمیر یا منطق نہیں ہوا کرتی اور

Everything is fair in love and war. یعنی محبت میں اور جنگ کے وقت سب کچھ جائز ہو جاتا ہے کی مثل مشہور ہے۔ پنڈت نہرو نے پہلے ہی سے دنیا میں شور مچا رکھا ہے کہ کشمیر کے معاملے میں پاکستان aggression یعنی جارحانہ

کارروائی کرنے والا ہے۔ وہ چیخ چیخ کر دنیا پر ثابت کرے گا کہ دیکھ لو میں کہتا نہ تھا کہ کشمیر کے معاملے میں زیادتی پاکستان کی ہے۔ دیکھ لو کہ یہ لوگ اب ہم پر چڑھ آئے ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم پاکستان پر فوجی حملہ کریں وغیرہ وغیرہ۔ کیا اس حملہ کے وقت اگر وہ خدانخواستہ ہوا تم بدکاریاں کرنے والی امت اس کو اپنی جان و مال سے روکنے کے لئے تیار ہو گی؟ کیا تم لوگ جن کے اعضا آٹھ سال کی بدکاریاں کر کے انتہائی طور پر ست پڑ چکے ہیں' جن کے دل میں چور ہے' جن کو صبح سے لے کر شام تک سوائے جھوٹ بولنے' دھوکہ دینے' کم تولنے' اپنے ذاتی نفع کے لئے اپنے بھائی کو نقصان دینے' زنا' شراب' چوری چکاری کے سوا اور کچھ نہیں آتا' ہاں کیا تم میں سے ایک ایک مارنے اور کٹ مرنے کے لئے تیار ہو گا تاکہ نہرو کی فوجیں جن کو وہ سرحد پر لانے کا عادی ہو چکا ہے آگے نہ بڑھ سکیں؟

دنیا کے بڑے بڑے فتح کرنے والوں میں کیا کیریکٹر تھے

مسلمانو! غور کرو کہ چنگیز خاں اور ہلاکو نے کیوں اپنے لاؤ لشکر سے دنیا میں برسوں تک تہلکہ مچا دیا تھا؟ کیوں جہاں ان کی فوجیں جاتی تھیں فوراً ہتھیار ڈلوا لیتی تھیں؟ کیوں ہلاکو نے بغداد جیسی عظیم الشان سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے چند لمحوں میں کر دیئے؟ پچاس پچاس ہزار انسانوں کا خون ایک ایک دن میں کر کے دجلہ اور فرات کے پانیوں کو سرخ کر دیا؟ سنو اور مجھ سے بے خطر سنو کہ خدا اس وقت چنگیز اور ہلاکو کے ساتھ اس لئے تھا اور اس نے مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنت کی حمایت اس لئے نہ کی کہ چنگیز اور ہلاکو دل کے چور نہ تھے' ان کی ہزار در ہزار فوجیں جو اقطار عالم میں پھیلی ہوئی تھیں نیک کردار تھیں' ان کے دلوں کے اندر وہ گناہ بس نہیں رہے تھے جو آج تمہاری رگ رگ میں ہیں۔ وہ سیدھے سادھے سپاہی تھے' ہر ایک سے ان کا انسانی سلوک عمدہ تھا۔ آپس میں انتہائی محبت تھی' فریب' دھوکہ' بے وفائی' فتنہ انگیزی قول کا پورا نہ ہونا' جھوٹ' دغا' زنا' شراب ان میں نام تک کو نہ تھا۔ وہ آگے بڑھتے اس لئے جا رہے تھے کہ خدا ان کے ساتھ تھا اور خدا ان کے دلوں میں بس رہا

تھا۔ بغداد کی عظیم الشان سلطنت اس لئے مٹ گئی کہ مسلمان بدکردار بن چکے تھے۔ خود خلیفہ بغداد مستعصم باللہ اور اس کے آدمی بے شمار بدکرداریوں میں گرفتار تھے۔ اسی خلیفہ کے اپنے آدمیوں' بلکہ وزیر اعظم نے ہی ہلاکو کو بغداد آنے کی دعوت دی تھی وغیرہ وغیرہ۔

زور والی قوم وہی ہو سکتی ہے

جو گناہ گار اور چور نہ ہو

الغرض جو بات دیکھنے کی ہے یہ ہے کہ خدا بے اصولا خدا معاذ اللہ نہیں۔ وہ اس وقت بھی پاکستان کے مقابلے میں ہندوؤں کی مدد کر رہا ہے۔ چھ سات ملک یعنی حیدر آباد دکن' جونا گڑھ' منگرول' منواڈ' کشمیر بلکہ افغانستان بھی اس نے دو تین سال کی مدت میں ہندو کو ایک پیسہ خرچ کئے یا ایک سپاہی ہلاک کروائے بغیر دلا دیئے۔ اس لئے کہ ہندو کا کیریکٹر پہلے بھی کافی بلند تھا لیکن اس آٹھ سال سے روز بروز بلند ہو رہا ہے اور تم آٹھ سال سے برابر نیچے جا رہے ہو۔ تم اس آٹھ سال میں قوالیاں اور ناچ رنگ' شراب اور عورت میں مگن ہو کر شاعر بن رہے ہو اور ہندو اس آٹھ سال میں نیک اور حساب دان اور عالم بن کر غالب ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

مسلمانو! یاد رکھو چوری اور شہ زوری دونوں اکٹھی نہیں چل سکتیں۔ جو قوم شہ زور بننا چاہتی ہے اس کے متعلق پہلا تقاضائے فطرت یہ ہے کہ وہ گناہ چھوڑ دے' اس کا دل اس کے کسی گناہ کے باعث شرمندہ نہ ہو۔ اس کا حساب خدا سے بالکل صاف ہو۔ وہ آگے بڑھے تو جرات اور شجاعت سے بڑھے اور جب بڑھے تو پیچھے نہ ہٹ سکے۔ چنگیز' ہلاکو' بابر' اورنگزیب' نادر شاہ' احمد شاہ ابدالی' نپولین' ہٹلر' بڑے صاف کردار کے مالک تھے۔ ان کی فوجیں ملک کے ملک اس لئے فتح کرتی تھیں کہ ان کا کردار درست تھا۔ وہ ہزاروں کو قتل کرنے کے باوجود دلوں پر رنج و ملال نہیں لاتے تھے۔ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ فریب نہیں کرتے تھے۔ آپس میں ایک تھے۔ اپنے امیر کی بے چون و چرا اطاعت کرتے تھے۔ قول کے پکے تھے۔ حلال لونڈیوں کے سوا جو میدان جنگ میں انہیں بطور مال غنیمت دشمن کے خزانوں سے ملتی تھیں وہ کسی غیر

عورت پر نظر نہیں رکھتے تھے۔ خدا ان کے ساتھ ان کے صاف کردار کے باعث تھا۔ وہ خود اپنے ہاتھوں سے ملک ان کے قدموں پر ڈالواتا تھا اور شاعر لوگ اور شاعر قومیں اب تک حیران ہیں کہ خدا ایسے ظالموں کے ساتھ کیوں تھا۔ میں نے اسی واسطے اس شعر کی ماری ہوئی امت کو شعر سنا سنا کر قرآن بتانے کی کوشش اپنی آخری چار تصانیف میں کی ہے اور ایک جگہ لکھا تھا۔

گناہوں سے بھرے مسلم کو کہہ دے دل جو مجرم ہے
تو اس چوری میں کیا دکھلا سکے گا زور چنگیزی

ملت کا ہر شخص گناہوں کو
چھوڑنے کا اقرار دل سے کرے

الغرض پاکستان کے مسلمانو! کشمیر چلنے کا "ڈنڈا" اور تاوان میری طرف سے تم پر یہ ہے کہ اگر کشمیر کو فتح کرنا چاہتے ہو تو آج اس پنڈال میں مرد اور انسان بن کر ہر چھوٹا، بڑا، امیر، غریب، رعیت اور حاکم، وزیر اور عامی خواہ وہ بڑے سے بڑا تکبر اور غرور اپنے دل میں رکھتا ہے کہ میں بڑا ہوں اور میری نگاہ میں سب باقی لوگ تنکے کے برابر ہیں اس امر کا اقرار اپنے دل سے کرے کہ میں کشمیر کی خاطر آج کے وقت سے سب گناہ چھوڑ دوں گا۔ شراب پیتا ہوں تو شراب فوراً چھوڑ دوں گا اور اس کے بعد اس کو پیشاب سمجھوں گا۔ زنا کرتا ہوں تو آج کے بعد اگر کروں گا تو اپنی ماں سے زنا کروں گا۔ جھوٹ نہ بولوں گا۔ کسی سے فریب نہ کروں گا۔ قرض نہ لوں گا اور اگر لوں گا تو وقت پر فوراً ادا کروں گا۔ امانت میں خیانت ہرگز نہ کروں گا۔ بلیک بالکل نہ کروں گا خواہ اس میں کتنا ذاتی نقصان ہو جائے۔ کسی رشتہ دار کو بلا استحقاق صرف اس لئے کہ وہ میرا عزیز ہے کوئی فائدہ نہ پہنچاؤں گا۔ رشوت کھلی یا اپنے عملے کے ذریعے سے ایک پیسہ یا ایک ہزار یا ایک لاکھ ہرگز نہ لوں گا۔ حکومت کی کسی گدی پر بیٹھ کر کوئی "پتی" یا حصہ داری کسی شے میں نہ رکھوں گا۔ کوئی ساز باز، گٹھ جوڑ کسی عنوان سے یا کسی قسم کی سیاسی پارٹی بازی اس لئے نہیں کروں گا کہ پاکستان کمزور نہ ہو اور دشمن کی آنکھ اس پر نہ پڑے۔ جب تک کشمیر فتح نہ ہو قوم کے فائدے کو اپنی

ذات کے فائدے پر مشکل سے مشکل حالات میں مقدم رکھوں گا۔ کسی کی سفارش جب تک کہ سفارش کرنے والا ہر طرح سے قوم کے لئے اپنی لیاقت یا علم کے باعث مفید نہ ہو نہیں مانوں گا۔ رشوت کا قلع قمع ہر جگہ کروں گا۔ کسی چیز پر بد نیتی سے کنٹرول نہ لگاؤں گا۔ سب چیزوں کو ان کی قدرتی قیمت پر فروخت ہونے دوں گا۔ چھوٹے سے چھوٹا کلرک جس کی تنخواہ کے متعلق میں جانتا ہوں کہ قلیل ہے اس امر کا اقرار کرے کہ اس حالت میں کہ پاکستان آٹھ برس میں اپنوں کی بدکرداری کے باعث شکستوں پر شکستیں کھا رہا ہے میں اپنی زندگی کی ضروریات کو تھوڑی کرتا جاؤں گا۔ اگر نکٹائی کی خواہش ہے تو نکٹائی پہننا چھوڑ دوں گا' پتلون کی جگہ پائجامہ پہن لوں گا لیکن رشوت نہ لوں گا وغیرہ وغیرہ۔ تجارت کرنے والے اپنا اقرار کریں۔ دکاندار اپنا اقرار' وزیر اپنا اقرار' وزیر اعظم اپنا اقرار' گورنر جنرل اپنا اقرار۔ یہ سب اقرار دل و جان سے ہوں تو بات بنتی ہے۔ اسی وقت کشمیر فتح ہو سکتا ہے۔ اسی وقت فتح و نصرت کی پری تمہارے قدم آ کر چوم سکتی ہے۔ اسی وقت اس قوم میں چنگیزی زور اور نپولین اور سکندر والی فتح مندی آ سکتی ہے۔ نری باتیں کرنے اور شاعرانہ تخیل سے قومیں زور آور نہیں ہو سکتیں۔

خدا سے ڈر کر نیک عمل شروع کرو گے تو قوت فوراً آ جائے گی

مسلمانو! عین اس وقت کہ مجھے تمہارے اس اقرار سے کراچی کے چودہ لاکھ انسانوں کی ہوا بدلتی نظر آ گئی یقین رکھو کہ تمام پاکستان میں کہرام مچ جائے گا۔ امت کا ہر شخص اپنے آپ کو درست کرنے کی فکر میں لگ جائے گا۔ وہ وقت ہو گا کہ صحیح معنوں میں کہا جائے گا کہ ملت اب کشمیر لینے کے لئے تیار ہے۔ وہ وقت ہو گا کہ نہرو کے اوسان خطا ہوں گے کہ اب ہم لالے کیا کریں' "مشرقی مسلے" نے تو ساری قوم کو تیار کر دیا ہے کہ وہ کشمیر بزور شمشیر لے لیں' اب ہمارے لئے کیا گنجائش ہے' بہتر یہ ہے کہ میں گوا کے معاملے کی طرح اس کشمیر کے معاملے میں بھی اپنی پالیسی نرم کر دوں۔ پاکستان کے وزیراعظم کو کہوں کہ لو بھئی آ جاؤ کشمیر تمہارا ہے۔ کیونکہ تم

میرے چھوٹے بھائی ہو!

مسلمانو! تم شاعرانہ ہونے کے باعث ان باتوں کو بھی تخیل کی پرواز سمجھتے ہو لیکن یہ مرے حسابی اندازے ہیں جن میں ایک شوشے کا فرق ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنی کتاب میں ایک جگہ کسی اور ضمن میں لکھا تھا۔

ے دنیا بدل کے رکھ دی مردان متقی نے

اور یہ مصرعہ لکھے کے بعد میرے ہر کردار میں جو تمام عمر کرتا رہا ہوں گو بجتا رہا ہے اور مجھے ہر عمدہ فعل پر اکساتا رہا ہے۔ میں مرد متقی کے معنی ملاؤں کے معنوں کے مطابق کسی بڑی لمبی داڑھی والے تسبیح خواں شخص کو نہیں لیتا۔ متقی وہ ہے جس کا ضمیر ۲۴ گھنٹے زندہ ہے اور آزمائش اور امتحان کے ان چند لمحوں میں مردہ نہ ہو جائے جن میں وہ گناہ کرتا ہے۔ متقی وہ ہے جو ہر وقت قانون فطرت یعنی خدا سے ڈرتا ہے' جو سمجھتا ہے کہ اگر میں نے کوئی ایسی بات کر دی جو خدا کا حکم نہیں ہے تو میں وہ بات کروں گا جس سے یہ دنیا کا نظام بگڑ جائے گا۔ مجھے یہ بتلاؤ کہ ان آٹھ برس میں تمہاری خدا سے بے خوفیوں اور بدنگاہیوں نے پاکستان کا نظام بگاڑا یا نہیں بگاڑا؟ پاکستان کمزور ہوا یا نہیں ہوا۔ کیا ایک وزارت بھی تمہاری دس دن امن سے چلتی ہے' کیا ایک وزیر کو بھی اپنی گدی پر بیٹھ کر چین سے کام کرنے کی فرصت ہے؟ میں نے تمہارے وزیر اعظم کو ابھی چند دن ہوئے کہہ دیا تھا کہ اگر آپ کو یقین ہو جائے کہ اگلے دس منٹ تک آپ کی کرسی خطرے میں نہیں تو کم از کم دس منٹ تو آپ تسلی سے قوم کا کام کریں گے۔ وزراء اطمینان سے کام اس لئے نہیں کر سکتے کہ ہر قدم پر کوئی نہ کوئی سازش ہوتی رہتی ہے اور اسی لئے حکومت کمزور ہے۔ یہ سب افسوسناک منظر اس لئے ہے کہ خدا کا ڈر قطعاً" اٹھ گیا ہے۔ ہر شخص شتر بے مہار کی طرح منہ اٹھاتا ہے اور جدھر جی چاہتا ہے چل دیتا ہے۔ پچھلے سات آٹھ مہینوں بلکہ سال دو سال میں لفنگ پن اور لچ پنے کا وہ مظاہرہ قوم کے اکابر کی طرف سے ہوا ہے کہ سنجیدہ لوگ انگلیاں منہ میں لئے بیٹھے ہیں۔ لیکن مسلمانو! آزما کر دیکھ لو کہ دنیا متقی لوگوں کے اعمال سے کس قدر جلد بدلتی ہے۔ تم نے جب سے خدا کا خوف اپنے دل

میں دھار لیا' جب سے لاکھ دو لاکھ کراچی کے انسانوں نے آج سے جا کر یہ پروگرام شروع کر دیا جو میں نے تم کو کہا ہے تو پاکستان کی ہوا فوراً بدلنی شروع ہو جائے گی۔ میں موت سے پہلے عالم خیال میں رعیت کے پیٹ بھرنے کے منصوبے سوچتا رہتا ہوں لیکن جب کوئی حاکم نہیں سنتا غصہ میں آ جاتا ہوں۔ میرا علمی یقین ہے کہ جب تک پیٹ کو جی بھر کر روٹی نصیب نہیں ہوتی غریب اور نادار کا گناہ کے چکر سے نکلنا بڑا مشکل ہے۔ لیکن جب تک میرے پاس یہ طاقت نہیں کہ غریب اور نادار کا پیٹ بھر سکوں میں اس بات کا ہرگز قائل نہیں ہو سکتا کہ غریب اور مفلس چوری کر کے اور دھوکہ دے کر پیٹ بھرے۔ میں غریب اور مفلس کو بھی اسی طرح خدا سے ڈرنے والا بنانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ شخص جس کے گھر میں رات کو کھانے کے لئے آٹا نہیں وہ بھی خدا کے خوف کو سامنے رکھ کر ایماندار بنا رہے چاہے۔ اس ایمانداری میں وہ اور اس کے سارے بچے بلک بلک کر مر جائیں۔ میں بلک بلک کر بچوں کو مر جانے کو اس لئے گناہ کرنے پر ترجیح دیتا ہوں کہ ہم مسلمان ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کے نام لیوا ہیں جنہوں نے تمام عمر فقر و فاقہ میں کام کیا۔ ہمارے ہاں فقر و فاقہ میں ہو کر نیکوکار رہنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ نہیں بلکہ اگر غریبوں کے بال بچے نیکی میں مرتے گئے تو یاد رکھو کہ خدا کا قہر امیروں پر وہ آئے گا کہ زمین و آسمان لرز اٹھیں گے۔ میں نے جیل کے اندر "ارمغان حکیم" میں ایک جگہ لکھا تھا۔

غزل اور رنگ مہلک ہیں تری ہستی کو ہاں سن لے
کہ فقر و دلق سے ہی تو نے ہستی اپنی پیدا کی

۸۰ لاکھ مہاجرین چند مہینوں میں نہایت آرام سے بس سکتے تھے!

میں تو اس وقت تک حیرت میں ہوں کہ پاکستان کی حکومت کے بے مغز لوگ آٹھ برس میں ۸۰ لاکھ مہاجروں کو بسا نہ سکے۔ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ایک نیا مکان بنائے بغیر تمہیں یہ اسی لاکھ مہاجر چند دنوں کے اندر بسا کر دکھاتا۔ میرے نزدیک تو مہاجر کا اس ملک میں آنا خدا کی نعمت تھی۔ اللہ کی بارگاہ میں دین اسلام کو

زندہ کرنے کا وہ بے مثال سامان تھا کہ اس جیسا سامان پچھلی تیرہ صدیوں میں پیدا نہ ہوا تھا۔

مسلمانو! حکومت کی باگ اگر میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں ان اسی لاکھ خدا کے بندوں کو پل میں آٹھ کروڑ پاکستانیوں میں تقسیم کرکے حکم دیتا کہ دس پاکستانی ایک مہاجر کی پوری پرورش کا ذمہ اس کا مساویانہ حقوق دے کر لیں۔ ہم نے خاکساری کے زمانے میں چھ ہزار فاقہ زدہ بنگالیوں کو تمام ہندوستان میں ایک لمحے کے اندر تقسیم کر دیا تھا۔ ہمارے خاکسار سپاہی پہرہ پر رہتے کہ دیکھیں کہیں کسی فاقہ زدہ بنگالی کے ساتھ برائی یا حقارت کا سلوک تو نہیں ہوتا۔ ہمارے بنگالی مہاجر چند لمحوں میں ایسے آباد ہوئے کہ ان میں سے صدہا اب تک پنجاب ' سرحد اور سندھ کے مسلمانوں کے گھروں میں برابری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ چھ ہزار مہاجروں کی آبادی کے بعد خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم بنگال کو خطرہ پڑ گیا کہ ہم تمام بنگال کو اپنی طرف کھینچ لے جائیں گے اور بنگال کی آبادی کم ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے کمال شوخ چشمی سے اپنے لکھے ہوئے احکام اور سب مالی رعایتیں واپس لے لیں۔ میں نے تو یہاں تک عام حکم دے دیا تھا کہ مسلمان مہاجر اور انصار کے "نصفا نصف" حکم کا انتظار کریں اگر ادارہ علیہ نے ضروری سمجھا تو انصار کی آدھی دولت فاقہ زدہ مہاجروں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ میں خوش ہوں کہ مسلمان اس پر بھی راضی تھے اور اگر میں اسی لاکھ مہاجرین کو پاکستان میں تقسیم کرتا تو یقین رکھو کہ قرون اولیٰ کے مسلمان کا سماں ملک کے طول و عرض میں پیدا کر کے رہتا۔ بلکہ کیا عجب تھا کہ انہی مہاجروں کے ذریعے میں اب تک ہندوستان کا ایک بڑا حصہ کلکتہ تک فتح کر لیتا۔ مجھے رنج ہے کہ ہمارے حکمران ماسوائے چند ایک کے بے مغز ہیں' ناتجربہ کار ہیں اور نو عمر ہیں۔ بے علم ہیں' ان کے اندر سچائی رائج کرنے کا حوصلہ نہیں' انہوں نے مہاجروں پر کروڑوں روپیہ ضائع کر دیا' ہزاروں مکان بنوائے جو اگلی برسات میں ہی تباہ ہو گئے مگر مہاجر صحیح معنوں میں بس نہ سکے۔

پندرھویں صدی کے یوروپی مہاجروں نے وہاں کی کائنات بدل دی!

۱۴۵۳ء میں جب محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کیا تھا صرف پچاس ہزار کے قریب

مہاجر قسطنطنیہ سے بھاگ کر یورپ میں پھیل گئے تھے لیکن یورپ کی بیدار قوموں میں اس وقت یعنی آج سے پانچ سو برس پہلے اس قدر سلیقہ اور خدا کی بنائی ہوئی فطرت کا وہ عظیم الشان علم تھا کہ یہ مہاجر جب یورپ کے مختلف حصوں میں جا کر بس گئے تو انہوں نے اسی ضد میں کہ ترک کیوں قسطنطنیہ پر قابض ہوئے تمام یورپ کو علم اور ہنر کا گہوارہ بنا دیا جو اس وقت تک جہالت کے اندھیرے میں پھنسا تھا اور یہیں سے یورپ کی نشاۃ ثانیہ شروع ہوئی جس کو تاریخ میں Renaissance یعنی "پھر جی کر اٹھنے کا زمانہ" کہتے ہیں۔

کراچی کے چودہ لاکھ مسلمان
آج سے کیا کریں!

الغرض پاکستان اور بالخصوص کراچی کے چودہ لاکھ مسلمانو! میں اس خطاب کے ذریعے سے جو میں تمہاری اسلامی سلطنت کے دارالخلافے میں آج کئی سالوں کے بعد دے رہا ہوں تمہیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ خالق زمین و آسمان تعالیٰ کے متعلق میری رمز شناس نگاہوں میں کشمیر کو حاصل کرنے اور پورے طور پر حاصل کرنے اور پھر کشمیر کے بعد اور کئی چیزیں تمہارے لئے حاصل کرنے کا مسئلہ میرے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ میں کوئی فقیر اور نبی نہیں' کوئی ولی یا جادوگر نہیں۔ مجھے صرف خدا کے قانون کا علم ہے۔ میں تمہیں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ کشمیر اگلے چھ ماہ میں ہمارے پاؤں پر نہرو صاحب کے ہاتھ سے آگرے گا بشرطیکہ کراچی کے چودہ لاکھ مسلمان آج رات کی اگلی صبح سے وہ تمام برائیاں چھوڑ دیں جن کا ذکر میں نے اوپر وضاحت سے کیا ہے۔ کراچی کی چودہ لاکھ آبادی میں اگر رعیت کا کوئی عامی اور حاکم بدکردار نہ رہا تو کشمیر تم لوگوں کو دلانا میرا ذمہ ہے۔ تم پہلے اس شرط کو پورا کرو۔ کل صبح سے ہر شخص جو جہاں ہے اپنے اعمال کا جائزہ لے اور جو کچھ تشدد اس نے کسی دوسرے شخص پر کیا ہے اس کی سب سے پہلے جس قدر اس کی طاقت میں ہو تلافی کرے۔ پھر کل صبح سے

تمام دن بھر اپنا عمل سیدھا کرے۔ اس کے بعد کراچی کی دنیا میں خدا کا واسطہ دے کر ہر دوسرے شخص کو جو یہاں نہیں ہے اپنی طاقت کے مطابق ان تمام چیزوں کی طرف جو میں نے کہی ہیں توجہ دلائے۔ مسلمان تبلیغ اور نصیحت کو نہیں مانتا اس لئے میں کہتا ہوں کہ کوئی شور' شر نہ کرے۔ اس کا اپنا عمل ہی دوسروں کو اس طرف راغب کرے گا۔ صرف اس خطاب کو جو چھپ رہا ہے پڑھنے کی ترغیب دے۔ کشمیر کی طرف رضاکار بھیجنے کے لئے ہمارے پاس اتنی کافی تعداد میں رضاکار ہیں کہ نہرو صاحب کے ہوش اڑ سکتے ہیں لیکن میں کوئی بات بغیر سوچے سمجھے نہیں کر سکتا نہ میں امت کے جوش کو دیکھ کر جوش میں آ سکتا ہوں۔ جس شخص نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسی بدقسمت قوم کے ساتھ گزارا ہو۔ وہ امت کے کہے سے کیا متاثر ہو سکتا ہے۔ دائی سے پیٹ کیا چھپے گا۔ اس لئے مطمئن رہو کہ کشمیر صرف ان شرطوں سے حاصل ہو سکتا ہے جو میں نے پیش کی ہیں۔ اور کوئی ماں کا پوت اگر ہے تو پنڈت نہرو سے کشمیر لے کر دکھائے۔ میں پنڈت نہرو کو طالب علمی کے زمانہ سے جانتا ہوں اور پنڈت نہرو مجھے جانتے ہیں' ہم دونوں ایک یونیورسٹی میں ولایت میں تھے اگرچہ میں آج تک پنڈت نہرو سے ملا نہیں اور نہ مہاتما گاندھی سے ملا۔

کراچی پر رضاکاروں کا پہرہ لگانے سے سنسنی پھیل جائے گی!

میں چاہتا تھا کہ اس اعلان اور اقرار کے بعد رضاکاروں کی ایک بڑی جماعت کراچی کے کونے کونے میں اس بات پر متعین کر دوں کہ وہ نہایت صلح صفائی اور صلاحیت سے دیکھتے رہیں کہ کل سے کراچی میں کہاں کہاں لوگوں نے جو اس پنڈال میں میرے خطبے کو سن رہے ہیں خطبہ سننے کے بعد جھوٹ بولا' کس نے بلیک کیا' کس نے کم تولا' کہاں سے ظلم کی آواز آئی' کہاں زنا ہوا' کہاں شراب کی بوتلیں اڑیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ ایک ایسی بات ہو گی جس سے تمام پاکستان بلکہ دنیا کے ایک بڑے حصے میں سنسنی پھیل جائے گی۔ میں کوئی سنسنی خیزی نہیں کرنا چاہتا جب تک کہ اس کی عام خواہش نہ ہو اور حکومت بھی مجھے بار بار مجبور نہ کرے۔ کیونکہ یہ باتیں کسی پولیس کے سپاہی ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے۔ یہ صرف وہ اللہ کے بندے کر سکتے ہیں

جن کو ہم نے خدا کا ڈر دلا دیا ہے۔ پاکستان تو ایک چھوٹی سی سلطنت ہے۔

"دنیا بدل کے رکھ دی مردان متقی نے"

کی آواز اگر ہمارے تربیت یافتہ آدمی تمام دنیا کے گوشے گوشے میں لے جائیں تو مجھے یقین ہے کہ دنیا بدل سکتی ہے۔

خاکساروں کو منتشر اس لئے کیا گیا کہ وہ یقتلون و یقتلون کے حکم کو نہ سمجھ سکے

یہی سپاہی جو ہم نے ۱۸ برس کی جانکاہ محنت کے بعد اس ہندوستان کی سرزمین میں انگریز کے ہوتے ہوئے اور انتہائی بے بسی کی حالت میں پیدا کئے تھے میں نے جان بوجھ کر منتشر اس لئے کئے کہ ان میں انقلاب پیدا کرنے اور صحیح معنوں میں سپاہی ہونے یعنی قتل کرنے اور قتل ہونے کا صحیح سلیقہ نہ تھا۔ وہ صرف مرنا جانتے تھے مارنا نہ جانتے تھے۔ اور اس کا صاف ثبوت تین ماہ کے بعد ہمیں اس طرح ملا کہ اسی قوم کے آدمیوں کو مشرقی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں نے پندرہ لاکھ کی تعداد میں بے دریغ قتل کیا۔ وہ ستر ہزار عورتیں ہندوؤں کے سپرد کر کے پچاسی لاکھ بھاگ آئے اور اب تک روزانہ اپنوں کے ہاتھوں دردناک سزائیں کاٹ رہے ہیں۔ ۸ جون ۴۷ء کو میں بہار کے پچاس ہزار مہاجرین کے سلسلے میں دو ماہ کے قریب پٹنہ میں رہنے کے بعد چھ کروڑ روپے کا معاہدہ مہاتما گاندھی سے کر کے دہلی پہنچا تو رات کے گیارہ بجے خاکساروں کو جو اس وقت پورے عروج پر تھے اور کئی ہزار خاکسار پٹنہ میں کیمپ لگائے ہوئے تھے خدا کی غیبی امداد اس طرح پہنچی کہ فوج کے تین بڑے عہدیداروں نے جو خاکسار تھے چار ہزار بندوقیں اور ڈھائی لاکھ کارتوس نیز ۷۰ سپاہیوں کی پیشکش کی کہ ہم پیشتر اس کے کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کریں دہلی پر قبضہ کر لیں۔ یہ پیشکش ظاہر ہے کہ کس قدر خوفناک تھی لیکن میں نے ان چند عہدیداروں کو جو میرے پاس اس وقت تھے کہا کہ خدا کی مدد آ پہنچی ہے۔ یہ پیش کش میرا یقین ہے کہ کچھ نہ کچھ انگریز کے ایماء سے بھی ہے اور اگر خاکسار سپاہی نے اس کو قبول کر لیا تو سارا ہندوستان ہمارا ہے۔ تین دن کی سوچ بچار کے بعد خاکسار سپاہی

نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ ابھی تک جان پیاری تھی اور جان کا بت پورے طور پر ٹوٹا نہ تھا۔ میں نے سمجھا کہ ایسے بیکار سپاہیوں کو جس قدر جلد منتشر کر دوں اچھا ہے چنانچہ جولائی کے اوائل میں ان کو منتشر کر دیا جس انتشار میں وہ اب تک ہیں۔ میں اپنی عزیز عمر کو ۱۸ برس تک اس قوم کے ساتھ گنوا کر گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ ان کو اپنے ساتھ صرف سلامیاں لینے کے لئے لگائے رکھوں۔ مجھے دنیا کے آدمی میری تصانیف پر صدہا سال تک سلام دیتے رہیں گے اور اب حدیث القرآن تو وہ شے ہے جس کے آگے پوری دنیا جھک کر رہے گی۔ میں ایک مری ہوئی امت کے مرے ہوئے سپاہیوں کے سلام کیوں لوں۔ اس سے پہلے خریطہ میں لکھا ہے کہ

راہے کہ بہ منزل نہ رساند کفر است
اسلام کہ غالب نہ کناند کفر است

اس لئے مجھے کیا ضرورت تھی کہ ان نیم سپاہیوں کے ساتھ لگا رہوں۔ الغرض مسلمانو! اگر خاکسار سپاہی میں کوئی نقص تھا تو وہ یہی تھا کہ جو اوپر بیان ہوا۔ ممکن ہے کہ خاکسار سپاہی اب بھی پاکستان کی چھوٹی سلطنت میں مسلمانوں کی اس چھوٹی سی آبادی میں روحانی انقلاب پیدا کرنے کے لئے کافی ہے اور کشمیر کے معاملے میں تو وہ بالکل کافی ہے اور یقین ہے کہ وہ مرجائے گا لیکن پنڈت نہرو کی گولیوں سے پیچھے نہ ہٹے گا۔

فتح نزدیک نہیں پھٹک سکتی
جب تک قوم نیک عمل نہ ہو

مسلمانو! اب اس میرے خیال میں پوری اور کافی تشریح کے بعد تمہارا کام ہے کہ کشمیر کے متعلق میری پیش کردہ شرائط پر عمل کرو یا نہ کرو۔ اگلے ماہ دو ماہ کے اندر اندر کراچی کے چودہ لاکھ اشخاص نیکوکار ہوگئے اور تمام بدمعاشی، رعیت کی بداعمالی، حکام کی بدعملی، کلرکوں کی فتنہ انگیزی اور آپس کی لڑائی، اوپر کے وزراء اور حکام کی سرپھٹول اور کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کے ممبروں کی دھینگا مشتی ختم ہو گئی اور میں نے خود

فیصلہ کیا کہ فضا بہت کچھ سازگار ہو گئی ہے اور پاکستان کی سلطنت اب کافی طور پر مضبوط ہے تو اسلام لیگ کے رضاکاروں کو جو اب کافی طور پر منظم ہیں میری طرف سے کم از کم اجازت ہو گی کہ وہ خدا کا نام لے کر کشمیر کی طرف چلیں اور اس کو سر کر کے چھوڑیں۔ ان دو ماہ میں کراچی کے بچے بچے کے اندر دین اسلام کی روح پیدا ہو جانی چاہئے اور مسلمانو! یاد رکھو اگر پاکستان میں اسلام نہیں تو فی الحقیقت کچھ بھی نہیں اور نہ ازروئے منطق دنیا کی کسی قوم میں کچھ ہو سکتا ہے جب تک کہ اس قوم کا عمل اسلام پر نہ ہو۔

اگر اوپر کی تجویز ملت کو پسند نہیں تو کشمیر کو فتح کرنے کی دوسری تجویز

مسلمانو! اگر تمہیں میری یہ بتائی ہوئی تجویز پسند نہ ہو اور تم سمجھو کہ اتنی قربانی کرنے میں عظیم الشان مشکلات ہیں۔ کون نیک بنے اور کون جھوٹ نہ بولے، کون شراب نہ پئے اور کون زنا نہ کرے وغیرہ۔ یہ مشرقی تو ایک آفت زمانہ ہے جو سب کو ملّا بنانا چاہتا ہے۔ تو پھر بھی تمہیں محض اس بات کی خاطر کہ تم کسی غلطی میں نہ پھنس جاؤ اور کشمیر کے جوش میں آکر اپنی عقل کا توازن بھی کھو بیٹھو، محض پاکستان کی رہی سہی لاج رکھنے کی خاطر کہ وہ پچھلے آٹھ سال میں کئی شکستیں کھانے کے بعد نئی شکست میں جو مہلک ثابت ہو گی مبتلا نہ ہو یہ دوسری تجویز کشمیر کو حاصل کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں جو غالباً" کشمیر کو لینے کے بارے میں اتنی ہی موثر ثابت ہو سکتی ہے جتنی کہ میری پہلی تجویز ہے بشرطیکہ حکومت اس کو نہایت ہوشندی اور تدبر سے چلائے۔ وہ تجویز حسب ذیل ہے۔

اولاً یہ کہ حکومت پاکستان کسی جماعت کو اجازت نہ دے کہ وہ اپنے رضاکار کشمیر بھیجے کیونکہ ایسے کچے رضاکار، چند دنوں کے اندر کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ کبھی کشمیر کو سر نہیں کر سکتے اور خواہ مخواہ بدنامی کا باعث ہوں گے۔

ثانیاً" ملت کی آواز کا خیر مقدم کرنے کے لئے حکومت اپنی تربیت یافتہ فوج کے سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد کو پر امن مسلح گراہا کے لئے منتخب کرے۔ ان سپاہیوں کو

بمعہ ان کے افسروں کے ستیہ گراہا کی تحریک کے لئے اسلام لیگ یا کسی دوسری جماعت جو اس کو کامیاب کرنے کا دعوئی کرتی ہے سپرد کیا جائے۔ یہ ہزار دو ہزار سپاہی نہایت سلیقے سے کشمیر کی تحریک شروع کریں اور ادھر پاکستانی فوج کے لاکھوں سپاہی اپنے پورے سازوسامان کے ساتھ سرحدوں پر کھڑے رہیں تاکہ پنڈت نہرو پرامن ستیہ گراہا کے خلاف جو اس کے اپنے گرو مہاتما گاندھی کا پرانا حربہ ہے کچھ نہ کر سکے۔ یہ سپاہی میرے خیال میں پچاس ہزار کی تعداد میں ہونے چاہیں اور ان کو ہدایت ہو کہ نہرو کی گولیوں کے آگے مرتے جائیں لیکن کشمیر پر قبضہ کر کے رہیں۔ فوج کے یہ سپاہی بھی تو آخر مسلمان ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ ستیہ گراہا کی تحریک ان سپاہیوں سے شروع نہ ہو سکے۔

اس تجویز میں سہولت یہ ہے کہ کسی مسلمان کو نیک بننا نہیں پڑتا۔ تمام کراچی کے ۱۴ لاکھ انسان اسی طرح بدکار رہیں گے اور تمام پاکستان کے آٹھ کروڑ انسانوں پر کوئی کوتوال ہی نہیں ہو گا۔ سب کام حکومت کی فوج کرے گی۔ حکومت کشمیر کے بارے میں براہ راست فوج کشی کی زحمت اور ایک عالمگیر لڑائی کے خطرناک نتیجوں سے جو دونوں ملکوں کو ملیں گے بچ جائے گی۔ اگر مسٹر نہرو نے ان پرامن ستیہ گرہیوں پر گولی نہ چلائی تو خیر اور اگر چلائی اور ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹا تو یہ ظلم نہرو کے لئے وبال جان ہو جائے گا اور کیا عجب کہ اس ظلم کے بعد تمام ہندوستان مسلمانوں کے ہاتھ پھر آ جائے۔ دنیا کی تمام سلطنتیں نہرو کے اس ظلم کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھیں گی اور کیا عجب کہ اس کٹا کٹ میں جو نہرو بے دریغ کرتا جائے گا پاکستان کی تطہیر ہی ہوتی جائے اور پاکستان کا بچہ بچہ پھر نئے سرے سے خوفناک فاتح اسی ستیہ گراہا کے ذریعے سے ہو جائے اور اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ بھی دھل جائیں!

فوجی سپاہیوں کا ستیہ گراہا بھی بڑی موثر تجویز ہے!

مسلمانو! یہ تجویز بادی النظر میں ہی نہیں گہری نظر سے بھی زیادہ موثر اس لئے نظر آتی

ہے کہ اس کی ذمہ داری حکومت پر ہو گی اور حکومت اپنی کوشش اس کو کامیاب کرنے میں لگائے گی۔ گوا کا ستیہ گراہا تو پنڈت نہرو نے اعلانیہ طور پر چلایا تھا۔ اور اگرچہ گوا کی آبادی کو پرتگالیوں کے مظالم سے بچانے کا دعویٰ صریح طور پر لچ پنا تھا اور گوا کی آبادی عیسائی ہو کر نہرو جیسے شخص کے متعصب اور انتہائی طور پر تنگ نظر ملک کے ظلم کے ماتحت آنا نہ چاہتی تھی۔ لیکن کشمیر کا معاملہ تو قطعی طور پر مختلف ہے اور ہم دنیا کے سامنے کسی عنوان سے شرمسار نہیں ہو سکتے کہ کیوں ہم نے ستیہ گراہا کرایا۔ میرا یقین ہے کہ اس ستیہ گراہا کی تحریک میں تمام مقبوضہ کشمیر کے چالیس لاکھ مسلمان ہمارے ہم نوا ہوں گے۔ بلکہ ہمارے ستیہ گرہیوں پر نہرو کی پہلی گولی ہی ملک میں کافی طور پر آگ لگا دے گی۔ ہمارے اس اقدام میں اور بھی کئی باتیں ایسی ہیں جنکو پبلک میں ظاہر کرنا قومی مفاد کے منافی ہے اور حکومت کے لوگ اگر کافی طور پر سوچیں تو ان کو فائدے ہی فائدے نظر آئیں گے۔

آٹھ سال تک مسئلہ کشمیر کو
نہ نبٹا سکنے کی وجوہات

مسلمانو! پنڈت نہرو سے ہماری حکومت کشمیر کے مسئلے کو میز پر آٹھ سال تک اس لئے نبٹا نہیں سکی کہ نہرو اپنی قوم کی بہت سی صلاحیتوں کے باعث ایک ایسے ماحول میں ہے کہ کسی قسم کی صلاحیتوں سے عاری قوم کے حکمرانوں سے اپنے کبر و غرور کے باعث برابری کا برتاؤ کرنے سے قاصر ہے۔ نہرو صاحب کے سامنے اب تک ہماری حکومت نے کشمیر پر بحث کرنے کے لئے ایسے آدمی ہی پیش نہیں کئے جن سے نہرو مرعوب ہو سکتا تھا۔ انہوں نے مضحکہ انگیز طور پر وہ لوگ پیش کئے جن کی لیاقت کچھ نہ تھی۔ جن کے گزشتہ احوال و کوائف انتہائی طور پر اہل ' تجربہ کار' صاحب علم اور صاحب فضیلت انسانوں کے کوائف کے مقابلے میں صفر تھے۔ ایسے حالات میں کہ پاکستانی مملکت میں سائنس دان ' حساب دان' صحیح معنوں میں پروفیسر اور عالم انگلیوں پر گنے نہیں جا سکتے اور بین الاقوامی شہرت کا ایک متنفس بھی پاکستان کی حکومت میں کسی جگہ نظر نہیں آتا' پنڈت نہرو صاحب کا پاکستان کو حقارت کی نظر سے دیکھنا کچھ متعجب

نہیں کرتا۔ کیونکہ بلا خر اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو دنیا کی موجودہ حکومتوں اور زندہ قوموں کے نزدیک تو وہی ملک قابل ذکر یا لائق لحاظ ہو سکتا ہے جس ملک کے اندر کثرت سے سائنس دان ہوں' بڑے سے بڑے جید عالم ہر یقینی علم کے ہوں' تاریخ دان ہوں' جغرافیہ دان ہوں' علم طب کے فرید الدھر ہوں' علم طبقات الارض کے بڑے علماء اور ماہر ہوں وغیرہ وغیرہ۔ پاکستان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کی کہانیاں میں نے خود وزرائے حکومت کی زبان سے اس قدر سنی ہیں کہ مجھے پنڈت نہرو کے غیر معمولی کبر و غرور پر بعض اوقات طیش آ جاتا ہے۔ کیونکہ پنڈت نہرو جیسا شخص جو کیمبرج میں کوئی بڑا اعزاز حاصل نہ کر سکا اور جو تھرڈ کلاس طلباء میں سے تھا صرف اپنے گرداگرد اپنی قوم کے سینکڑوں سربرآوردہ عالموں کے بل پر پاکستان کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ اس کو ابھی تک معلوم نہیں کہ پاکستان کے اندر بھی ہندوؤں سے بدرجہا بہتر اہلیت کے لوگ موجود ہیں لیکن وہ حکومت میں آنے سے کتراتے ہیں۔

پاکستان میں ایک کروڑ روپیہ کی لاگت سے "سائنٹیفک انسٹی ٹیوٹ" بنانے کی تجویز

مسلمانو! پاکستان میں اسی درماندگی کے باعث جو میں نے اب ظاہر کی ہے اور جو مجبورا" میرے قلم سے نکلی ہے میں چاہتا ہوں کہ کراچی کی اس سرزمین میں جہاں بڑے بڑے سرمایہ دار سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں اس امر کی تحریک کروں کہ سردست ایک کروڑ روپے کی لاگت سے پاکستان میں اب کے سال ایک سائنٹیفک انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جائے جو ہر حالت میں ہندوستان کی تمام علمی تجربہ گاہوں سے سبقت لے جائے۔ میں تاجر صاحبان اور امرائے کراچی و پاکستان سے اس موقع پر اپیل کرتا ہوں کہ اسلام لیگ کی اس کنونشن میں اپنے اپنے چندے دن کا اعلان کریں اور یہ چندوں کی اپیل تین دن تک کراچی کے گوشہ گوشہ میں گونجتی رہے۔ اگر اس اپیل کے بعد یہ سائنٹیفک انسٹی ٹیوٹ مسلمانوں کی متحدہ کوشش سے نہ بن سکا تو میرے نزدیک پاکستان کی ایک اور کمزوری ہو گی جس کے باعث کشمیر کا پنڈت نہرو سے

ملنا اور مشکل ہو جائے گا۔

مسلمانوں کے لئے دو راستے!

اب اس تمام تصریح کے بعد مسلمانو! تمہارے سامنے دو مختلف راستے ہیں جو دراصل ایک ہی مقصد کی طرف جا رہے ہیں۔ دونوں راستوں کی منزل حصول کشمیر ہے۔ اگر اپنی جدوجہد سے کشمیر حاصل کرنا چاہتے ہو تو پوری ملت کی تیاری لازمی امر ہے۔ اگر حکومت کی وساطت سے کشمیر حاصل کرنا چاہتے ہو تو حکومت کو اس پر تیار کرو کہ وہ متیہہ گراہا کو اپنی فوج کے سپاہیوں سے چلائے۔ اس متیہہ گراہا سے اتنا ضرور ہو گا کہ کشمیر حاصل ہو جائے اور شاید کشمیر کے حاصل ہو جانے کے بعد پوری ملت ہوش میں آجائے اور اپنی بداعمالیوں کو بھی درست کر لے۔ میں اب آپ سے رخصت ہونے کے لئے خدا حافظ کہتا ہوں۔

۲۱ ستمبر بوقت ۱۱ بجے شب

عنائت اللہ خان المشرقی

قوم کے زوال کا اصلی باعث

علامہ صاحب کے ذہن سے کشمیر نہیں نکل سکتا تھا اور اسی مقصد کے لئے انہوں نے کراچی میں کشمیر کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد انہوں نے لاہور میں ایک کانفرنس اس مقصد کے لئے بلائی کہ خاکساروں اور اسلام لیگ کو مسلم لیگ کا نام دیا جائے تاکہ برصغیر کے وہ علاقے جن کو ذہن میں رکھ کر مسلمانوں کے جم غفیر نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا حاصل کرنے کے لئے پھر سے وہی ماحول پیدا کیا جائے۔ وہ علاقے پورا پنجاب، پورا بنگال اور پورا آسام کے علاوہ دونوں بازوؤں کے درمیان ہمالیہ کے دامن کے ساتھ ساتھ دو سو میل چوڑا علاقہ تھا۔ لاہور کی اس کانفرنس پر کی گئی تقریروں پر علامہ صاحب کا ردعمل درج کیا جاتا ہے جو ہفت روزہ البلاغ لاہور میں ۱۷ اگست ۱۹۷۳ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔

خدا پر غلط توکل

پاکستان کے اسلامی بھائیو! کل رات کی ذہنی عیاشی میں جو پاکستان کے سب سے بڑے شہر کے اسی پنڈال میں بارہ بجے رات تک ہوتی رہی میں دیکھتا رہا ہوں کہ اس قوم کے جو آٹھ سال سے نام نہاد آزادی حاصل کرنے کے باوجود دکھ میں ہے، چہرے، حلیے اور بشرے کیا ہیں۔ دیکھتا رہا ہوں کہ صدیوں تو خیر، اسی پچاس ساٹھ سال میں کہ میرا اس قوم سے واسطہ رہا ہے مسلمان کیا سے کیا بن چکے ہیں۔ زندہ قوموں کے افراد کو دنیا کے کئی خطوں میں دیکھا تو حیران تھا کہ ان کے چہروں پر عزم، استقلال اور امید کے نشان کیونکر پیدا ہوئے تھے۔ ان کی گفتگوؤں کے اندر کیوں پختگی اور سنجیدگی ہے، ان کے دلوں میں کیوں ارادے ہیں، انکے ماتھوں پر کیوں نیک بختی کے نشان ہیں، ان کی منٹ منٹ کی حرکتوں میں کیا آسانی اور روانی ہے۔ کیا اتحاد عمل ہے، کیا دلوں کا ملاپ ہے، کیا مضبوط ہونے کی خاموشی ہے، کیا قوت کا پیدا کیا ہوا امن ہے۔ رات کو

کئی گھنٹے ہمارے شاعر لیڈر قوم کو گیت گا گا کر اٹھانے میں مصروف تھے' کئی اپنی چیخوں سے جگانے میں لگے تھے۔ نعرے لگوا لگوا کر گرم کرنے کے زعم میں تھے مگر میں صرف قوم کے چہروں' حلیوں اور بشروں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس نظارے میں جو کل رات دیکھا دو چیزیں نمایاں طور پر نظر آئیں۔ پہلی چیز یہ تھی کہ کشمیر کا انتہائی طور پر خطرے والا مسئلہ سامنے ہو ہوا کر ہر شخص جلسے کو صرف تماشا سمجھ رہا تھا' ذہن خالی تھے' دلوں میں ناسمجھی کی ویرانیاں تھیں' نہ سوچ سکنے اور سب معاملہ کسی فرضی خدا کے فضل و کرم پہ چھوڑ دینے کی بے آبادیاں تھیں۔ شاعروں کے شعروں سے قوم کو صرف یہ آرزو تھی کہ داد لینے والے شعر پڑھے جائیں' شعر کے مضمون پر عمل یا اپنی درماندگیوں پر غم سے کسی کو بحث نہ تھی۔ مقرروں کی تقریروں سے ذہن اس میں مصروف تھے کہ کس مقرر نے خوب کہا' کونسا بازی لے گیا' کس کا ادا کرنے کا انداز اچھا تھا' وغیرہ وغیرہ۔ دوسری شے جو اس مجلس میں نمایاں تھی وہ ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان سے بیگانگی تھی۔ میں نے اول سے آخر تک کوئی حرکت نہیں دیکھی جس سے میں سمجھوں کہ مسلمان ایک امت ہیں۔ کسی آنکھ میں بے چینی' کسی زبان میں محبت کی پاکیزگی' اور کسی گفتگو میں مٹھاس پوری ملت میں موجود نہ تھی۔ ان حالات میں مسلمان بھائیو! تم سوچو کہ پچھلے آٹھ برس کے زوال کے بعد اب تمہیں اکٹھا کر کے جلسے کرنے کی وقعت کیا باقی رہ گئی ہے۔ کشمیر کا مسئلہ لے دے کر ایک مسئلہ ہے جس پر تمہیں اٹھایا جا سکتا ہے اس لئے میں آج اس پر زور دوں گا کہ تم اس مسئلے کو سامنے رکھ کر اپنے اخلاق کے سب عنوان بدل دو۔ ذہنوں میں سوچ پیدا کرو' دلوں میں ارادوں کو اٹھاؤ' کشمیر کو حاصل کرنے کی دشواریوں کے تخمینے لگا کر مشکلوں کو حل کرنے کا بھائی چارہ پیدا کرو۔ قوم اس وقت اٹھنے لگتی ہے جب زور اکٹھا لگے اور قوم کا زور اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ دل صاف ہوں' کسی کی کسی سے بدگمانی نہ رہے۔ ہر دوسرے کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں' اپنے پچھلے گناہوں کی بزدلی کو ہٹا کر نئے سرے سے نیک کام کرنے کا ارادہ پیدا ہو۔ میں نے رات معلوم کیا کہ گھنٹوں کی وعظ و نصیحت کے بعد بھی باہر جا کر کسی مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان سے کشمیر کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ سب جلسے کے تماشے کا مزا ذہن میں رکھے خود

بخود بکھر گئے اور وہ معاملہ جس کی وجہ سے آٹھ برس سے پاکستان برابر کمزور ہو رہا ہے وہیں کا وہیں پڑا رہا۔

مسلمانو! ایک دوسری بات جو تمہیں اس گری ہوئی حالت سے بلند ہونے نہیں دیتی وہ تمہارا خدا پر غلط توکل اور اس کا غلط ترین تخیل ہے۔ تم آج خدا کو اپنی جیب میں ڈالے بیٹھے ہو حالانکہ خدا اس زمین و آسمان کا مالک مطلق ہے جس کے آسمان میں کروڑ در کروڑ ستارے اور سیارے زمین سے لاکھوں گنا بڑے لاکھوں سال سے اس کے حکم کے مطابق اسکے مقرر کئے ہوئے اندازے سے حرکت کر رہے ہیں اور قرآن حکیم میں صاف لکھا ہے کہ یہ کروڑوں ستارے میں نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں۔ تم پستی اور زوال کی طرف اس لئے روز بروز گھسٹ رہے ہو کہ تم نے خدا جیسی عظیم ترین شخصیت کو معاذ اللہ مکھی اور مچھر سے زیادہ بے حقیقت کر دیا ہے۔ تمہارے ذہن میں وہ ویرانیاں بس رہی ہیں کہ دو چار دفعہ زمین پر ٹکر مار کر یا کسی فقیر کو دو پیسے دے کر خدا کی عبادت کا احسان اس طرح جتلا رہے ہو کہ معاذ اللہ خدا تمہارے در کا فقیر ہے۔ تم خدا کو اسی طرح کا فقیر اور محتاج سمجھ کر بے دھڑک گناہ کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ وہ چھوٹی سی ہستی تمہاری ذرا سی خیرات یا ایک دو رسمی سجدوں سے خوش ہو جائے گی۔ حیرت اور غضب یہ ہے کہ تم آئے دن اپنے روز مرہ کے حالات میں روز آزماتے ہو کہ تحصیلدار تو خیر بڑی چیز ہے تحصیلدار کے چھوٹے سے کلرک کو خوش کر کے اس سے اپنا کام لینا کتنی کٹھن کا کام ہے۔ روزانہ اس کی خوشامد کرتے ہو اور وہ تم کو دھتکارتا اور دھکے دیکر باہر نکال دیتا ہے اور رشوت لئے بغیر تم سے بات کرنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن خدا کے متعلق تمہاری خوش فہمی اس قدر مضحکہ انگیز ہے کہ دلوں میں تسلیاں لئے بیٹھے ہو کہ وہ خود بخود تمہاری مشکلیں آسان کر دے گا، تمہیں خود بخود کشمیر دلا دے گا، خود بخود فضل خدا تمہارے شامل حال ہو جائے گا۔ مجھے تمہارے اس توکل پر جو تم نے مکرو فریب سے اختیار کر کے قوم کی بیخ و بنیاد اکھیڑ دی ہے وہ ہنسی آتی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس قوم کے آنکھ اور کان قطعاً" نہیں رہے۔ روزانہ تم بدحال سے بدحال ہو رہے ہو اور جوں جوں بدحال ہوتے جا رہے ہو اور برائیاں اپنی بدحالی کو خوشحالی میں بدلنے کے لئے کرتے

ہو۔ لیکن خدا پر توکل کا انداز یہ ہے کہ اسی آٹھ سال کی بیکاری میں اور بکھرتے جا رہے ہو اور اب بکھرنے کی حد یہ ہے کہ جب تمہیں سوچنے سمجھنے کے لئے جلسوں میں اکٹھا کیا جاتا ہے تو اسی طرح کورے کے کورے واپس چلے جاتے ہو جس طرح کہ تم آئے تھے۔ مجھے تو ایمانداری سے نظر آرہا ہے کہ خدا ان قوموں کو ترقی دے رہا ہے جو خدا پر تمہاری طرح کا توکل نہیں کرتیں' بلکہ اپنے دست و بازو پر بھروسہ کر کے کام کر کر کے اپنی مزدوری خدا سے نقد لے رہی ہیں۔

رہنماؤں پر غلط بھروسہ

مسلمانو! دوسرا بڑا بھاری نقص جو قوم کی رگ رگ میں بے عملی کے باعث بس چکا ہے وہ خدا پر غلط بھروسہ کے بعد قوم کے رہنماؤں پر غلط بھروسہ ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ آٹھ سال سے تمہاری سمجھ یہی رہی ہے کہ تمہارے قومی رہنما تمہیں پاکستان کے جنت کی طرف ضرور لے جائیں گے اس لئے تمہیں خود فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ تمہیں ان پر کامل بھروسہ تھا اس لئے ان قومی رہنماؤں نے دل کھول کر تمہیں استعمال کیا اور تم سے فائدہ اٹھایا۔ نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ اسی غلط بھروسہ کی ایک شق تمہاری شخص پرستی ہے جو بڑی مدت سے قوم کے اخلاق کا جز بن رہی ہے۔ اسی شخص پرستی کے باعث غریب امیر کا غلام ہے' قوم رہنما کی غلام ہے' فرد اپنے پیر کا غلام ہے' محلّہ میں رہنے والا اس محلّہ کے کسی چوہدری کا غلام ہے۔ خدا کا کوئی غلام نہیں بنتا اور ہر جگہ نئے نئے خدا بنے ہوئے ہیں۔ اس شرک کے باعث قوم میں تفرقہ ہے اور سب لوگ بکھرے ہوئے ہیں۔ قرآن میں صاف کہا گیا تھا کہ دیکھنا مشرکوں میں سے نہ ہو جانا اور مشرک وہ لوگ ہیں جنہوں نے جماعت میں تفرقہ ڈالا اور پارٹی بازی کر کے الگ الگ گروہ بن گئے۔ اب ہر گروہ اس بات پر خوش ہے جس کو وہ پکڑے ہوئے ہے۔ اسی لحاظ سے میں نے پاکستان بنتے وقت پہلا اعلان یہ کیا تھا کہ اب جب کہ اسلامی حکومت بن چکی ہے تمام پارٹیوں کو توڑ دیا جائے اور پہلی جماعت جو منتشر کی گئی وہ خاکسار تحریک تھی۔ اب چونکہ خاکسار بھی اسی طرح اپنے اخلاق میں گر چکا ہے اور اس نے قوم میں خمیر بن جانے کا فرض ادا نہیں کیا جس کے

متعلق اس کو کہا گیا تھا وہ بار بار اسی مرحوم خاکسار تحریک کو یاد کر کے (جس کو پھر زندہ کرنے کا موقع ہی نہیں رہا) پھر خاکساروں کی چھوٹی سی نقل کر کے اپنے نفس کو موٹا کر رہا ہے اور باوجود اس کے کہ کراچی کنونشن میں ساٹھ نمائندوں میں سے صرف ایک شخص نے میری عدم موجودگی میں اس امر کی تائید کی تھی کہ خاکسار تحریک کو پھر زندہ کیا جائے' ان کنونشنوں میں اسلام لیگ کے رضا کار پھر مارچ وغیرہ کرتے ہوئے اور وردی پہنے نظر آرہے ہیں۔ حالانکہ اگر خاکسار سچ مچ قرون اولیٰ والے اور قرآن والے اسلام پر قائم رہتا تو وہ سب مسلمانوں کی امت کو بلند اخلاق کر کے تمام قوم کو ایک رنگ میں رنگ دیتا۔ کل رات جو نعرے تم نے میرے متعلق اور جو تعریفیں تم نے میری سنی ہیں وہ اسی شخص پرستی کی وجہ سے ہیں اور تم سمجھ سکتے ہو کہ مجھے ان کا کتنا دکھ ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ جب موقع تھا ۴۷ء میں دہلی پر قبضہ نہ کر سکے ورنہ آج مسلمانوں کا باوا آدم ہی بدلا ہوا ہوتا۔ آج جب کہ وہ فاختہ ہی اڑ چکی ہے جس کو خلیل خان اڑایا کرتے تھے ان کو یہ حسرت ہے کہ کاش ہم پھر خاکسار بنیں۔ یہ صرف شخص پرستی اور شخص پرستی کے ساتھ ساتھ نفس پرستی کا نتیجہ ہے۔ خاکسار تحریک منتشر ہونے کے بعد خاکسار سپاہی کا فرض تھا کہ وہ اپنے نیک عمل اور عمدہ کردار سے تمام قوم کو خاکساروں جیسا کر دیتے اور جس طرح خاکسار تحریک میں مسلمانوں کے تمام فرقے سنی' شیعہ حنبلی' مالکی' شافعی' اہل حدیث' اہل قرآن سب شامل رہے' اسی طرح سب قوم کو ایک اور نیک کر دیتے۔ اس شخص پرستی کا نتیجہ اس آٹھ سال میں یہ ہوا ہے کہ ہر لیڈر نے اپنے گرد ایک پارٹی بنا لی ہے جو عوام کو استعمال کر کے اپنا الو سیدھا کر رہی ہے اور پاکستان برابر کمزور سے کمزور تر ہو رہا ہے۔ اب بھی اگر خاکسار سپاہی ۸ سال کے بعد اپنے اخلاق اور کردار سے قوم کو ایک نظم و نسق میں پرونا چاہئے تو وہ یقیناً" کر سکتا ہے۔ پیٹیاں اور وردیاں پہن کر مارچ کرنا صرف نفس پرستی ہے' ان کا وقت انگریز کا زمانہ تھا جب کہ ہمارا مقابلہ انگریز اور ہندو سے تھا۔ رسول خدا صلعم کے زمانے میں پیٹیاں اور وردیاں نہ تھیں۔ اس وقت مسلمان کا اپنا کردار تھا جس نے سب مسلمانوں کو ایک کر دیا تھا۔ اب اگر ضرورت ہے تو اسی شے کی کہ پیٹیوں اور وردیوں کے بغیر مسلمان ایک اور نیک ہو جائیں۔

مسلمانو! ان تاثرات کے بعد جو تمہارے کل رات کے عمل نے مجھ میں پیدا کئے ہیں میں آج رات تمہیں اس بات پر لانا چاہتا ہوں کہ جلسوں کے کرنے سے تمہاری قسمتیں اس وقت تک بہتر نہیں ہو سکتیں جب تک کہ تم ان جلسوں میں آکر کوئی ٹھوس پروگرام اپنے ساتھ نہ لے جاؤ۔ جلسوں کو تماشا سمجھنے سے تمہارا روگ اور لا علاج ہو جائے گا۔ اس وقت کئی مسئلے تمہیں درپیش ہیں اس لئے اپنے دماغوں کو ہوش میں لاؤ کہ یہ مشکل مسئلے کیونکر حل ہو سکتے ہیں۔ خدا پر غلط توکل کو چھوڑ دو۔ اپنا اخلاق بدلنے کی سعی کرو۔ سمجھ لو کہ مخلص سے مخلص رہنما بھی اس وقت تمہاری قسمت بدل سکتا ہے کہ تم خود بلند کردار کے مالک بنو' خود قربانی کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ نرے جلسوں میں آکر تقریریں سننے سے قومیں بلند نہیں ہو سکتیں۔

۱۹۷۰ء کے سنگین حالات کی پیشگوئی

۱۹۵۶ء کے وسط میں علامہ صاحب نے خاکسار کیمپ منعقدہ منٹو پارک لاہور میں خطاب کے دوران اپنے اندر کے دکھ کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

" مسلمان بھائیو! میں نے مسلمان قوم کی حالت کو دیکھتے ہوئے کافی سوچ بچار کے بعد ۱۹۳۱ء میں خاکسار تحریک شروع کی تھی جس کا مقصد دنیا میں غلبہ اسلام تھا اور روئے زمین پر مسلمان قوم کی حکومت قائم کرنا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ ہندوستان کا مسلمان سپاہیانہ زندگی اختیار کر کے آنے والے حالات میں اپنی عزت اور جان و مال کو بچا سکے اور مسلمان منظم ہو کر انگریز سے اپنا حق چھین لے۔ نیز ہندوستان پر بادشاہت کا حق بھی مسلمان قوم ہی کو ملے۔ مگر مسلمان نے میری بات پر توجہ نہ دی اور مجھے پاگل اور دیوانہ سمجھتی رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقسیم کے وقت مسلمان قوم کو ستر ہزار عصمتوں اور لاکھوں انسانوں کی قربانی دینی پڑی۔ تقریبا" دو کروڑ مسلمانوں کو اپنے گھر چھوڑنے پڑے۔ تقریبا" ساڑھے تین کروڑ مسلمانوں کو ہندو کی غلامی اختیار کرنی پڑی۔ اتنا بڑا عذاب شاید ہی کسی قوم پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہو۔ میں نے حکومت وقت کو ۱۹۴۷ء میں کئی بار مطلع کیا اور مسئلہ کشمیر کو سلامتی کونسل میں پیش کرنے کی سخت مخالفت کی کہ اگر یہ مسئلہ سلامتی کونسل میں چلا گیا تو پھر

قیامت تک حل نہیں ہو سکے گا۔ میں نے حکومت وقت پر زور دیا کہ کشمیر کر بزور جہاد حاصل کیا جائے لیکن میری باتوں پر توجہ نہ دی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کشمیر کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔ پھر ۱۹۵۰ء میں دوبارہ کشمیر کو ہر حالت میں حاصل کرنے پر زور دیا کیونکہ اگر کشمیر حاصل نہ کیا گیا تو بھارت تمام دریاؤں کا رخ موڑ دے گا۔ مگر میری بات کو مجذوب کی بڑ قرار دے کر ٹھکرا دیا گیا اور برسراقتدار طبقہ کے حکم سے ڈیڑھ سال کے لئے بغیر مقدمہ چلائے مجھے جیل میں ڈال دیا گیا۔

"میں نے مشرقی اور مغربی پاکستان کو آپس میں مضبوط اور طاقتور ایک جان دو قالب بنانے کے لئے ایک پروگرام دیا کہ دونوں طرف سے تقریباً" دس لاکھ انسانوں کو دونوں طرف آباد کر دیا جائے۔ تاکہ ان کی تہذیب' کلچر اور رہن سہن مشترک ہو جائیں۔ شادی بیاہ کے بندھن میں ایک دوسرے سے لگاؤ پیدا کریں۔ تاکہ کوئی بھی طاقت ملک کے دونوں حصوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکے۔ اس پر بھی حکومت نے توجہ نہ دی۔

"مسلمانو! میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ:

ایک ایسا دور آنے والا ہے جو غالباً" ۱۹۷۰ء کا دور ہو گا۔ اس دور میں میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ ہر طرف سے یورش کا ایک طوفان اٹھ رہا ہو گا۔ ملک کے اندرونی حالات بڑے خراب ہو گئے ہوں گے۔ خون خرابے کا ہر وقت خدشہ ہو گا۔ نسلی اور صوبائی تعصب کو ہر جگہ ہوا دی جا رہی ہو گی۔ زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے ہوں گے۔ ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے پروگرام بن رہے ہوں گے۔ میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ اگر ملک کی قیادت مضبوط ہاتھوں میں نہ ہوئی تو جان لو کہ اس ملک کا بچنا محال ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے کٹ جائے۔ اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھا کر کہیں انڈیا ملک کو ہڑپ نہ کر لے یا ہو سکتا ہے کہ غلط قسم کے لوگ برسراقتدار آکر پاکستان کو ہندوستان کی غلامی میں دے دیں۔

"میں تمہیں ۱۹۷۰ء کے لئے خبردار کرتا ہوں کہ اس وقت کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دو۔ اس وقت تک اس ملک میں ہر فرد اپنے آپ کو منظم کرے تاکہ ملک کے بیرونی اور اندرونی دشمن فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

"یاد رکھیئے! تم نے اگر ایسا نہ کیا تو ایک بہت بڑا عذاب تم پر پھر نازل ہو گا۔ ۱۹۴۷ء میں تمہارے لئے جائے پناہ تھی جس میں آکر تم محفوظ ہو گئے مگر اب میری نگاہیں دیکھتی ہیں کہ ایک طرف اٹک کا دریا ہو گا اور دوسری طرف چین کی سرحدیں ہوں گی۔ تمہارے لئے کہیں بھی جائے پناہ نہ ہو گی۔ تمہیں ہندو کا غلام بن کر رہنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری نسلیں در نسلیں ہندو کی غلامی میں رہیں۔ اگر تم آزاد رہنا چاہو گے تو پھر تمہیں ہندو مت اختیار کرنا پڑے گا جو کہ تمہاری زندگی کا سب سے برا دن ہو گا کہ تم اپنے مذہب سے ہٹ کر دوسرا مذہب اختیار کر رہے ہو گے۔

"نافرمان قوموں پر خدا کا عذاب ان کے اپنے ہی اعمال سے آیا کرتا ہے۔ اس عذاب سے بچنے کے لئے ابھی سے خدا کے سپاہی بن کر طاقت ور بن جاؤ۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

خاکساروں کے اجتماع سے خطاب

اسی موقعہ پر خاکساروں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے علامہ مشرقی نے کہا:

"خاکسارو! میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ ۱۹۷۰ء کا دور نہایت ہی خطرناک ہو گا۔ مسلمان، مسلمان کے خون کا پیاسا ہو رہا ہو گا۔ تمام ملک کے اندرونی لیڈر بیرونی طاقتوں کے اشارے پر اس ملک کے ختم کرنے کے پروگرام میں مصروف ہوں گے۔ اگر وہ اپنے اس پروگرام میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھو ہو سکتا ہے کہ یہ ملک پھر انڈیا کی غلامی میں چلا جائے اور مسلمانوں کی نسلیں در نسلیں ہندو کی غلامی میں چلی جائیں۔

"یاد رکھو! اگر ۱۹۷۰ء میں ملک کی قیادت مضبوط ہاتھوں میں نہ ہوئی اور بر سر اقتدار طبقے نے دانشمندی کا ثبوت نہ دیا تو ہو سکتا ہے کہ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے کٹ جائے جو کہ ہمارے لئے بہت ہی برا دن ہو گا۔

خاکسارو! میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ ۱۹۷۰ء کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دو تاکہ تم اس وقت ملک کو بچانے کے لئے کوئی اہم کردار ادا کر سکو۔

"یاد رکھو! اگر اس وقت تم طاقتور نہ ہوئے اور غلط لوگ برسر اقتدار آگئے تو تمہارا حشر بہت برا ہو گا۔ تمہیں تمہارے گھروں سے نکال کر چوراہوں پر پھانسی کے پھندوں پر لٹکا دیا جائے گا۔ اس لئے تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ تم آج ہی سے اس وقت کے لئے تیاری کر کے اپنے آپ کو بہت ہی طاقت ور بنا لو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو"۔

مسلمان قوم اور خاکسار' دونوں نے مشرقی کی وارننگ پر توجہ نہ دی اور ۱۹۷۰ء میں وہی کہرام برپا ہوا جس کا اندازہ انہوں نے پیش کیا تھا۔ بھارت نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے الگ کر دیا۔

یوم انقلاب

۱۹۵۶ء کے وسط میں حالات کی خطرناک صورت کا جائزہ لینے کے بعد علامہ صاحب نے جب قوم اور اس کے رہنماؤں کی بے حسی پر نگاہ ڈالی تو انہیں قوم کو متحرک کرنے کے لئے تن تنہا میدان میں اترنا ناگزیر دکھائی دیا۔ اس سلسلہ میں کشمیر کو ہر قیمت پر حاصل کرنا ہی ایسا پروگرام تھا جو قوم کو یاس و ناامیدی کی گہرائیوں سے نکال کر آگے بڑھنے کے امکانات سے آگاہ کر سکتا تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے نہایت جرات مندانہ پروگرام دیا۔ اس پروگرام کے راستے میں کون رکاوٹ بنا اور کیسے یہ داستان کتابچہ میں اپنے مقام پر آرہی ہے ۔ تاہم جوشے واضح ہے وہ یہ ہے کہ علامہ مشرقی واحد قومی رہنما تھے جو فتح کشمیر کو پاکستان کے نہ صرف بچاؤ بلکہ اس کے بہت جلد ایک قوت بننے کا ذریعہ تصور کرتے تھے۔ ان کا اس سلسلہ کا آخری پروگرام انتہائی جرات آموز اور دل آویز تھا۔ اس پروگرام کی ابتدا انہوں نے یکم جنوری 1957ء میں کی۔ اور "یوم انقلاب" کے نام پر کئی خطابات کے ذریعے حصول کشمیر کے تمام راستے قوم کے سامنے کھول کر رکھ دیئے۔ پہلا خطاب درج ذیل ہے۔

یکم جنوری 1957ء کو لاہور منٹو پارک میں علامہ مشرقی کا خطاب

دس سال کے بعد یوم حساب!

پاکستان اور ہندوستان کے بارہ کروڑ اسلامی بھائیو اور برادر اقوام کے انصاف پسند اور انسان پر انسان کے ظلم سے نفرت کرنے والے انسانو! آج یکم جنوری ۱۹۵۷ء کو روئے زمین کی دو ارب یعنی دو سو کروڑ آبادی کے چوتھے حصے پچاس کروڑ ہندو اور مسلمان انسانوں کے لئے ۱۹۴۷ء کے خونی انقلاب کی جس میں ہندوستان اور پاکستان دونوں طرف سے کم و بیش ڈیڑھ کروڑ یعنی ایک سو پچاس لاکھ مسلمان بلکہ ہندو بھی قتل یا برباد ہوئے' دسویں سالگرہ ہے۔ دس سال تک انسان انسان کے ظلم سے دن رات چیخوں اور کراہوں میں گزارتا رہا۔ دس سال تک یہ چیخیں انسانی دلوں سے اٹھ اٹھ کر آسمانوں اور خدا کے عرش کو ٹکراتی رہیں۔ دس سال تک خدا کا عرش ہلتا رہا۔

ہچکولوں اور دھیمی ہلنے کی گونج سے انسان کو بیدار کرتا رہا کہ اے انسان! تیرا انسان پر ظلم قانون فطرت کے خلاف ہے' خدا کی مرضی اور منشا کے خلاف ہے' انسانیت کے خلاف ہے' آداب شعور اور اسالیب عقل و ذہن کے خلاف ہے' انسان کے انسان ہونے کی وضع اور رنگ کے خلاف ہے۔ دس سال تک بربادی' بے کسی' رنج' دکھ' بھوک اور ننگ کی آہیں آسمانوں کو دھوئیں میں لپیٹ کر اور فضا کو دھندلا کر کے زبان حال سے کہتی رہیں کہ اے انسان دیکھ اور غور کر کہ اس آسمان اور زمین کے اندر ہر شے اپنے اپنے کام پر لگی ہے' سورج اپنے وقت پر نکلتا ہے اور وقت پر ڈوبتا ہے' چاند اپنے قاعدے سے بڑھتا اور گھٹتا ہے' ستارے کروڑوں کی تعداد میں بے پناہ گھومتے ہیں اور آپس میں نہیں ٹکراتے' دریا چل رہے ہیں اور نہیں ٹھہرتے' سمندر اچھل رہے ہیں اور نہیں تھمتے' ہوائیں چل رہی ہیں' بادل برس رہے ہیں اور جو قاعدے فطرت نے ان کے لئے روز اول سے بنا رکھے ہیں ان سے کوئی سرمو ادھر ادھر نہیں ہٹتا۔ لیکن تو انسان ہے جو انسان اور ذی شعور ہو کر انسانوں پر ظلم کر رہا ہے' ان کے آرام کو برباد کر رہا ہے' ان کی مصیبتوں پر ہنس رہا ہے' ان کی آہوں سے کھیل رہا ہے۔ ان کے دکھ کو اپنے نفس کے آرام کا سامان بنا رہا ہے۔ ان کے گھروں اور جھونپڑوں' ان کے بھوکے پیٹوں' زرد چہروں' مایوسی اور ناکامی سے کانٹوں کی طرح سوکھے ہوئے بدنوں' بیماریوں اور زخموں سے لہولہان جسموں اور دلوں کو دیکھ کر ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ ہاں انسان تو فطرت سے باغی ہے۔ بے شک خدا اور فاطرالارض کی ہستی کا منکر ہے' دوسروں کے آرام اور چین کے حصے کو اپنی طرف گھسیٹ کر خوش ہے کہ تو نے اپنا آرام اور چین تو بنا لیا۔ لیکن مخلوق خدا کے ایک بڑے حصے کو جہنم کے کنارے لگا دیا! تو دیکھ اور غور سے دیکھ کہ دنیا کی کوئی شے سوائے تیرے خدا اور فطرت کے بنائے ہوئے قاعدے سے ایک لحہ کے لئے ہٹی ہے' کسی ایک شے نے اس دنیا میں اپنا مقرر کیا ہوا قاعدہ بدلا ہے' کیا سورج نے کبھی اپنی گردش کا قاعدہ بدلا' کیا چاند اپنی مرضی کے مطابق بڑھایا گھٹا' کیا دریا اپنی روانی سے کبھی تھمے' کیا ایک جنس کے حیوان نے اپنی جنس کے حیوانوں کو کبھی قتل کیا' کیا بلی اپنے کبوتر کو مار کر کھا جانے کی عادت سے ایک لحہ ادھر ادھر رہی' کیا لومڑی اپنی

مکاری کی فطرت سے کبھی ہٹی' کیا شیر اپنے مقرر کردہ شکار کرنے کی طبیعت سے برگشتہ ہوا' کیا سانپ اور بچھونے اپنی عطا کی ہوئی عادت سے ہٹ کر کبھی ڈسنا چھوڑ دیا۔ لیکن تو انسان ہے کہ انسان اور ذی شعور ہو کر' ایک جنس کا اور ایک پانی کے نطفے سے ہو کر' ایک ماں باپ کی اولاد اور ایک خدا کا بندہ ہو کر' ایک شکل اور ایک قطع اور وضع کا ہو کر دوسرے انسانوں کو دس برس سے قتل کر رہا ہے' ہم جنس انسان کے لئے بلی اور لومڑی' سانپ اور بچھو بن رہا ہے' فطرت کے مقرر کئے ہوئے قاعدوں اور دنیا کے مسلمہ اصولوں سے ہٹ کر اس امن اور سلامتی کے عظیم الشان اور مضبوط' اٹل اور انموڑ کارخانے میں فساد اور زلزلہ پیدا کر رہا ہے۔ ہاں مسلمانو اور برادر اقوام کے بھائیو! دس سال کے بعد آج یکم جنوری ۱۹۵۷ء کا پہلا دن ہے کہ دنیا کی آبادی کا چوتھا حصہ اس امر کا جائزہ لے کہ دس سال تک اس سرزمین ہند میں انسان کے کرتوت کیا رہے' کتنے گھر چیخوں اور آہوں سے بے پناہ طور پر برباد ہوئے' کتنے سہاگ لٹے' کتنی مائیں بے اولاد ہوئیں' کتنی بے گناہ عورتوں کی عصمت دری ہوئی' کتنے رحم کٹ گئے' کتنی انسانی روحیں قبروں کی تاریکیوں میں گئیں اور کیا قیامت آئی جس نے خدا کے عرش کو ہلا ہلا کر وہ سماں پیدا کر دیا کہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کے دل جو امن اور سلامتی' خدا اور فرشتوں کے بسنے کی جگہیں ہونی چاہئیں آج دھوؤں کی طرح پریشان' طوفانوں کی طرح بے چین اور زلزلوں کی طرح بے آرام ہیں اور لوگ کیڑوں کی طرح ایک میدان میں اس لئے جمع ہوئے کہ انسان پر انسان کے ظلم کی داستان دس برس کے بعد سنی جائے اور شاید کہ اس ظلم سے پناہ لینے کا کوئی راستہ پیدا ہو!

عجز و بے بسی کی خاموشی کے بعد بیداری کا بگل

مسلمانو اور بھائیو! اس دس سال کی خاموشی اور سناٹے کے بعد جو اندر ہی اندر کروڑوں مخلوق کی بے کسی اور بے بسی سے پیدا ہوا اور ظالم اس خلا کو مظلوم کی موت کا سناٹا سمجھتا رہا اب یکم جنوری ۱۹۵۷ء کو حساب کا دن آپہنچا ہے۔ ہاں' حساب کا دن اس لئے آپہنچا ہے کہ دس برس ظلم خاموشی سے برداشت ہوتے رہے' مظلوم

خاموشی سے ظلم سہ سہ کر آسمانوں کو تکتے رہے۔ ظالم مگن رہا کہ ظلم کا بول بالا ہے' مظلوم انتظار میں رہا کہ ظلم کی خبر ابھی آسمانوں تک نہیں پہنچی اور خبر پہنچانے والے کسی اور کام میں لگے ہیں۔ لیکن وہم پرست' ندرت آشنا اور ناگہاں پسند انسانوں کو ایک دو تین چار سے لے کر نو برس کے غفلت آموز الفاظ کے بعد ظلم اور موت کے دس برس کے گزرنے کے جادو سے بھرے ہوئے لفظوں نے یک لخت بیدار کر دیا ہے اور وہ ۱۹۵۷ء کے بعد پاکستان کے حاکموں کی رنگ رلیاں' قائداعظم مسٹر جناح کی ناگہاں موت' ادھر ہندوستان میں مہاتما گاندھی کا ناگہاں قتل' پھر مسلم لیگ کی بے پناہ کئی سالوں کی خود غرضی اور لوٹ' پھر نئے سرمایہ داروں اور نو دولتیوں کے اونچے اونچے محلوں کی اٹھان اور مظلوموں کی کچی اور کیچڑ سے بھری ہوئی اندھیر کوٹھریاں' پھر گھر گھر بیماریاں اور زرد اور فق چہرے' پھر بیس سیر سے گر گر کر گندم کی روپیہ کی ڈھائی سیر کی گرانی' پھر منٹ منٹ کے بعد مخلوق خدا کے قبرستانوں کی طرف جنازے' پھر اوپر کے حکموں کو دیکھ کر محکموں کے افسروں' کلرکوں حتیٰ کہ چپڑاسیوں کی رشوتوں کی لوٹیں' پھر اوپر کے شراب خوروں اور زن پرستوں کو دیکھ کر نیچے کی غریب اور بے کس مخلوق میں بدمعاشی' سینما' زنا' ناچ' بددیانتی' جھوٹ اور فریب' کم تولنے اور ملاوٹ' بلیک اور رشوت کے رواج کے رنگ' پھر مسلمان کی مسلمان سے ابلیسی عداوت اور حیوانی بے رخی' پھر ملت کا اپنی بے کسی اور آوارگی میں ایک دوسرے سے پھٹ جانا' پھر امیر کے بے حد امیر اور غریب کے بے حد غریب ہو جانے سے ملت کی عمارت میں بڑے بڑے شگاف' پھر کام چوری' بے محنت مزدوری اور بے ہنر اجرتوں کی آس' بدکرداری' زبان کی بے لگامی اور جھوٹ کی پرورش سے ملت کی بنیادوں کو ہلا دینے والی شکست کے نو برس اسی طرح خاموشی اور سناٹے میں گزرتے گئے اور قوم کو کسی حساب کے دن کے آنے کی انتظار نہ رہی۔ ادھر چالیس کروڑ کی ہندوستانی آبادی اسی طرح نو برس میں ہندو کانگریس کی دی ہوئی "آزادی" کا خاموش تماشا دیکھتی رہی۔ کانگریس والوں نے مسلم لیگ کی طرح نو برس تک مخلوق خدا کو بے پناہ دھوکہ دیا۔ کانگریس کے گاندھی ٹوپی پہننے والے یہ لالے اور بنیئے اور دنیا پر احساکی ٹکنیک چلا کر قوموں کو اندر ہی اندر نیست و نابود کرنے والے جیوتیا کے یہ پجاری'

کیڑوں اور مکوڑوں کو مرتا دیکھ کر رام رام کرنے والے یہ دیوتا' نوبرس تک پانچ کروڑ مسلمانوں کی نسل کشی کے کھیل میں اس خاموشی اور مکاری سے لگے رہے کہ دنیا آج ان کے مشق ناز پر خون کے آنسو بہا رہی ہے! مہاتما گاندھی کے قتل کے بعد برہمن راج کے بے پناہ ظلم وستم کا وہ خفیف سا پردہ جو دنیا کے اس مکار اعظم نے اہنساکی آڑ میں برسوں سے ڈال رکھا تھا یکسر پھٹ گیا اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ جو قوم اپنی ملت کے محسن اعظم کو اس بیباکی اور بے حیائی سے قتل کرکے احسان کی قیمت قتل' گمنامی اور بدنامی کی صورت میں دیتی ہے اور یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ ہزاروں سال کی غلامی کے بعد ہندوستان کی آزادی کا سہرا برہمنوں کے دیو نژاد گروہ سے ہٹ کر نیچ ذات کے کسی جین مذہب کے گاندھی کے سرہو وہ قوم مسلمانوں کی پانچ کروڑ ملیچھ اور اچھوت قوم کو جنہوں نے مقدس بھارت کو چودہ سو برس سے "ناپاک" کر رکھا ہے کیونکہ برداشت کر سکتی ہے۔ اسی دس برس میں کانگریس کی قومی تحریک کا بھانڈا چورا ہے پر اس طرح پھوٹا کہ اس کا ایک ایک فرد لادینیت اور سیکولرزم کی آڑ میں ہی کٹر ہندویت اور ٹھیٹھ مذہبی تعصب کا وہ المناک کھیل کھیل گیا کہ اس کے سامنے مشہور بدنام بادشاہ نیرو کا روما کو جلتے دیکھ کر بانسری بجانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کانگریس نے مسلمانوں کو چھوڑ کر ادنیٰ ذات کے ہندوؤں' عیسائیوں' اچھوتوں' سکھوں اور قدیم اصلی باشندوں اور دراوڑوں' گونڈ' بھیل اور حیدر آباد' تلنگانہ' آسام اور ناگا کے پہاڑی علاقوں کی بہادر مگر ان کے زعم میں نیچ قوموں پر وہ پے در پے ظلم دس برس میں ڈھائے کہ دنیا کی انسانیت کی تاریخ اس داستان قہر وستم کو سن کر یکسر شرما جاتی ہے۔ کانگریس نے اسی لادینیت اور مغربی اشتراکیت کی آڑ میں پرانے ہندو مہاراجوں' مسلمان نوابوں' جاگیرداروں اور تعلقہ داروں کی بے پناہ دولت کو جن کی رعایا صدیوں سے انگریز آقاؤں کے پورے جاہ و جلال کے زمانے کی رعایا سے بھی اقتصادی اور معاشی طور پر بدرجہا خوش حال اور آسودہ تھی اس عیاری سے خورد برد کر کے انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی جیبیں پر کیں' کہ دنیا کی بڑی سے بڑی لوٹ اس ظلم وستم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ الغرض مسلمانو اور بھائیو! جہاں قائداعظم مسٹر جناح کی بنائی ہوئی مسلم لیگ نے اپنے قائد کا ادنیٰ احترام اور پاکستان کے خود بخود اور ایک سوئی

چھینے کے بغیر بن جانے کی قدر نہ کر کے دنیا میں بدکرداری اور شیطان کاری کی بے مثل کہانی چھوڑ کر واصل بہ جہنم ہونے کے پورے سامان پیدا کئے' وہاں ہندو کانگریس کی دیو سیرتی اور ظلم آرائی کی خونی کہانی زیادہ دردناک ' زیادہ قیامت خیز اور زیادہ غیر انسانی اس لئے ہے کہ اس نے اس دس برس میں مسلمانوں کا کلچر' مسلمانوں کا مذہب ' مسلمانوں کی دینی اور معاشرتی غیرت' مسلمانوں کی تاریخ' مسلمانوں کا فلسفہ ' مسلمانوں کا رہن سہن ' مسلمانوں کا تخیل اور مسلمان قوم کی آرزوئیں فنا کرنے میں وہ شرمناک حصہ لیا کہ دنیا کے مشہور ترین انسان پسند گروہوں کے رہنما اس نسل کشی کے قہر و ستم پر انگلیاں منہ میں لئے بیٹھے ہیں ۔ اس وقت اگر ہندو کانگریس کسی بنیاد پر کھڑی ہے اور اس کے 276 ممبران پارلیمنٹ اپنی حکومت کا ڈنکا چاروانگ عالم میں بجا رہے ہیں تو وہ صرف نہرو کی شخصیت ہے جس کے مکرو فریب اور ہندوانہ درندہ پن کے بظاہر خوش نما لباس میں لپٹے ہوئے منصوبے قتل وغارت کے مورخ کو حیران کر رہے ہیں اور جس کے وجود کا دس برس تک قائم رہنا صرف اس کے برہمن ہونے کے تقدس کی وجہ سے ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں رہی کہ گاندھی جیسے محسن اعظم کو دن دھاڑے قتل کرنے والی قوم اس بے پناہ طور پر مکرو فریب سے بھرے ہوئے ایک گھڑی ماشہ اور دوسری گھڑی میں تولہ بن جانے والے اور دنیا کی سیاست میں اپنی بے پناہ برتری کا ڈنکا ان ہی اصولوں کا ڈھنڈورا پیٹ کر بجانے والے انسان کو جن اصولوں کو وہ اپنے ملک میں اپنے دھرم کے ادنیٰ تعصبوں کے باعث رائج نہیں کرتا دس برس تک دنیا جینے دیتی ۔ دنیا کی داستان قہرو ظلم میں اس عجیب و غریب شخصیت کا نمودار ہونا جو مغربی تعلیم سے برسوں تک مستفید رہا ہے نفاذ اخلاقیات کو اس نتیجے پر ضرور پہنچاتا ہے کہ پنڈت نہرو نے انگلستان میں دس برس سے زیادہ تعلیم حاصل کر کے اور ٹرینٹی کالج کے مشہور عالم پروفیسروں کی شاگردی کر کے بھی انسانیت اور جمہوریت کی الف بے کو نہیں سیکھا۔ اس کے کمزور اور شرمناک اخلاق کی تعمیر میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کے جذبے کی اینٹ بھی نہیں لگی ' وہ قوموں اور نسلوں' تمدنوں اور تاریخوں ' فلسفوں اور مذہبوں کو روئے زمین پر سے مٹانا انسانی نقطہ نظر سے شیر مادر کی طرح حلال سمجھتا ہے۔ وہ کئی ہزار سالہ پرانے ' ماقبل تاریخ اور فرسودہ دھرم اور اس کے کلچر کو اسلام

جیسے جدید ترین اور انتہائی طورپر متنور اور متقدم مذہب پر ٹھونستا حق طاقت سمجھتا ہے۔ اس کی نظروں میں سیاست کے اندر مکیاولی سپرٹ کاہونا بین الاقوامی بہبودی بلکہ بین الاقوامی اخلاق کی روح ہے وغیرہ وغیرہ ' ایسے شخص کا بڑی دیر تک سیاست کے میدان میں چمکنا دنیا میں سیاہ کاری اور ابلیس کاری کی روح کو چمکا کرانسانوں کے افراد کو عالمی جنگوں میں گاجر مولی کی طرح کاٹنے کے شیطان نما اصولوں کو فروغ دینے سے بڑھ کر افراد کی جگہ انسانوں کی نسلوں کو مٹا دینے کے نئے شیطانی جذبے کو فروغ دے گا۔ میرے نزدیک پنڈت نہرو کے دس برس کے عمل نے ثابت کر دیا ہے کہ ہندو مذہب کا تاریخی تعصب انسان کی اخلاقی تاریخ میں ہمیشہ کی لعنت ہے اور مسلمانوں کی تاریخی رواداری نے باوجود اس کے کہ مسلمان کی حکومت ہندوستان پر ساڑھے گیارہ سو برس رہی اس تعصب کو کم نہیں بلکہ زیادہ ہی کیا۔ میں نے مہاتما گاندھی کو 1947ء کے اکتوبر میں ایک تاریخی تار پانچ سو لفظوں کا دیا تھا اور یہ تار اخبارات میں چھپا۔ اس میں ' میں نے نہایت دھڑلے سے اوردندناکر لکھا تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی آپس میں دشمنی اور ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں سے انتقام کے جذبوں کا اس شدت سے پیدا ہونا صرف تمہاری افریقہ سے تشریف آوری کے بعد نمودار ہوا۔ ورنہ تمہارے آنے سے پہلے ہندوؤں کے دلوں پر مسلمانوں سے برادرانہ جذبات ' انگریزوں کی فتنہ پردازی کے باوجود ' کافی طور پر موجود تھے۔ میں نے لکھا تھا کہ صاف اور واشگاف لفظوں میں صورت حال یہ ہے کہ اگر تم افریقہ سے ہندوستان میں اپنے زہر آلود ہندوانہ جذبات کو لے کر نہ آتے تو اگست 1947ء کی تاریخی قیامت جس میں ایک کروڑ مسلمان برباد ہوئے کبھی پیدا نہ ہوتی۔ یہ اس شخص کی ہسٹری ہے جو امن کا دیوتا اور ہندو مسلم اتحاد کا بڑا پنچ مشہور کیا جاتا تھا۔ اس مہاتما کے چیلے نہرو کی داستان میدان کارزار میں اس سے بھی زیادہ سیاہ ہے۔

مسلمان اور ہندو عوام دونوں کی مسلم اور ہندو گانگریس سے شدید بیزاری کی وجوہات

مسلمانو! مسلم لیگ کے دس برس کی سیاہ کاری کی داستان انتہائی طورپر ادنیٰ اور

خسیس، ذاتی اور نفسیاتی جذبوں اور حرصوں کی بناء پر تھی۔ اس لئے مسلم لیگ پاکستان کے اس چھوٹے سے رقبے میں جلد مر گئی۔ مسلمانوں کی قوم چونکہ اپنی اندرونی کمزوریوں اور علمی پسماندگی کی وجہ سے سیاسی شعور بہت کم رکھتی تھی، عوام الناس نے مسلم لیگ کو مٹانے میں بہت کم حصہ لیا۔ مسلم لیگ زیادہ تر اس لئے مٹ گئی کہ مسلم لیگ والوں کی آپس کی سر پھٹول اور پستی اخلاق نے جلد سے جلد ان کی اندرونی کمزوری کو ننگا کر دیا۔ وہ بننے اور بنائے جانے کے وقت بھی خان بہادروں اور انگریز کے پٹھوؤں کی ایک نہایت نااہل، نہایت ناخود دار اور کم علم عیش پرستوں کی جماعت تھی جس میں اکثر لوگ انگوٹھا لگانے والے رئیس، یا ماں کے پیٹ سے خوشامدی حاشیہ نشین اور بدقماش لوگ تھے جن کو انگریز انگلیوں پر نچایا کرتا تھا اور ان سے قوم کی بیخ اکھاڑنے کا کام لیا کرتا تھا۔ لیکن کانگریس کے اکثر راہنما سیاسی شعور کے باعث انگریز کے کٹڑ مخالف، مسلمانوں کے مکار دشمن اور علمی نقطہ نظر سے بالعموم ذہین اور فطین لوگ تھے جن کا مقصد ہندو راج ہندوستان میں قائم کر کے ہندو کی پرانی عظمت کو پھر بحال کرنا تھا۔ ان لوگوں نے اپنی جماعت کی طاقت کو غالب کرنے کے لئے سرمایہ داروں سے گٹھ جوڑ کیا اور جب طاقت حاصل ہو گئی تو سرمایہ ہی کو اپنی طاقت کا راز سمجھ کر حکومت کی تمام پالیسی سرمایہ داروں کی مرضی کے مطابق کر دی۔ ہندو چونکہ محکمہ فطرت سے کئی صدیوں سے حکومت کرنے کا نااہل قرار دیا جا چکا تھا۔ اور کانگریس کی حکومتی پالیسی کو عوام الناس کی بہبودی کے لئے صحیح طور پر مرتب نہ کر سکے اور ہندو تعصب اور ہٹ دھرمی کو صرف غیر ہندو قوموں کے خلاف استعمال کرتے کرتے عوام کی صحیح معنوں میں بہبودی سے غافل ہو گئے۔ اب اس غلط پالیسی کا نتیجہ دس برس کے بعد یہ نکلا ہے کہ ہندو عوام کانگریس سے مسلمانوں سے بھی زیادہ صحیح معنوں میں بیزار ہو چکے ہیں۔ اقتصادی خوش حالی جس کے منتظر سیاست سے نسبتاً زیادہ باخبر ہندو عوام آزادی کے حصول کے فوراً بعد سے تھے انہیں اب تک نصیب نہیں ہوئی اور بہت کچھ بدحالی کانگریس کے آئے دن کے پنج سالہ منصوبوں کے اجراء سے پیدا ہوئی ہے جس نے لوگوں سے انکا ذاتی سرمایہ کھینچ کر انہیں قلاش کر دیا ہے۔ ادھر مسلمانوں سے دشمنی کا سیاسی سٹنٹ اور کشمیر پر قبضہ جاری رکھنے کا سیاسی چسکا سرمایہ

داروں کا عوام الناس کو زیادہ تر اپنے مفاد کے لئے استعمال کرنے کا چسکا اور سٹنٹ بن چکا ہے۔ چونکہ دونوں سٹنٹوں کے جاری رکھنے میں مقامی طور پر مسلمانوں سے جانوں کامقابلہ اور کشمیر کو فوجی مدد سے قبضے میں رکھنے کے لئے ہندوستان کی مالی آمدنی کا ایک کثیر حصہ رعایا سے وصول کرنا ہوتا ہے ٹیکسوں کی زیادتی اور ہر مقام پر بزدل ہندو کے جانی خطروں نے عوام الناس کو کانگریس سے بڑی حد تک بیزار کر دیا ہے۔ اب اس دس برس میں کانگریس کا وہ طلسم جو آزادی سے پہلے ہڑتالوں اور گاندھی کے مرن برت کی صورتوں میں ظاہر ہوا کرتا تھا' اکثر ٹوٹ چکا ہے اور اگر نہرو کا وجود نہ رہا تو کانگریس کی عمارت کا دھڑام سے زمین پر آگرنا یقینی ہے۔ اس وقت پنڈت نہرو کا کوئی نمایاں جانشین بھی موجود نہیں اور سب اس سیاست کے سورج کے سامنے تاروں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ ادھر پنڈت نہرو کے سیاسی دشمن اس کی جان کا روگ بنے ہوئے ہیں۔ کوئی 10 مئی کو ہندوستان کے طول و عرض میں سول نافرمانی کی تحریک کی ہوا باندھ رہا ہے۔ کمیونسٹ الگ طور پر اس کی جان کے لاگو بنے ہوئے ہیں۔ مسلمان اپنے دلوں ہی دلوں میں الگ سلگ رہے ہیں۔ عیسائی اور سکھوں نے دس سال میں وہ سیاسی نقصان برداشت کئے ہیں کہ نہرو کی حکمت عملی نے ان کے سیاسی وجود کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ان حالات میں میرا صاف طور پر جائزہ یہ ہے کہ 1957ء کا سن ہندوستان کے سیاسی زوال کی تاریخ میں بہت بڑا سنگ نشان بننے والا ہے جس سنگ نشان کو بنانے والے پاکستان سے زیادہ خود ہندوستان کے عوام الناس ہوں گے۔ مجھے پچھلے دنوں اور مہینوں میں کئی پیغام اور خطوط مقتدر ہندوؤں' مشہور سیاسی راہنماؤں بلکہ کشمیر کے نمایاں سیاسی افراد سے معتقلانہ لہجوں میں اور اسلام لیگ اور خاکسار تحریک کے نمایاں کردار کو پیش نظر رکھ کر اس مطلب کے پہنچے ہیں اور پہنچ رہے ہیں کہ کانگریس اپنا کھیل کھیل چکی اور ناکام ہو گئی ہے' ہندو اقتصادی بحران میں اپنے اقتصاد کے اعلیٰ معیار کو پیش نظر رکھ کر بری طرح مبتلا ہے۔ کانگریس کے ہندو عوام کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرنے کے سب سٹنٹ کھیلے جا چکے ہیں۔ صرف نہرو کا وجود کانگریس کو برقرار رکھ رہا ہے اور جب یہ ستر سال کا بوڑھا ختم ہو گیا کانگریس کا باقی رہنا محال ہے!

ہندو صاحبان کی مسلمانوں کی طرف نگاہیں
اور آزادی ملک کا صحیح مفہوم!

بھائیو! انہی مقتدر ہندوؤں نے بار بار اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ مسٹر جناح والی مسلم لیگ شرمناک طور پر خود غرض بندوں کی ایک بے معنی جماعت تھی جس نے شرمناک طور پر دس سال تک سیاست سے مخول کیا' اس کے لوگ شرمناک طور پر ہوس اور شہوت کے بندے' علم اور سیاست سے قطعاً عاری' تجویز و تدبیر کے نااہل' قربانی سے ناآشنا اور دنیا کی بساط سیاست پر بے کار مہرے تھے جنھوں نے پاکستان جیسے جنت نشان اور زرخیز ملک کو دس برس میں ویران کر دیا۔ اب بھارت کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی نگاہیں مشرقی اور مشرقی کے بنائے ہوئے مجاہدوں کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ وہ ہندوستان کے عوام کو صحیح معنوں میں آزادی دے سکیں۔ میں نے ۱۹۴۷ء کی ۱۴ مئی کو یعنی انقلاب اگست سے تین ماہ پہلے جبکہ ابھی لوگوں کے دلوں میں انگریزوں کے ہندوستان کو خود بخود چھوڑ دینے کے متعلق پورے شکوک تھے اور ماؤنٹ بیٹن کا تین جون کا اعلان ابھی نہیں ہوا تھا پٹنہ کے میدان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک جم غفیر کے سامنے حسب ذیل اعلان انگریزی میں کیا تھا جس کا ترجمہ لفظ بہ لفظ ۲۳ مئی ۱۹۴۷ء کے جریدہ "اصلاح" سے اس لئے نقل کرتا ہوں کہ عوام کی آزادی کا جو مفہوم میں نے ۱۹۴۷ء کی انگریز کی عطا کی ہوئی آزادی کے مقابلے میں سمجھا تھا دس برس بعد پھر واضح ہو جائے اور ہندوستان اور پاکستان کے عوام کو پھر دس برس بعد معلوم ہو جائے کہ صحیح معنوں میں آزاد کسے کہتے ہیں' اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ یہ الفاظ انسان کی غلامی کی تاریخ میں ہمیشہ سچ بن کر رہیں گے اور دنیا کا کوئی مکرو فریب ان کو کسی آئندہ مرحلے پر جھٹلا نہیں سکتا۔ یہ الفاظ حسب ذیل تھے۔

سچی آزادی

"صرف وہی انقلاب جو عوام کے متحدہ جسمانی زور سے میدان جنگ میں پیدا ہوا ہو ہندوستان کو صحیح معنوں میں آزادی دے سکے گا۔ ایسا نظام ہی انگریزی حکومت کے

اس نظام کو الٹ پلٹ کر سکتا ہے جو اس وقت رائج ہے اور جس نے چالیس کروڑ انسانوں کے دل اس وقت انگریزوں سے مکمل طور پر برگشتہ کر دیئے ہیں۔ صرف یہی جمہور کی طاقت سے پیدا ہوا انقلاب خود بخود برطانوی راج کے ہر خدوخال کو مٹا کر اس کی جگہ ہندوستانیوں کابنایا ہوا ہندوستانی راج قائم کرنے کا راستہ صاف کر سکتا ہے۔ انگریز کا ان لوگوں کو پر امن طور پر حکومت سپرد کر دینا جن کو انگریزی طریق تخیل کی تربیت دی گئی ہے بدترین قسم کے برٹش راج کو پھر لانے کے سوا کچھ پیدا نہ کر سکے گا۔ ایسا راج برطانوی راج کی بدترین صورت سے بھی دس گنا زیادہ ظالمانہ' زیادہ برباد کن ' زیادہ بد صورت ' زیادہ بھیانک ' زیادہ سرمایہ دارانہ اور زیادہ غیر ہندوستانی ہو گا۔ یہ حقیقت میں تمام سچائیوں کاالٹ ہو گا اور پچھلے سو سال میں انگریزوں نے جو بھلی یا بری شے ہندوستان کو دی ہے اس کا مسخ شدہ تصور ہو گا۔ یہ فی الحقیقت ایک منظم فتنہ ' ایک مستقل ظلم اور ایک پائیدار ہڑبونگ ہو گی جس سے بڑھ کر ہڑبونگ نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک ایٹم بم کی طرح کی دائمی حکومت اوردہشت کی دائمی بادشاہت ہو گی۔ اس میں دوسری قوموں کے قتل عام کا جواز حکومت کی طرف سے ہو گا۔ بچوں کو ماؤں کے پیٹ میں قتل کرنا ' مخالف قوم کے کلچراور تمدن کو یکسر مٹا دینا ' غیر قوم کی صحیح تاریخ کو ملیا میٹ کرنا ' ملی فلسفوں کی موت ' باعزت روایات کو نیست و نابود کرنا اور خیالات کا قتل عام ان حکومتوں میں جائز ہو گا۔ ہندوستان میں کسی ایک یا زیادہ سیاسی جماعتوں کو حکومت کے سپرد کر دینا اس سے زیادہ بدترین شہنشاہیت ' زیادہ بدترین سرمایہ داری ' زیادہ بدترین ہلاکو خانیت پیدا کرے گا جو آج تک کسی زمانے کی تاریخ نے پیدا کئے۔ ایسا راج دراصل برطانوی تو ہوگا مگر برطانوی راج کی خوبیوں سے عاری ہو گا۔ یہ دنیا میں دوزخ کا نمونہ ہو گا۔ یہ ایشیاء کے خوبصورت تمدنوں کو مٹا دے گا۔ اخلاقی قواعد کے خوبصورت آئین کو' محبت اور باہمی رواداری کے خوبصورت فلسفے کو تہس نہس کر دے گا۔ بلکہ درحقیقت ان تمام بنیادی سچائیوں کو جو ایشیاء کے براعظم نے پچھلے پانچ ہزار سال میں بنی نوع انسان کو دی ہیں یکسر نیست و نابود کر دے گا۔

"مجھے خطرناک شکوک ہیں کہ ان حکومتوں کے ماتحت اٹھارہ کروڑ ادنیٰ ذات کے

ہندو یا قریباً" ساڑھے نو کروڑ غریب مسلمان یا چھ کروڑ اچھوت اس قدر زندہ بھی رہ سکیں گے کہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکیں۔ مجھے شکوک ہیں کہ آیا عربی کے ہند سے بھی باقی رہیں گے۔ عربی کے حروف تہجی بھی قائم رہیں گے یا اگر پلڑا دوسری طرف جھک گیا تو سنسکرت زبان اور ہندو فلسفے کا نام و نشان بھی باقی رہے گا یا نہیں۔ انتقال طاقت کی موجودہ تجویز میری نظروں میں برلا راج ' خان بہادر راج اور برٹش راج کی بے رحمانہ حکومت کی ایک شیطانی تجویز ہے جس میں انسانوں کی بجائے تمرد ' سرمایہ داری اور ظلم حکومت کریں گے۔

"موجودہ حالات میں آخری علاج یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام افراد اس خوفناک سازش کے خلاف یک جان و یک زبان ہو کر اٹھ کھڑے ہوں اور عوام کے متحدہ زور سے ایک مشترک انقلاب پیدا ہو جس میں سینکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں انسان برلا' خان بہادر اور برٹش کی گولیوں سے ہلاک ہوں۔ ہاں اس طرح لاکھوں ضرور مریں گے لیکن کروڑوں ہمیشہ کے لئے بچ جائیں گے۔ اگر طاقت حاصل کرنے کی حرص میں انسان نے انسان کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور دنیا کو صرف لوٹ اور ظلم کا تماشا دکھلانا ہے تو وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے آدمیوں کی لاکھوں کی تعداد میں قربانی دیں تاکہ سچائی ' عزت اور انصاف کا بول بالا ہو۔"

کانگریس اور مسلم لیگ کی کن بدکاریوں کی وجہ سے ہندوستان فتح ہو کر رہے گا!

الغرض مسلمانو اور دوسرے بھائیو! اس وقت دس برس کے بعد حالات کی تصویر کا چہرہ صاف طور پر نمودار ہو چکا ہے۔ اگست ۱۹۴۷ء کی ہڑبونگ کے بعد جس میں ڈیڑھ کروڑ انسانوں کا خون بہا اور ہندوستان اور پاکستان کو اس قلمی انتقال وراثت میں آزادی کی ہوا بھی نصیب نہ ہوئی ' دونوں مملکتوں کی سیاست کے نمایاں خدوخال حسب ذیل ہیں اور ان ہی خدوخال کو سامنے رکھ کر ۱۹۵۷ء کا سال یعنی آزادی اور انقلاب کا سال تمہارے سامنے آچکا ہے۔ دس سال کی مدت میں مسلم لیگ مٹ چکی ہے جس کو لوگ شدید تاریخی غلطی اور غلط پراپیگنڈے کے باعث قائداعظم مسٹر جناح کی بنائی ہوئی

مسلم لیگ یا پاکستان کو بنانے والی مسلم لیگ خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ مسلم لیگ دراصل سرسید احمد خان کی ۱۸۹۶ء میں وفات کے بعد ۱۹۰۶ء میں سرسید کے ہم نشینوں نواب محسن الملک و غیرہم اور انگریزوں کے ایماء سے کانگریس کے مقابلے میں بنی' جبکہ مسٹر جناح اپنی سیاست میں نو آموز اور کانگریس کے گاندھی ٹوپی پہننے والے سرگرم رکن تھے۔ بلکہ پورے طور پر ہندوؤں کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ مسلم لیگ صرف کانگریس کا اثر زائل کرنے کے لئے بطور مدمقابل کھڑی کی گئی تھی اور لیگ اس فرض عین کو نہایت وفاداری سے پوری کرتی رہی۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران یعنی اگست ۱۹۳۹ء میں لیگ' خاکساروں کے حکومت یو پی سے ٹکراؤ کی وجہ سے یک لخت ابھری جس کی ایک کڑی یہ تھی کہ میں نے مسٹر جناح کی پیشکش خاص طور پر قبول کرلی کہ یو پی کی کانگریسی حکومت سے صلح کرنے میں ان کو ثالث مان لیا جائے۔ مسٹر جناح کی پیش کرائی ہوئی شرطیں چونکہ قابل قبول نہ تھیں اور وہ خود ہم سے متفق تھے کہ کانگریس کی شرطیں باعزت نہیں اس لئے ہم نے کانگریس سے اکیلے نبٹنا مناسب سمجھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کانگریس حکومت ختم ہو گئی اور ہم نے باعزت سمجھوتہ انگریزی حکوت سے ان کے مقرر کردہ چیف سیکرٹری موڈی سے تحریری طور پر کیا۔ لیکن اس واقعہ نے مسلم لیگ کو بے حد نمایاں کر دیا اور انگریز بعد میں خاص طور پر مسلم لیگ کو ابھارتا رہا تاکہ کانگریس کو شکست دی جا سکے۔ انگریز چونکہ یہ نہ کرسکا بالآخر یہی مسلم لیگ تقسیم ہندوستان میں برابر کی شریک بن گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ قائداعظم مسٹر جناح کے اپنے الفاظ میں ایک نہایت ناقص' لنگڑا اور کرمخوردہ پاکستان مسلم لیگ کو ملا۔ الغرض یہ مسلم لیگ جس کی حقیقت میں نے یہاں چند لفظوں میں بیان کی ہے ان دس سال میں ختم ہو گئی لیکن پاکستان کا تخیل جس کے باعث مسلمان پورے ہندوستان کا تیسرا حصہ آبادی کے لحاظ سے لے کر رہنے کے لئے مسلم لیگ سے متفق ہو گئے تھے ابھی تک زندہ ہے اور اسی بناء پر ۲۵ نومبر ۱۹۵۶ء سے اسلام لیگ نے فرسودہ مسلم لیگ کی موت کے بعد دو لاکھ انسانوں کی پبلک کی بالاتفاق منظوری سے جس میں تمام پاکستان سے مشرق اور مغرب کے نمائندے موجود تھے اپنا نام علی الاعلان مسلم لیگ اختیار کرلیا تاکہ پاکستان کا اصل تخیل زندہ رہے اور کسی

دشمن کو پاکستان کے تخیل کو برباد کرنے کا یارا نہ رہے۔ پاکستان کے تخیل کو زندہ رکھنے کی بڑی اور اہم وجہ ان دس سالوں میں ہندو کانگریس کا طرز عمل ہے جس نے عملاً" ثابت کر دیا کہ کانگریس کی حکومت کے ماتحت مسلمان بلکہ کوئی غیر ہندو نسل یا مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ ادھر کانگریس باوجود اس کے اس دس سال میں اس نے ہندو مذہب اور کلچر کو ابھارا اور عوام الناس کو مسلمان سے بالخصوص ٹکرایا' خاص طور پر اقتصادی بدحالی' ٹیکسوں کی بے پناہ زیادتی' پنج سالہ منصوبوں کی وجہ سے رعیت پر ناجائز دباؤ' جاگیرداروں' نوابوں اور مہاراجوں کو ملیا میٹ کرنے کی وجہ سے عام بے اطمینانی' جاگیرداروں کو ختم کرنے کے باوجود سرمایہ داروں کی بے پناہ حمایت اور حکمت عملی کے وضع کرنے میں ان کے بے پناہ غلبے اور سب سے زیادہ یہ کہ کانگریسی ہندو کے اخلاق میں مہاتما گاندھی کی موت کے بعد بے پناہ گراوٹ کے باعث ہندو عوام میں بے پناہ طور پر غیر ہر دل عزیز ہو چکی ہے۔ اس کی غیر ہر دل عزیزی کی حد یہاں تک ہے کہ ہندوستان میں تقریباً" ہر ہندو کی زبان پر ۱۹۵۷ء کا ذکر ہے جس میں عام ہندو جوتشیوں اور نجومیوں سے مل کر اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اس سن میں عام انقلاب سرزمین بھارت میں آنے والا ہے جو موجودہ صورت حال کو بدل کر رہے گا۔ اس انقلاب میں بھی ہندوؤں کی نگاہیں عام طور پر ان کی مرضی کے خلاف بھی مسلمانوں پر ہیں اور وہ اندر ہی اندر اور اپنے دلوں میں یہ سمجھتے ہیں کہ اس سن میں مسلمان ہی پھر غالب آ کر رہیں گے۔ ہندوؤں کے جوتشی برہمن اور نجومی بھی اس خطرے کو دبی زبان سے ظاہر کرتے ہیں اور اپنی مقدس کتابیں اس کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

نہرو کے مسلمانوں پر دس سال کے بعد بے پناہ مظالم

عام طور پر پنڈت نہرو کا وجود ہندو کے لئے ایک بہت بڑی تسکین کا باعث ہے اور چونکہ نہرو کی موت کی پیشگوئیاں بھی اسی سن سے متعلق ہیں' ۱۹۵۷ء کے متعلق ایک عجیب و غریب خلفشار ہندو کے ذہنوں میں باقی ہے اور دوسری طرف صحیح تصور جو ذہنوں کے سامنے ان دس سالوں میں آئی ہے یہ ہے کہ پنڈت نہرو کے ان دس سالوں میں

دن دہاڑے بغیر کسی معقول وجہ کے اور خالص تشدد اور مذہبی ہٹ دھرمی سے پاکستان کی جوناگڑھ کی ریاست کو ' پھر منگرول اور مناوردڑ کی ریاستوں کو ' پھر حیدر آباد دکن اور برار کی عظیم الشان ریاستوں کو ' پھر بھوپال کی روایتی طور پر اسلامی ریاست کو ' پھر علی گڑھ کی اسلامی یونیورسٹی کو ' پھر چھڈ بیٹ اور نیکووال وغیرہ کے سرحدی علاقوں کو اور بالآخر کشمیر اور جموں کی عظیم ریاستوں کو بے ڈکار ہضم کیا اور چونکہ پاکستان کے کرتا دھرتا مسلم لیگی اس اثناء میں پاکستان کو زور آور کرنے کی بجائے لوٹ مار اور عیش پرستی سے کمزور کرنے میں لگے ہوئے تھے پاکستان نے ان جارحانہ کارروائیوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس تشدد کا عملی نتیجہ عالمی سیاست کے سربراہوں پر یہ ہوا ہے کہ دنیا نہرو کو ایک نہایت متشدد ' اپنے مفادات کی حفاظت میں پورے طور پر مکار ' دنیا کو اپنے امن کے دعوے کرنے میں بے حد عیار اور کسی خارجی سلطنت سے دوستی رکھنے میں بے حد دوغلا سمجھنے لگی ہے جو تقریباً" ہر ملک کے اخبارات کے وقتاً" فوقتاً" ملاحظات سے کافی طور پر عیاں ہو چکا ہے۔ سیاست کے معاملات میں انتہائی طور پر ماشیوالی خیالات کا اظہار پنڈت نہرو کو کسی باعزت سیاسی لیڈر ہونے کا لقب نہیں دیتا بلکہ عام طور پر اس کے مداح بھی اس کے بے پیندے کی سیاست سے شرمسار ہیں۔ عالمی سیاست میں ناہمواری کا اظہار اور بے اصولا ہونے کے باوجود سچائیوں کی حمایت (جیسا کہ پنڈت نہرو کے پنج شیلا کے اصول کے اعلان کرنے سے ظاہر ہے) سیاست میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے زہر قاتل کا حکم رکھتا ہے اور میرا یقین ہے کہ دنیائے سیاست میں پنڈت نہرو کی یہی بدنامی اس کی سیاسی موت کا باعث بھی عنقریب ہو کر رہے گی۔

ہندوستان پر مسلمان کا غالب آنا لازمی امر ہے!

اس بناء پر بھی مسلمانو اور ملکی بھائیو! مسلمانوں کا ۱۹۵۷ء کے دوران میں تمام ہندوستان پر غالب آنا اور اس غلبے کو چالیس برس تک قائم رکھنا اور اس کے بعد مہدی علیہ السلام کا ظاہر ہونا نہ صرف حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی نو سو برس پہلے کی پیشگوئی کے مطابق ہے بلکہ عام سیاسی حالات بھی اس طرف اشارہ کر رہے ہیں اور

ایسے حالات ضرور پیدا ہو رہے ہیں جن کیوجہ سے یہ پیشگوئی صحیح ثابت ہو۔ ہندو قوم کا عام ہراس اور نہرو حکومت کی اس سن کے بارے میں عام بے چینی پوری قوم کے موریل (Morale) کو اس حد تک خراب کر رہی ہے کہ چالیس کروڑ انسانوں کو اس سن کے نزدیک آنے کی وحشت ہے۔ ہندو حکومت اس قدر بزدل ہے کہ ۵۷ء کا لفظ منہ پرلانا جرم قرار دیا جا چکا ہے۔ بڑے بڑے ۲۹ میلے جو ہر سال لگا کرتے تھے ہندستان کی سرزمین میں بند کر دیئے گئے ہیں اور عنقریب سب میلوں اور اجتماعوں پر پابندی لگنے کو ہے۔ یہ حالات خودظاہر کر رہے ہیں کہ ہندوؤں کے پچھلے دس سال کی سیاست بہت حد تک ناکام ہو چکی ہے اور چونکہ دس برس کی مدت قوموں کی تاریخ عروج و زوال میں صفر کے برابر ہے ' نہرو کی سیاست نے قوم کو بڑے اخباری تخیل دینے کے باوجود پامرد اورجواں مرد نہیں بنایا۔

جوانمردی اور فتح صرف راست روی سے پیدا ہوتی ہے

بھائیو! پامردی اور جواں مردی صرف قوم کو حق اور راستی پر قائم رکھنے سے پیدا ہو سکتی ہے اور جس قوم کے دل میں دھوکا اور فریب ' بے اصولی اور منافقت ' دوسروں پر بے وجہ تشدد اور ظلم کرنے کا چور موجود ہو وہ قوم اور اس کے راہبر کبھی پامرد نہیں ہو سکتے۔ اس بناء پر مجھے اطمینان ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کی مسلمان قوم مسلم لیگ اور کانگریس کے دس سال کے پے درپے ظلم و ستم سہنے کے باوجود ابھی تک بزدل نہیں بنی اور ان میں ابھی پھر عروج میں آنے کی لازوال امنگ باقی ہے۔ جواں مرد قومیں بھوک اور ننگ ' ظلم اورتشدد سے کبھی نہیں گھبراتیں اور چونکہ مسلمانوں کی تمام چودہ سو سال کی تاریخ پسینہ ' آنسواور لہو سے لکھی ہے' مسلمان بشرطیکہ ان کے عروج کا پورا پورا پروگرام ان کو دے دیا جائے اور سینہ بہ سینہ اور گوش بگوش یہ پیغام سب مرد ' بوڑھے ' بچے ' جوان ' بالغ تک پہنچ جائے اس پروگرام کو پورا کرنے میں کمی نہیں کریں گے۔ اس بناء پر مسلمان بھائیو! بھارت کے مسلمانو اور ہندوؤ! پاکستان کے اسلامی اور ملکی بھائیو! میں چند واضح الفاظ میں تمہیں اس سال کا پروگرام پیش کرتا ہوں جس کو عملی طور پر پورے سال کرنے کے بغیر پورے

ہندوستان پر مکمل غلبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ وہ پروگرام یہ ہے:-

سب کے آپس میں معاملات قطعاً" درست ہوں!

اول ۔ ہر مسلمان اس بات کو کامل طور پر ذہن نشین کرلے کہ غلبہ کے لئے لازمی شے یہ ہے کہ اس دنیا میں کسی قسم کا، کسی قوم یا اپنی قوم کے آدمیوں سے کسی معاملے میں دھوکہ اور فریب کرنے کا ارادہ دلوں میں باقی نہ رہے۔ قوم کے معاملات جب تک درست نہ ہوں مسلمان غلبہ حاصل نہیں کرسکتے۔ یہ وہ عام اور اصولی قاعدہ اول نمبر کا ہے جس کو ۵۷ء کا مسلمان ہر وقت اپنے ذہن میں رکھے اور پورے سال تک ۲۴ گھنٹے اس پر عمل کرے۔

کوئی دشمنی کسی کی کسی سے نہ رہے!

دوم:۔ قوم کا غلبہ خدا کا بڑے سے بڑا انعام ہے۔ اتنے انعام کو حاصل کرنے کے لئے لازمی ہے کہ سب مسلمان ایک دوسرے کے خلاف اپنی کپٹیں اور غصے دلوں میں انتہائی غصے کے باوجود نکال دیں اور پھر ایک دوسرے سے گلے مل کر پورے سال تک اپنے گلے، اپنے رنج، اپنے غصے دلوں میں انتہائی نقصان کے باوجود آنے نہ دیں۔ جس نے کچھ دینا ہے دے دے، جس نے برا کیا ہے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لے وغیرہ وغیرہ۔

غلبے کے بعد غالب قوم ظلم نہ کرے!

سوئم:۔ مسلمان ہر دم اپنے دل سے یقین کرے کہ اگر اس کو غلبہ حاصل ہو گیا تو وہ کسی دوسری قوم اور بالخصوص ہندو قوم سے ادنیٰ بدسلوکی یا ان پر ادنیٰ ظلم نہ کرے گا تاکہ پھر ثابت ہو جائے کہ مسلمانوں نے ہندوستان پر ساڑھے گیارہ سو برس حکومت کی اور اس اثناء میں ہندو کا دھرم، ہندو کلچر محفوظ رہے اور اس تمام دوران میں ہندوؤں کی طرف سے کوئی کانگریس، کوئی مہاسبھا، کوئی جن سنگھ قائم نہ ہو سکی۔ ہر مذہب سے رواداری کرنا، ان کے بتوں کو گالی نہ دینا، ان کے اپنے مذہبی مراسم کے ادا کرنے میں روک نہ پیدا کرنا، اسلام کا اصل اصول اور غالب آنے کی پہلی شرط ہے۔

عوام الناس کے ہر خورد و کلاں کو بلا لحاظ مذہب اقتصادی طور پر خوش حال رکھنا غلبے کی پہلی شرط اور اسلام کا پہلا اصلی اصول ہے۔

بار بار قوم جمع ہو کر سب حکم کے بندے بن جائیں!

چہارم :۔ مسلمان یہ بات اپنے دل کی گہرائیوں تک لے جاکر سمجھ لے کہ پورے سال ۵۷ء میں ہر مسلمان امیر اور غریب کا جسمانی ' جانی اور مالی قربانی کرنا غلبہ حاصل کرنے کے لئے لازمی امر ہے۔ اس لئے پورے سال تک سب مذہبی فرقوں ' سب سیاسی پارٹیوں 'سب اونچی یا نیچی پوزیشنوں کو خدا اور رسولؐ کی خاطر نظر انداز کر کے اور حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کو پورا دکھانے کے لئے پاکستان کا یکم جنوری ۵۷ء کے بعد یکم فروری ۱۹۵۷ء کو بروز جمعہ اپنے تمام کاروبار 'مصروفیتوں ' مشغلوں کو خیرباد کہہ کر دس بجے صبح پھر ان میدانوں میں جن میں کہ اب جمع ہوئے ہیں پچھلے تین اصولوں پر عمل کا سچا اعمالنامہ لے کر آئیں۔ اس دن ہر شخص سے پوری جسمانی ' جانی ' قربانی کا اعلان لیا جائے گا اور کشمیر کو پنڈت نہرو سے صلح صفائی سے حاصل کرنے کی ایک معیاد مقرر کر دی جائے گی تاکہ اگر اس وقت تک پنڈت نہرو نے اس بناء پر کہ اس کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں کی ہے کشمیر کو واگزار کرنے کا اعلان نہ کیا اور ایک وقت مقررہ تک اپنی فوجیں کشمیر سے نہ نکالیں تو پاکستان کے طول و عرض سے مسلمان ہندوستان کی طرف چل پڑیں گے اور سب رکاوٹوں کو اپنے ایمان کے زور سے دور کریں گے۔ اس مہم کو سر کرنے کے لئے پاکستان کے مسلمانوں کی تیاری ہر لحاظ سے ہونی چاہیئے۔ پورے سال میں پچیس دن مقرر کئے جائیں گے جن میں مسلمانوں کے یہ اجتماع میدانوں میں ہوں گے اور دس لاکھ انسانوں کی قربانی طلب کی جائے گی تاکہ جب تک پورا غلبہ نہ ہو لوگ گاجر مولی کی طرح کٹتے جائیں اور بالآخر دین اسلام کا بول بالا ہر جگہ ہو۔

آخری ہدائتیں!

اب میں آپ سے گزارش کروں گا کہ نہایت نظام کے ساتھ تمام لوگ بلا لحاظ

مذہب و ملت ان چاروں ہدایتوں پر پوری تنظیم اور ادنیٰ سی گڑ بڑ، بدنظمی اور شور کے بغیر عمل کر کے دکھائیں۔ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر اور گڑگڑا کر پانچ منٹ تک یہ عمل رسمی طور پر کریں۔ پھر پانچ منٹ کے بعد بگل کی آواز پر نہایت سلیقے سے لیکن اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہلیں بیٹھ جائیں۔ پھر آدھ گھنٹہ تک نہایت سلیقے سے یوم انقلاب کے لئے دل کھول کر چندہ دیں جس کے لئے آدمی مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ پھر بگل کی آواز پر باقی مقرروں کو پندرہ پندرہ منٹ تک سنیں۔ پھر دعا کے بعد نہایت آرام اور سکون سے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ کر تمام باقی دنیا کو آج کی کارروائی سے باخبر کر دیں۔ اگلی کارروائی یاد رکھیں کہ ہر جگہ یکم فروری بروز جمعہ دس بجے شروع ہو گی اور غالباً" اس اجتماع میں لاہور میں صدر پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا شامل ہوں گے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ نماز ظہر کے بعد ایک اور خطاب ہو گا۔ جس کو نہایت غور سے سننا ہو گا۔

۲۳ دسمبر ۱۹۵۶ء بوقت ساڑھے تین بجے عنایت اللہ خان المشرقی

کانگریس اور مسلم لیگ دونوں مرچکی ہیں!

یکم جنوری ۱۹۵۷ء کو

دوسرا خطاب یوم انقلاب و آزادی (بعد نماز ظہر)

مسلمانو! ابھی ابھی تم پر ۱۹۵۷ء کے اندر اندر براعظم ہندوستان پر مسلمانوں کی پوری حکومت ہونے کے متعلق واضح طور پر وجوہات بیان کر دی ہیں۔ یہ وجوہات اس امر کی دلیل ہیں کہ اب دس سال کے بعد حالات کا پلٹنا لازمی ہے۔ مسلم لیگ اور کانگریس کے موجودہ کارندے دونوں نا اہل ثابت ہو چکے ہیں اور لازمی امر ہے کہ ہندو اور مسلمان پبلک ان دونوں کو رد کر کے وہ نظام قائم کرے جس میں عوام کی بھلائی' عوام کو پیٹ بھر کر خوراک' عمدہ گھر' سستا لباس اور سب سے زیادہ جی بھر کر ہنسی خوشی میسر ہو۔ خدا کے بندوں کو اس بناء پر دکھ دینا کہ وہ کسی اور مذہب کے ہیں دنیا کا سب سے بڑا گناہ ہے' یا حاکموں کا حکومت اس لئے لے لینا کہ رعیت دکھ میں رہے اور خود مزے میں رہیں دنیا کی سب سے بڑی لعنت ہے۔ اور جب اسلام سب پیغمبروں کو خدا کی طرف سے آئے ہوئے پیغمبر تسلیم کرتا ہے تو انسان کے ساتھ مذہب کی بنا پر بیر رکھنا جرم عظیم ہے۔ ایسے ظالم شخص کو جس نے اس دشمنی کی بنیاد ڈالی ہو کیفر کردار تک پہنچانا دنیا کی سب سے بڑی نیکی ہے کیونکہ انسان اس لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ انسان کو ہلاک کرے۔ نواب محسن الملک اور علی گڑھ والوں کی مسلم لیگ ایک نہایت نابکار جماعت تھی کہ جس کے ناکارہ پن کا مضحکہ تمام عمر اکبر الہ آبادی جیسا بے دھڑک اور راست گفتار شاعر اڑاتا رہا اور چونکہ بانی علی گڑھ کالج اپنی زندگی میں مسلمانوں کو ہندوؤں سے الگ تھلگ اور کانگریس سے علیحدہ رہنے کے مشورے دیتا رہا ان کے بعد سر سید کے ہم نشینوں نے انگریزوں کے ایماء سے اس لیگ کی بنیاد ۱۹۰۶ میں ڈالی۔ اس بنیاد سے ایسی مسلم لیگ سے کیا توقع ہو سکتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت کرے۔ انہوں نے باوجود قائد اعظم مسٹر جناح کی اس تنبیہہ کے کہ میرے سارے سکے کھوٹے ہیں پاکستان کی تقسیم کے فوراً بعد ان کی زندگی میں اپنے آپ کو ہندوستان کے پانچ کروڑ مسلمانوں سے الگ کر کے ان کو خاک بہ سر اور بے

سروسامان کردیا۔

اسلام لیگ کی بنیاد کیوں رکھی گئی؟

اسلام لیگ کی بنیاد ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اس اعلان کے بعد ڈالی گئی اور چونکہ خاکسار تحریک نے اپنی بنیاد کے پہلے ہی دن اعلان کیا تھا کہ ہم خاکسار ملک میں کوئی پارٹی نہیں نہ ہم کسی دوسری قوم کے دشمن ہیں۔ ہم نے خاکسار تحریک کو منتشر کرنے کے فوراً بعد ایک کروڑ مسلمانوں کی بربادی کی تاب نہ لا کر اور متروک پانچ کروڑ کا مستقبل نہایت سیاہ دیکھ کر اسلام لیگ کی بنیاد اس نصب العین پر رکھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو کے ظلم سے بچایا جائے۔ مسلم لیگ نے پھر پانچ کروڑ متروک مسلمانوں سے ہاتھ دھو کر سات کروڑ پاکستان کے مسلمانوں کو دس برس تک بے پناہ طور پر لوٹا اور اس لوٹ میں پھوٹ پڑنے کے بعد وہ ختم ہو گئی۔ اس کے ختم ہونے کے بعد پھر خاکساروں نے آج اپنا نام اسلام لیگ کے نام سے بدل کر مسلم لیگ رکھا ہے کیونکہ ہم بنیادی طور پر ملک میں یورپی طرز کی کوئی پارٹی نہیں۔

ہمارا نصب العین صرف اسلام کو مضبوط کرنا ہے' اس کو دنیا کے لئے رحمت ثابت کرنا ہے۔ ہم آج "مسلم لیگ" اس لئے ہیں کہ پاکستان کے نصب العین کو خطرہ لاحق ہے۔ ہمارا پاکستان پورا ہندوستان ہے کیونکہ مسلمانوں نے ان تیرہ سو پچھتر برس میں ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کو میدان جنگ میں قتل کروا کر اور دو سو تیرہ لڑائیاں لڑ کر ہندوستان حاصل کیا تھا اور ہندوؤں نے ایک انگلی شہید نہیں کرائی۔ ہم نے صرف ۱۹۴۷ء کے اگست میں اور اس کے بعد ایک کروڑ مسلمانوں کو برباد کر کے پاکستان حاصل کیا اور اب تک برباد ہو رہے ہیں۔ اب صرف ہم مسلم لیگ ہیں۔ ہم مسلم لیگی اس لئے ہیں کیونکہ محسن الملک کی مسلم لیگ نے پاکستان کو انگریزوں سے بطور عطیہ لے کر پاکستان کی کچھ حفاظت نہ کی' بلکہ الٹا اس کو لوٹا۔ اس لئے کوئی ماں کا پوت ہمارے سوا مسلم لیگی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور جو اب کرے گا ہم اس مسخرے کو پچھاڑ کر رہیں گے۔ ہم پبلک کے شکر گزار ہیں کہ وہ ابھی سے پرانے گھاگھوں کو جو مسلم لیگ کا نام لے کر عوام کو پھر میٹھی میٹھی باتیں سناتے ہیں اور دس

برس تک بھیڑیئے رہ کر اب بکری اور بھیڑوں کے لیلے بن رہے ہیں سٹیجوں سے اتار اتار کر بھگا رہے ہیں۔

مسلمانو! ہم اس وقت مسلم لیگی ہیں اور یہ بدنامی اور کیچڑ سے بھرا ہوا نام ہم نے مجبوراً اختیار کیا ہے، نہیں ہم مسلم لیگ کا پیارا نام دس برس کے آزمائے ہوئے غنڈوں اور لچوں کو نہیں دے سکتے۔ کل کو جب ہم مسلم لیگ کے لفظ کو کافی طور پر نیک نام کر کے تمام ہندوستان کو مسلمانوں کے قدموں میں، نہیں نہیں، رسولؐ خدا اور فاطر السموات والارض کے قدموں میں ڈال کر مسلم لیگ کے لفظ کو سچ مچ پیارا نام بنا دیں گے اور دنیا کو بتا دیں گے مسلم دنیا میں کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم لیگ کا نام بدل کر صرف مسلم بن جائیں گے اور وہی نام تیرہ سو برس بعد پھر اختیار کر لیں گے جو خدا نے ہمارے عمل کو دیکھ کر دیا تھا۔ اور اگر "مسلم" کا لفظ بھی بنی نوع انسان کی نظروں میں فرقہ بندی کا لفظ نظر آیا تو یقین مانو ہم اپنا کوئی اور نام وضع کر لیں گے جو دنیا کی تمام آبادی کو ایک دین یعنی دین فطرت اور دین اسلام پر بالآخر لے آئے۔ کیونکہ ہمارے خدا نے قرآن میں صاف کہہ دیا ہے کہ "تمام بنی نوع انسان ایک امت ہیں، خدا نے انسان کو اسی اتحاد کے لئے پیدا کیا تھا اور اگر انسانوں نے آپس میں فرقہ بندی کی تو ہم سب کو جہنم میں بھر دیں گے"۔

الغرض! مسلمانو! ہمارا پروگرام سمجھ لو۔ نام سے ہمیں مطلب نہیں۔ کام سے مطلب ہے۔ اب ہم پرانے ظالم مسلم لیگیوں کو مٹانے کی فکر میں ہیں اور ایک ایک سے میدان چھڑا کر رہیں گے۔ ہم پھر اس دس لاکھ کے مجمع میں اپنا نام مسلم لیگ رکھنے کی تجویز کو جمہوری طور پر پیش کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کیا ہم اپنا نام مسلم لیگ رکھنے میں حق بجانب ہیں؟ جو لوگ اس تجویز کے حق میں ہیں صاف ہاتھ اٹھائیں اور جس شخص کو دلیری ہو وہ آ کر ہمارے اس نام پر اعتراض کرے۔ (کوئی ہاتھ خلاف نہیں اٹھا۔ آوازیں ضرور ضرور)

ہم انسانوں میں کوئی "پارٹی" بنانا نہیں چاہتے!

لیکن مسلمانو اور ہندو بھائیو! ہم سرے سے ہندوستان یا دنیا کے کسی ملک میں کوئی پارٹی

بنا کر پارٹی بازی کرنے یا عوام کو استعمال کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کے قائل نہیں۔
لارڈ ہیلی فیکس نے جو انگلستان کا مشہور سیاست دان تھا سچ بولنے کے کسی نیک فال لمحے میں کہا تھا:۔
"دنیا کی بہترین سیاسی پارٹی بھی ملک اور قوم کے خلاف ایک سازش ہے۔"
اس لئے ہم کسی پارٹی بنانے کے قائل نہیں۔ یہ پارٹیاں صرف انگریزوں نے بنائیں اور ہم کو پارٹی باز بنایا۔ ہمارے دماغوں کے ڈھانچے اس طور پر بدل دیئے کہ ہم اب پارٹی بنانے کے سوا کوئی دوسرا تخیل پیدا ہی نہیں کر سکتے۔
انگریزوں سے پہلے کوئی پارٹیاں نہ تھیں!

- کیا مغلیہ سلطنت کے چار سو برس تک ہندوستان پر حکومت کرنے کے وقت کوئی پارٹی موجود تھی؟
- کیا غوری اور لودھی اور محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کے وقت کوئی پارٹیاں موجود تھیں؟
- کیا ہندوؤں اور آریوں کے قدیم راج کے وقت کوئی سیاسی یا غیر سیاسی پارٹیاں تھیں؟

اس لئے ہم مسلم لیگی کسی مسلم لیگ یا اسلام لیگ یا خاکسار یا اسلامی جماعت یا عوامی جماعت یا ہندو کانگریس یا انڈین نیشنل کانگریس یا کسی الم غلم پارٹی بنانے کے قائل نہیں اور ان کے مخالف ہیں اور ہم ہندوستان میں کانگریس کو بھی ختم کر کے رہیں گے کیونکہ مسلم لیگ کی طرح کانگریس بھی ان دس سالوں میں ناکام ہو چکی ہے۔ ہم مسلمان بندر قوم نہیں کہ بوزنوں کی طرح انگریزوں کی نقل اتارتے پھریں جن کا راج ہندوستان میں صرف نوے برس رہا۔ ہم کیوں نہ مغلیہ سلطنت کی نقل اتاریں جن کے راج میں چار سو برس تک نہ ہندوؤں اور نہ مسلمانوں کی کوئی پارٹی تھی اور آٹا روپیہ کا ڈیڑھ من ' دال روپیہ کی ۲۵ سیر اور مرغی کی قیمت تین پیسے تھی۔ اس لئے مسلمانو! ہمارا آئندہ پروگرام ہر پارٹی کو مٹانا اور ہندوستان میں پھر ہندوؤں اور مسلمانوں کی ایک مشترک اور پر امن حکومت قائم کرنا ہے تاکہ خدا کے بنائے ہوئے بندے پھر دودھ اور شہد کی اس زمین پر پریم سے رہیں اور انصاف اور سچائی کا بول بالا

ہو۔

چار اصولوں پر تمام پبلک حرف بحرف عمل کرے

مسلمانو اور دوسرے بھائیو! یاد رکھو کہ یہ عظیم الشان پروگرام صرف اسی وقت معرض عمل مین آسکتا ہے کہ ان چار اصولوں پر جو میں اپنے خطاب میں کہہ چکا ہوں سچا اور متواتر عمل کیا جائے۔ میں نے آج اس میدان میں تم سے اقرار لیا ہے کہ ۱۹۵۷ء کے پورے سال کے دوران میں اولاً یہ کہ اپنے تمام معاملات درست کرو۔ معاملات کے معنی یاد رکھو صرف لین دین نہیں بلکہ دو آدمیوں یا دو انسانوں کے درمیان کسی باہمی عمل کا صحیح ہونا ہے۔ انسان اور انسان کا معاملہ' خاوند اور بیوی کا معاملہ ' باپ اور بیٹے کا معاملہ ' بہن اور بھائی کا معاملہ ' امیر اور غریب کا معاملہ' مسلمان اور ہندو کا معاملہ ' سب اس معاملات کے لفظ میں شامل ہیں۔ اگر تمہارے معاملات آج سے درست نہ ہوتے گئے تو یاد رکھو کہ ہندوستان پر قبضہ نہیں ہو سکتا۔ آج پھر اس میدان میں اپنے معاملات کے درست ہونے کا اقرار کرو اور جاتے ہی یہ کام شروع کردو کہ انسان سے انسان کا لین دین درست رہے۔ وعدے درست رہیں' ہمدردی وقت پر ہو' غم اور شادی کے وقت اپنے فرائض درست ہوں' خاوند بیوی سے درست ہو' باپ بیٹے سے' بہن بھائی سے' امیر غریب سے 'غریب امیر سے درست رہے۔ دوسری بات لازمی طور پر یہ ہے کہ سب آپس کی عداوتیں اور کینے بھول کر ایک اور نیک ہو جاؤ۔ تیسری بات جو میں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ کسی دوسری قوم پر مسلمانوں کا ادنیٰ ظلم نہ ہو۔ آخری بات یہ ہے کہ ہر مسلمان قربانی جان و مال کے لئے تیار ہو جائے اور جدھر اس کو چل پڑنے کا حکم ملے چل پڑے اور گاجر مولی کی طرح کٹ جائے کیونکہ ویسے بھی تو بستر پر بیماری اور دکھ سے مر رہا ہے کیوں نہ میدان جنگ میں شہید ہو اور اپنی اس جانی قربانی سے تمام ہندوستان پر غالب آکر اسلام کو پھر ایک ہزار برس تک غالب کردے۔

اس آخری پروگرام کی وضاحت مسلمانو اور دیگر بھائیو! اس لئے ضروری ہے کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے ایک اور نیک بن جانے' سب دنیا کے لئے رحمت خدا

ہونے' قربانی جان و مال کے لئے تیار ہونے اور معاملات درست کرنے کا لازمی نتیجہ غلبہ ہے اور غلبہ تمہیں ہندوستان پر فوجی حملہ کئے بغیر اسی طرح لازما" حاصل ہو گا جس طرح کہ رات کے بعد دن کا نمودار ہونا یقینی ہے۔

ہمارا اولا" پروگرام یہ ہے کہ اگر تم یکم فروری ۱۹۵۷ء کو پھر ان میدانوں میں جمع ہو گئے اور اپنے سچے اعمال نامے ساتھ لائے تو اس ماہ کے اندر اندر حیرت انگیز اضطراب پنڈت نہرو کے عظیم الشان محل میں ہو گا اور اس کی وہ تمام رنگ رلیاں جو میں نے سنا ہے وہ رات کو کرتا ہے ختم ہو جائیں گی۔

پنڈت نہرو سے درخواست اور امرتسر کی طرف کروڑوں کا کوچ

اگر تم نے ایک ماہ تک عزم کر لیا کہ ہم پوری مالی اور جانی قربانی کریں گے تو ہم نہایت عزم اور استقلال سے پنڈت نہرو کو کہیں گے کہ فلاں تاریخ تک کشمیر خالی کر دے۔ اگر کشمیر اس وقت تک خالی نہ ہوا تو لاکھوں اور کروڑوں انسان مغربی پاکستان سے امرت سر کی طرف اور مشرقی پاکستان سے پٹنہ کی طرف چل پڑیں گے تاکہ پنڈت نہرو پاکستان کے کروڑوں انسانوں کی درخواست کو بذات خود سنے۔ اگر نہرو کی حکومت نے ہمیں قتل کرنا شروع کیا تو ہم دیکھیں گے کہ وہ کتنے انسان تہ تیغ کر سکتا ہے۔ ہم سب انسانوں کی قربانی دیتے آگے بڑھتے جائیں گے حتیٰ کہ ہم قتل ہوتے ہوئے دہلی کے لال قلعہ پر جا کر دم لیں گے اور خدا کا شکر ادا کریں گے کہ خدائے عزوجل نے ہمیں پھر دہلی کا منہ دکھایا جس پر ہم ۱۱۴۵ برس قابض رہے تھے۔

مسلمانو! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس مہم میں دس ہزار انسان قتل نہیں ہوں گے اور اس قسم کی جنگ میں جو میں نے تجویز پیش کی ہے تمام مشرقی پنجاب کی غیر مسلم آبادی ہمارے ساتھ ہو گی ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ صرف پہلے وار پر چند لوگ سرحد پر قتل ہوں گے لیکن لاکھوں انسانوں کا منظم سیلاب ہر رکاوٹ کو تنکوں کی طرح بہالے جائے گا۔ میرا ذمہ ہے کہ اگر تم میں یہ چاروں چیزیں جو میں نے بتائی ہیں پیدا ہو گئیں تو دس دن کے اندر اندر ہم دہلی میں ہوں گے' دس دن کے اندر اندر پچاس کروڑ انسانوں کی قسمت بدل جائے گی۔ ہندو لالے اور مہاشے جو دس سال سے

کھڑ پینچ بنے ہوئے ہیں اور نسلوں کو تباہ کر رہے ہیں ہمارا عزم دیکھ کر خود کہیں گے کہ مہاراج ہم تو آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ پرماتما کی طرف سے آپ کا یہاں آنا مبارک ہے' آپ تشریف لایئے ہم آپ کے چرنوں میں بیٹھ کر آپ کی پوجا کریں گے۔ مسلمانو! اگر یہ سب کچھ حرف بہ حرف نہ ہوا تو یہ سمجھ لو کہ میں نے اپنی زندگی کے ستر برس بے فائدہ گزارے۔ شرط یہ ہے کہ میری بتائی ہوئی شرطوں کو حرف بحرف پورا کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو' یہ غلبہ ہو کر رہے گا۔ اب میں دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کے ساتھ ہو!

۲۶ دسمبر ۵۶ پونے چھ بجے شام — عنایت اللہ خان المشرقی

یکم فروری ۱۹۵۷ء کو

لاہور منٹو پارک اور ڈھاکہ، کراچی وغیرہ میں

علامہ مشرقی کا تیسرا خطاب یوم انقلاب

پاکستان بنانے کا مطلب خدا کی حکومت قائم کرنا تھا:

پاکستان کے مسلمانو اور دوسرے انسانی بھائیو! پاکستان کا لفظ اگرچہ ازروئے قواعد غلط ہے اور اردو اور فارسی کے قواعد سے ناواقف لوگوں نے اس ملک کا نام غلط رکھا لیکن پاکستان کے لفظ سے مراد عوام الناس کی یہ تھی کہ ملک پاک لوگوں کی جگہ ہو گا۔ پاکستان کا مطلب عام لوگوں نے یہ لیا تھا کہ یہاں لا الا الااللہ کا بول بالا ہو گا۔ دوسرے لفظوں میں سوائے خدا کے کسی کا حکم نہ چل سکے گا۔ اسی لا الہ الا اللہ کے تخیل نے مسلمانوں کو ہر قربانی پر آمادہ کیا اور اسی خدا کے حکم کے چلنے سے مراد ہر اچھے بلکہ برے سے برے مسلمان کی یہ تھی کہ انگریزوں کی ایک سو برس کی حکومت نے اگرچہ مسلمان بلکہ ہندو کو زیادہ سے زیادہ بدحال کر دیا ہے، اگرچہ ان سو برس میں مسلمان ساڑھے گیارہ سو برس تک ہندوستان پر حکمران رہ کر بہت کچھ اپنی بدعملی سے لیکن بہت کچھ سفید حاکموں کے ظلم سے بھی غلام در غلام اور کمزور در کمزور ہو چکا ہے لیکن پاکستان بننے کے بعد اس پر خدا کا حکم چلے گا۔ اور اس خدا کے حکم چلنے کا تصور مسلمان کے ذہن میں یہی تھا کہ یہاں کے لوگ خدا کا حکم چلنے کے باعث خوشحال سے خوشحال، مضبوط سے مضبوط، نیک سے نیک، انصاف پسند سے انصاف پسند یا دوسرے لفظوں میں اچھے سے اچھے ہوتے جائیں گے۔ مسلمانوں کے پاس اس تخیل کو نوازنے کی وجہ یہ تھی کہ پاکستان ایک ایسی جماعت کے سپرد کیا گیا تھا جس کے نام "مسلم لیگ" میں مسلم کا لفظ لگا تھا اور مسلمان کو اعتماد تھا کہ مسلم لیگ والے پاکستان میں سچ مچ خدا کی حکومت قائم کر کے رہیں گے۔ عوام اسی تخیل کے انتظار میں رہے اور خیال تھا کہ یہی خدا کی حکومت مسلمانوں کے ہر روگ کا علاج بن کر رہے گی۔

ادھر مسلم لیگ والوں نے خدا کی حکومت کا تخیل بطور ایک سٹنٹ کے چلایا تھا کہ لوگ اس میں مگن رہیں۔ کچھ دیر تو وہ اپنے آپ کو "نوزائیدہ سلطنت" یعنی مرفوع القلم لوگ کہہ کہہ کر وقت گزارتے رہے اور لوگ بھی متفق رہے کہ ہاں بے شک ابھی تو سلطنت صرف چھ ماہ یا ایک سال یا چھ سال پرانی ہے' ابھی اتنی جلدی خدا کی حکومت کہاں آسکتی ہے۔ لیکن جب بالاخر لوٹ کی گرم بازاری نے عوام کی آنکھیں کھولیں کہ خدا کی حکومت تو کجا یہاں تو شیطان کی حکومت روز بروز زور پکڑ رہی ہے تو عوام اس وقت تک مسلم لیگ والوں کی پوری پکڑ میں آچکے تھے۔ ان کے حوصلے اور امیدیں رفتہ رفتہ کالعدم کر دی گئیں بلکہ کئی ایسے کھیل کھیلے گئے جس سے عوام خود شیطانی دلچسپیوں کا شکار ہوتے چلے جائیں۔ چنانچہ آج مختصر الفاظ میں حالت یہ ہے کہ عوام الناس انتظار کرتے کرتے اور بھوک' ننگ اور دکھ سکھ سہتے سہتے خود غنودگی کی حالت میں ہیں' خدا کی حکومت کا پاکیزہ تخیل جس کے بوتے پر عوام الناس نے بے پناہ مصیبتیں جھیلیں تھیں دھندلا اور ماند پڑ گیا ہے' اس لا الہ الا اللہ کی آواز کا شعلہ دلوں میں بجھ بجھ کر اتنا سرد ہو گیا ہے کہ مسلمان اپنی تمام پچھلی قربانیوں بلکہ موجودہ دکھ کو اکارت سمجھ کر بے حسی کے عالم میں ہیں اور اسی عاجزی اور مسکینی میں جوں توں وقت گزار رہے ہیں۔

شیطان کی حکومت کبھی دیرپا نہیں ہو سکتی!

مسلمانو تم اپنے رہنماؤں کی دس برس کی چالبازیوں کے بعد اپنی سمجھ میں ہارے بیٹھے ہو' نہیں بلکہ بہت کچھ اس رنگ میں رنگے گئے ہو جو رنگ تمہارے رہنماؤں نے سوچ سمجھ کر تمہارے لئے تجویز کیا تھا۔ لیکن ایک بات جو تمہارے سامنے اس دس برس میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نمودار ہوئی ہے وہ مسلم لیگ کی موت ہے! یہی مسلم لیگ کی موت جس کے چنگل سے تمہیں نکلنے کی امید نہ رہی تھی تمہیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ شیطان کی حکومت چند روزہ تھی' پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ خدا کی بنائی ہوئی دنیا میں جھوٹ صرف چند روز ہی چلا کرتا ہے' پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ فاطر السموات و الارض کے اس مضبوط اور اٹل کارخانے میں شیطان صرف چند

روز ہی جشن منایا کرتا ہے' پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ سچائی دب دب کر ابھرتی اور نور رک رک کر نکھرتا ہے۔ اسی بارہ کروڑ مسلمانوں اور چالیس کروڑ ہندوؤں اور اچھوتوں کی سرزمین میں پچھلے ۲۶ برس کی مدت کے اندر صرف چند خاکسار پیدا ہوئے جو بارہ لاکھ یعنی سو میں سے ایک بھی نہیں تھے' جو خدا کی حکومت اس سرزمین ہند پر قائم کرنا چاہتے تھے۔ شیطان نے یا ان کی اپنی درماندگیوں نے انہیں ابھرنے نہ دیا۔ ان لوگوں نے ۲۶ برس میں شیطان سے کوئی اجرت نہ لی۔ ان میں ہر فرقے اور رنگ کے مسلمان' ہر قطع اور گروہ کے ہندو اور سکھ' ہر رنگ اور روغن کے انسان' غریب' متوسط الحال' سرمایہ دار' راجے' مہاراجے' نواب سب شامل تھے لیکن عوام نے جو شیطان کی شیطان کاریوں اور دھوکوں میں پھنسے تھے ان بے مزد لوگوں کی کچھ قدر نہ کی۔ ان کے فوجی اور عسکری مظاہروں کو بے کار اور تماشا سمجھا۔ انگریز کے نازک عہد میں ان لوگوں نے اپنی بے پناہ خدمت خلق' سپاہیانہ مارچوں اور مصنوعی جنگوں سے لوگوں میں نظام' باہمی محبت اور عسکریت کی روح پھونک کر اشاروں اور کنایوں سے پچاس کروڑ انسانوں کی سرزمین میں قومی زندگی کی روح بھرنا چاہی۔ یہ سب کچھ علی الاعلان اور بہ بانگ دہل ہوتا رہا۔ مگر انسان کی شیطان کاری نے اس دین اسلام کے سب سے بڑے معجزے کو پنپنے نہ دیا اور سچائی دبتی ہی رہی! اب مسلم لیگ اور ہندو کانگریس دونوں کی موتیں اس دس برس کی شیطانی کارگزاریوں کے بعد پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ خدا کی حکومت ۱۹۵۷ء میں آکر رہے گی' انگریز کی شیطانی حکومت کے بعد' مسلمان کی شیطانی حکومت کے بعد' ہندو کی ابلیسی حکومت اور نسل کشی کی بے پناہ جدوجہد کے بعد' اب خدا اور امن کی حکومت ضرور آنے والی ہے جس میں بنی نوع انسان کو ایک امت' ایک گروہ' ایک نسل' ایک قوم سمجھ کر' انسانوں میں اختلاف عقائد اور اختلاف رنگ و مرتبت کے باوجود ایک ایسا آئین ضرور رائج ہو کر رہے گا جس کے ماتحت سب اپنی اپنی جگہ پر خوشحال' سب خدا کے بندے' سب مسجدوں اور مندروں' صومعوں اور میکدوں میں اسی ایک خدا کو اپنے اپنے رنگ میں پکارنے والے لوگ ہوں گے۔ جو پرمیشور' پرماتما' گاڈ اور خدا کا قانون جاری کریں گے۔ مسلمانو! تم تنگ نظر اور متعصب بنائے گئے ہو۔ لیکن تمہاری کتاب اور تمہارا

قرآن تنگ نظر نہیں۔ وہ صحیفہ فطرت اور کائنات عالم کی طرح بے کراں اور بے انت ہے۔ تم نے تیرہ سو پچھتر برس تک ہر جگہ بڑی بڑی آبادیوں پر خدا کا قانون جاری کیا ہے' ہر جگہ انسانوں کے بڑے بڑے گروہوں کی رکھوالی کی ہے' تمہاری فراخ دلی' رواداری اور مقناطیسی محبت کا ڈنکا کبھی اس طرح بجتا تھا کہ تم نے فوج کشی ' تلوار اور نسل کشی کے بغیر انڈونیشیا جیسے مکہ اور عرب سے دور دراز ملک میں سات کروڑ مسلمان جیتے جاگتے پیدا کر دیئے' چین جیسے بڑی بڑی اینٹوں اور پتھروں کی دیواروں والے ملک میں چھ کروڑ خدا کو ماننے والے بنا کر چھوڑے' روس جیسے آہنی پردوں والوں کی سرزمین میں سات کروڑ انسان سے محبت کرنے والے انسان کسی فوجی حملے کے بغیر پیدا کر دیئے۔ ہاں ہاں چین کی اس سرزمین میں پیدا کر دیئے جو اس مہاتما بدھ کے عقیدت مندوں کی سرزمین ہے جس کے بیس کروڑ ماننے والوں کو ہندوؤں نے بیس برس کے اندر اندر ضد اور ہٹ دھرمی سے ہندوستان سے بیک بینی ودو گوش نکال کر پھینک دیا تھا۔ یہ سب کچھ تمہاری وسیع نظری' خدا دوستی اور ذہنی رواداری کا کرشمہ تھا کہ تم دنیا کے ہر براعظم میں اس تیرہ سو برس میں پھیلتے گئے اور ہندوؤں کا کئی ہزار سالوں کا قدیم اور مقدس مذہب ہندوستان سے ایک قدم باہر نہ نکل سکا۔ تم مسلمانوں کے لئے اب دس برس کے دن دہاڑے کے تجربے کے بعد وقت آپہنچا ہے کہ خدا کی حکومت اس سرزمین ہندوستان میں پھر قائم ہو۔ وقت آپہنچا ہے کہ تم مسلم لیگ کی حکومت کے خود بخود تتر بتر ہونے کے بعد خدا کی سچی حکومت پھر قائم کرو۔ وقت آپہنچا ہے کہ اس دکھ اور بے بسی میں لاکھوں جانیں اور ہزاروں عورتوں کی عصمت دری کروا کر اور عزتیں برباد کر کے تم پھر انسانی جان کی قیمت اور حرمت اور عورت کی عصمت اور حمایت کی شان بلند کر دو۔ یاد رکھو کہ عیسائی اپنی پچھلی دو سو برس کی تاریخ میں اپنا کھیل کھیل چکا ہے۔ ۲۵ برس کی قلیل مدت میں دو عالمگیر جنگوں نے جن میں کروڑوں افراد ہلاک ہوئے عیسائی کی عالمی حکمت عملی کو قطعاً" ننگا کر دیا ہے۔ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی گرج نے ثابت کر دیا ہے کہ عیسائیت ایک خونخوار اور ڈراؤنا نظام ہے جو شیطان نے دو سو برس سے دنیا پر تھوپا ہوا ہے۔ ہندوستان میں صرف ہندو کی دس برس کی حکومت نے ہندو کو بالکل ننگا کر دیا ہے۔ اس کے عہد میں

ہندو بھی نہیں بلکہ صرف اونچی ذات کا مقدس برہمن ہی زندہ رہ سکتا ہے' جین مذہب کا مہاتما گاندھی بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ اچھوت سے محبت کر کے ان کو پستی سے نکالنے والا کوئی لیڈر قائم نہیں رہ سکتا۔ ہندویت کی جگہ انسانیت کا بول بالا کرنے والا کوئی ماسٹر' رہبر اور استاد قائم نہیں رہ سکتا۔ پچھلے دس برس کی کش مکش نے تم پر دو اور دو چار کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ خدا کی زمین پر شیطان کی حکومت دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔

کیا پاکستان کی ٹوٹی ہوئی زمین میں دس لاکھ مجاہدین پیدا نہیں ہو سکتے!

ابھی ابھی اخبارات نے اعلان کیا ہے کہ ہمارے صرف ایک سابق گورنر جنرل ..... کا نوے لاکھ روپیہ نقد بنک سے نکلا ہے اور دس کروڑ روپے کی جائیداد اس کے علاوہ ہے جس کی وجہ سے اس کے خاندان میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے۔ یہ تو صرف ایک مسلم لیگی کی کارگزاری ہے جو اس کی موت کے بعد ظاہر ہوئی ہے اور باقی سب کی کارگزاریاں ابھی پردہ راز میں ہیں۔ تو اس قہر اور ظلم میں مجھے بتاؤ کہ کیا دس سال سے اس دکھ میں رہی ہوئی سرزمین میں دس لاکھ انسان پیدا نہیں ہو سکتے جو قہر و ستم کے بنائے ہوئے اس شیطانی نقشے کو اپنے چند دنوں یا زیادہ سے زیادہ چند مہینوں کے استقلال' پامردی' نظام اور پابندی' مزید دکھ اور مزید ہمت سے بدل دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ دس سال گزرنے کی تقریب کے باعث اسی ۱۹۵۷ء کے ابتدائی مہینوں میں ہی دس لاکھ انسانوں کی ایک جماعت مغربی پاکستان سے اور دس لاکھ انسانوں کی ایک جماعت مشرقی پاکستان سے انہی ظلموں کی ماری جماعت سے نکلے' یہ دس دس لاکھ اسی طرح جس طرح کہ خاکسار تحریک کے زمانے میں انگریزوں جیسے دشمن کے ہوتے ہوئے پشاور سے راس کماری تک اور رنگون سے لیکر عراق' عرب' قاہرہ اور نیروبی تک بغیر میرے دوروں کے' یا لاہور سے ایک قدم دور جانے کے بغیر اور صرف میری سچائی کو بلند کرنے والی آواز پر بے مزد لوگوں کی ایک بڑی جماعت نکل کھڑی ہوئی تھی' ہاں اسی طرح یہ دس دس لاکھ انسان صرف خدا اور قرآن کی آواز پر چند دنوں یا زیادہ سے زیادہ چند مہینوں کے لئے فورا" اور ابھی اسی اگلے چند ہفتوں کے اندر اندر نکل

پڑیں۔ نکل کر خدائی آواز پر مقیم ہو جائیں' اپنے نفسوں کو جو دنبوں کی طرح موٹے ہوئے ہوئے ہیں پتلا کر کے ایک لڑی میں اپنے آپ کو پرو دیں۔ وہ لڑی خدا کے موتیوں کی لڑی ہو' اس لڑی کے بنائے جانے میں کسی شیطان کا ہاتھ نہ ہو۔ اس لڑی کا منشایہ ہو کہ دس برس گزر چکے اور شیطان کی حکومت ہندوستان میں قائم رہی' دس برس گذر چکے اور شیطان کی حکومت پاکستان میں ختم ہو چکی۔ اب ہندوستان اور ہندوستان کے چالیس کروڑ عوام پر خدا کی حکومت قائم کرنا باقی ہے اور یہ کام نفس پتلے کئے ہوئے' دکھ اور رنج میں رسے ہوئے' بھوکے اور ننگے' جان سے گذرے ہوئے اور تو ان کو اپنائے ہوئے انسانوں سے ہو سکتا ہے۔ میرا مدعا صرف اپنی شخصیت کو نمایاں کئے بغیر مسلمانوں میں اپنی سخت آواز اور درشت لفظوں سے ہی خدائی نظام پیدا کرنا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اپنے ایمان کو مفت حاصل کرنے کی خاطر اور سالہا سال کی بدکرداریوں اور گناہوں کے بعد بلکہ ایک طریقے سے عمر بھر کی نمازوں' تسبیحوں اور روزوں کی تکلیف کی بجائے چند ہفتوں میں سستا ایمان اور ہمیشہ کی جنت دینی اور دنیاوی دونوں قطع کی خریدنے کا ڈھنگ اختیار کرے۔ جس ڈھنگ میں یہ ہو گا کہ آپس میں باتیں کرتے کرتے' راستے میں خدا اور ایمان کی رنگ رلیاں مچاتے مچاتے لیکن پورے نظم و نسق اور ادنیٰ گڑبڑی کے بغیر ہم ہندو کی توپ اور تلواروں کے سامنے ایک طوفان کی طرح امرتسر' پھر امرتسر سے جالندھر' پھر لدھیانہ اور انبالہ' پھر دہلی اور آگے بڑھتے جائیں اور بے پناہ طوفانوں کی طرح۔ اگر اس طوفان کے قطرے کسی جگہ رک جائیں تو طوفان اسی طرح اور نہایت تمکنت اور وقار سے بڑھتا ہی جائے اور سب رکاوٹوں کو تنکوں کی طرح بہالے جائے۔ مسلمانو! میں حسابی آدمی ہوں اور میرا حسابی اندازہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ شرط صرف ایک ہے کہ یہ دس لاکھ مسلمان ایک اور نیک ہو جائیں۔ صحیفہ فطرت کا ہر منظر اس میرے اندازے کو قطعی طور پر صحیح کہہ رہا ہے کیونکہ میری نگاہوں میں دنیا کے سب انسانی واقعات اپنے وقت اور موقع پر انسان کی مختلف "کھیلوں" اور "تفریحوں" کا نتیجہ ہیں۔ سکندر اعظم نے جس کو اب اعظم کہا جاتا ہے یونان کی چھوٹی سی سلطنت سے نکل کر دنیا کے بڑے حصہ کو مٹھی بھر لوگوں کی ہمت سے فتح کیا۔ چنگیز اور ہلاکو خان کی فوج شروع

شروع میں تقریباً" نتی لیکن مخلص اور قانون خدا پر عمل کرنیوالی جماعت تھی۔ ہٹلر کو میں خود ملا ہوں اور جب ملا تھا تو اس کے پاس صرف عزم اور ارادہ تھا اور کچھ نہ تھا۔ بابر، محمود غزنوی، کرشن اور اب ان دنوں میں مصطفےٰ کمال اور رضا شاہ پہلوی سب کے سب کھیلتے کھیلتے اور انسانوں کو کھلاتے کھلاتے دنیا کی قسمتیں بدل گئے اور جب یہ لوگ اپنا کام کر بیٹھے ہوں گے تو ہنستے ہوں گے کہ قوموں کی قسمتیں بدلنا ایک کھیل ہے جس میں انسان جان کی ذراسی بازی لگا کر قرنوں اور صدیوں تک آن کی آن میں ایک نیا منظر پیدا کر دیتا ہے اور دل ہی دل میں ہنستا جاتا ہے کہ کیا معمولی سا کام تھا جس کو دنیا بڑی مشکل سمجھے بیٹھی تھی۔ مسلمانو تمہی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک رات کے اندر اندر پاکستان اور ہندوستان بنے اور قائداعظم مسٹر جناح اور پنڈت نہرو ان دونوں ٹکڑوں کے مالک صبح کو تھے۔ یہ کھیل تو خیر کسی سیاسی جھرلو سے بنا ہو گا لیکن اگر غور سے دیکھو تو دنیا کی تاریخ کا بڑے سے بڑا حصہ اسی قسم کے چند لمحوں کے جھرلوؤں سے بنا ہے جو عزم اور ارادے والے انسان کھیلتے کھیلتے پیدا کر دیتے ہیں۔ اس لئے مسلمانو! میری تجویزوں اور تدبیروں میں شک نہ کرو، یہ حسابی اور فطری اندازے ہیں جس میں خدا کی حکمتوں کو دخل ہے۔ انسان کی مصلحتوں اور سوچوں کے باوجود واقعات آئے دن ہوتے رہتے ہیں اور دنیا کی تاریخ ان سے بھری پڑی ہے۔ حالات کو بدلنے والے لوگ صرف صحیح موقع کو دیکھنے والے لوگ ہوتے ہیں اور ۱۹۵۷ء کا سن ایک صحیح نفسیاتی موقع ہے جس سے اگر مسلمان نے فائدہ اٹھایا تو سمجھ لو بیڑا پار ہے۔

مسلمانو! ابھی ابھی تمہارے سامنے ۳۳۱ آدمیوں کا ایک قافلہ مصر کے لئے کراچی کی طرف روانہ ہوا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ کوئی حاکم اس قافلے کو مصر تک نہ پہنچنے دے گا اور یہ لوگ اسی طرح آمانی طور پر واپس آجائیں گے۔ لیکن ہم نے سوچ سمجھ کر اس قافلہ کو کراچی جانے کا حکم دیا تھا تاکہ ہم اندازہ کرلیں کہ ان خدا کے بندوں کی بندگی کی حقیقت کیا ہے۔ قافلہ کے روانہ ہونے کے بعد اور اس سے پہلے صدہا لوگوں نے ہمیں رو رو کر کہا کہ انہیں بھی جانے کی اجازت دی جائے لیکن ہم صرف مسلمان کے ایمان کو آزمانا چاہتے تھے تاکہ ۱۹۵۷ء کی مہم کے متعلق ہمارا اندازہ صحیح

ہو۔ قافلہ ایک مہینہ اور بارہ دن کی رات دن کی تکلیف اٹھانے کے بعد لاہور پہنچا اور پورے طور پر خوش بخوش تھا۔ میں حیران تھا کہ اس مختصر اسباب اور مال کے ساتھ جو ان لوگوں کے ساتھ تھا اس نے سخت سردی اور بھوک کے دن کیسے گزارے' یہ لوگ کیوں خوش بخوش ہیں' ان میں سے کسی شخص نے اپنا جی نہیں ہارا' کیونکر ان میں پھوٹ پیدا نہیں ہوئی' کیوں لوگ راستے ہی میں بھاگ نہیں گئے' کیونکر امیر اور غریب کا جھگڑا نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔ الغرض ہمارا تجربہ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ ہندوستان سر کرنے کی مہم پورے طور پر کامیاب ہو سکتی ہے بشرطیکہ دس لاکھ مسلمان منظم طور پر چل پڑیں۔ دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ پیر ریحان شاہ جیسے اشخاص کی کمان میں ہماری مہم میں ادنیٰ سی گڑ بڑ یا خرابی پیدا نہیں ہو سکتی۔ تیسرا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری مہم اس طرح کھیلتے کھیلتے ہی کامیاب ہو کر رہے گی جس طرح کہ دنیا کی اور بڑی بڑی مہمیں کامیاب ہو کر رہیں۔ سب دس لاکھ خوش بخوش اور ظفریاب ہو کر آئیں گے اور کوئی ادنیٰ مایوسی اور تکان کسی کے چہرے پر نہیں ہو گی۔

"مسلمان" کو ہمیشہ فتح اور "کافر" کو ہمیشہ شکست ہے!

اس تمام تمہید کے بعد جو میں نے نفسیاتی طور پر تمہیں خدا کی حکومت کا رنگ بتانے کے لئے پیش کی ہے مسلمانو اور دیگر بھائیو! جو بات میں خاص طور پر واضح کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ کائنات کا یہ سلسلہ روز اول سے ہی کچھ اس ڈھنگ سے بنا ہے کہ خدا نے کسی انسانی قوم کو آج تک فتح نصیب نہیں کی جب تک کفر کے مقابلے میں اس قوم کے دلوں میں خدا کی حکومت قائم نہ ہو گئی ہو۔ اس قطع کی خدا کی حکومت کو واضح کرنے کے لئے تشریح چاہئے کیونکہ آج کل کے جاہل اور قرآن سے بے خبر مولوی نے خدا کی حکومت کے نہایت لغو معنی نماز' روزہ' تسبیحوں اور داڑھیوں وغیرہ کو بنا کر تمہیں فتح و ظفر کے قانون سے بالکل ناواقف کر دیا ہے اور تمہیں معلوم نہیں ہو رہا کہ قوموں کو فتح و ظفر کیونکر نصیب ہوتی ہے۔ تم خدا کی حکومت کا عملی رنگ دیکھنا چاہتے ہو تو اس صحیفہ فطرت کی کسی شے کی طرف دیکھو' ہر شے اپنے مقرر کردہ قاعدہ پر روز اول سے چل رہی ہے اور ایک بال کے برابر ادھر

ادھر نہیں ہوتی۔ کسی دوسری شے کے مقرر کردہ فرائض میں ادنیٰ دخل نہیں دیتی اور نہ وہ اس کے کام میں حارج یا حائل ہے۔ اسی بناء پر خدا نے قرآن عظیم میں کہا کہ دنیا کی ہر شے مجھے سجدہ کر رہی ہے اور اگر کوئی اور خدا میرے سوا ہوتا تو یہ تمام کارخانہ بگڑ جاتا۔ اس نکتہ پر کافی غور کے بعد تھوڑی سی سوچ تمہیں اس نتیجہ پر پہنچا دیتی ہے کہ وہی قوم یا فوج فتح مند ہو گی جس کا آپس میں پورا اتحاد ہو۔ ہر شخص دوسرے شخص سے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جڑا ہو' ہر شخص اپنے نفس کو پتلا کر کے دوسرے ساتھی کے ساتھ میدان جنگ میں کسی قیمت پر ادنیٰ لڑائی مول نہ لے' لوگ سب کے سب ایک مقصد کو سامنے رکھیں کہ ہر حالت اور بہرنوع فتح کو حاصل کرنا ہے اور دشمن کی صفوں کو ہر قیمت پر منتشر کر کے رہنا ہے' قوم کے سپاہیوں کے اندر کسی ادنیٰ قسم کی کمزوری نہ پیدا کرنا ہے' اگر ایک سپاہی بھوکا ہے تو اسکو اپنے حصے کا کھانا قربانی کر کے اس کی بھوک کو رفع کرنا ہے' اگر اپنا نقصان ہو کر کسی دوسرے کو فائدہ پہنچانے میں فوج کی مضبوطی ہے تو اس نقصان کو خوشی سے برداشت کرنا خدا کی حکومت دل پر قائم کرنا ہے۔ اگر کسی بات کے کرنے یا کہنے سے اپنے سپاہیوں میں انتشار پیدا ہوتا ہے تو اس بات کو نہ کرنا اور نہ کہنا خدا کو اپنا حاکم تسلیم کرنا ہے۔ اگر کسی کو کسی شے کا زیادہ حصہ مل گیا ہے تو اس حصے کے متعلق دل میں شکایت نہ رکھنا خدا کو حاکم ماننا ہے۔ اگر فوج کے حاکم کا کوئی حکم غلط ہے یا دکھ دینے والا ہے یا اپنی مرضی کے مطابق نہیں تو اس حکم کو من و عن اور بے چون و چرا ماننا دل پر خدا کی حکومت کو ماننا ہے وغیرہ وغیرہ۔ الغرض مسلمانو! یاد رکھو اگر دس لاکھ کی فوج جو ہندوستان کو پورے طور پر فتح کرنے کے لئے مانگ رہا ہوں اس قطع کی نہ ہوئی تو وہ فوج فوج نہیں وہ ایک بے لگام بھیڑ ہے۔ وہ انسانوں کا ایک بے ہنگم ڈھیر ہے' اس کے دلوں پر شیطان کی حکومت ہے خدا کی حکومت ہرگز نہیں۔ یہ دس لاکھ اگر خدا کی حکومت اپنے دلوں پر استوار کر کے جائیں گے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ دہلی' کلکتہ اور راس کماری تک پہنچ کر رہیں گے۔ ان کے آگے کفر تنکوں کی طرح اڑتا جائے گا۔ مسلم لیگیوں کے دلوں پر شیطان کی حکومت تھی۔ وہ دس برس کے اندر اندر مٹ گئے۔ ہندو کانگریس نے دس برس میں بے پناہ ظلم مسلمانوں اور غیر برہمنوں

پر گئے۔ وہ دس برس کے اندر مٹ چکی ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی دنیا میں فتح و ظفراب اسی قوم کو ہے جو خدا کی حکومت اپنے دلوں پر جما رہی ہے۔ کافر اور خدا سے منکر قوم کو بہرحال شکست ہے اور کفر کبھی فتح مند نہیں ہو سکتا۔ خدائے عالمیان نے اسی بناء پر قرآن حکیم میں صاف اور کلی طور پر کہہ دیا تھا کہ اے مسلمانو! اگر کافر تمہارے سامنے میدان جنگ میں آئیں گے تو بہر نوع کافر ہی پیٹھ پھیریں گے اور پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ پھر غور کرو اس آیت کے فوراً بعد ایک عظیم الشان قاعدہ کلیہ یہ کہہ کر پیش کر دیا کہ جانتے رہو کہ یہ کافر کا پیٹھ پھیرنا خدا کا روز اول سے قانون ہے اور ابدالا باد تک یہ قانون جاری و ساری رہے گا۔

ہمارا نظام کیا ہوگا اور ہم دس لاکھ کے دستے سے کیا چاہتے ہیں!

مسلمانو! اس حیرت انگیز خدائی فیصلے کی کہ مسلمانوں کو ہمیشہ فتح ہے اور کافرکو ہمیشہ شکست لم تک پہنچو۔ خدا نے مسلمان کو ہمیشہ تک فتح اس لئے دی تھی کہ ''مسلمان'' خدا کے نزدیک وہی ہے جس کے دل پر خدا کی حکومت ہے اور دلوں پر خدا کی حکومت قائم رکھنے والی فوج کبھی میدان جنگ میں کمزور نہیں ہو سکتی۔ اس کے سب سپاہی ہمارے مصر کے قافلے کی طرح دہلی اور لکھنؤ اور کلکتہ پہنچنے تک کامل طور پر متحد رہیں گے۔ کسی کی کسی سپاہی سے دشمنی نہ ہوگی' کوئی بھاگڑ فوج میں مچ نہ سکے گی' سب کے سب اپنے سالار کے حکم کے ماتحت ہروقت ہوں گے اور آسان حکم ملے یا مشکل اس کو فوراً مانیں گے وغیرہ وغیرہ۔ فوجیں شکست اس وقت کھاتی ہیں جب ان میں آپس میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ جب وہ اپنے سالار کی حکم عدولی کرتی ہیں' جب وہ موت سے ڈرتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ تم لوگ جب امرتسر کی سرحد کی طرف کھڑے ہو گے' دس لاکھ انسانوں کا کیمپ لگا ہو گا' کسی کو پتہ نہ ہو گا کہ کب چلنا اور کیا کرنا ہے' اگراس وقت تم امرتسر کی سرحد پر انتظار کرتے کرتے آپس میں تفریح کے طور پر ہی سہی یہ بحث کرنے لگے کہ یار چار دن سے بیٹھے ہیں ' سالار بڑا ست ہے' کوئی حکم نہیں دیتا۔ تو مسلمانو! یہ بحث بھی شیطان کی دلوں پر حکومت کی بحث ہے۔ یا امرتسر کی سرحد پر بیٹھے بیٹھے تم نے یہ بات کسی دوسرے سپاہی کو وقت

گزارنے کے لئے ہی کہہ دی کہ دیکھ بھئی فلاں شخص برا ہے' تو جان لو یہ بھی فوج کے سپاہیوں میں انتشار پیدا کرنا ہے اور فوج کمزور ہو گی۔ تم نے اپنے نفس کو موٹا کر کے سپاہی کی برائی کر دی اور قوم کو شکست کی طرف لے گئے۔ ایسی ہزاروں باتیں ہو سکتی ہیں جو شیطان کی حکومت کے تحت میں آتی ہیں۔ ایسی قوم' ایسی فوج' ایسی جماعت کسی معنوں میں مسلمان نہیں ہو سکتی اور خدا اس کو کسی معنوں میں فتح نہیں دے سکتا۔

مسلمانو! ان مثالوں سے جو میں تم پر روز روشن کی طرح واضح کر رہا ہوں تم چیخ اٹھو گے اور کہو گے کہ پھر امرتسر کی سرحد پر جا کر گونگے اور بہرے بنے رہیں۔ کوئی بات نہ کریں' ادھر بھوکے اور ننگے رہیں ادھر سردی میں راتیں گزاریں' ادھر ایک دوسرے کے متعلق کوئی بات بھی نہ کریں' اپنے سالار کے متعلق بھی کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔ یہ کیا تماشا ہے' کیا مسلمانی ہے' کیا دلوں پر خدا کی حکومت ہے' کیا جہنم کا سماں ہے کہ ہم وہاں انتظار کرتے کرتے بات بھی منہ سے نہ نکالیں۔ ہاں مسلمانو! میں تمہیں بار بار اور تاکید پر تاکید سے کہوں گا' یہی پوری مسلمانی ہے' یہی فتح کی پہلی نشانی ہے' یہی اس فوج کی خاصیت ہے جو دہلی اور لکھنؤ اور کلکتہ پہنچ کر رہے گی اور اسی بناء پر حدیث شریف میں رسولؐ خدا نے کہا تھا کہ خاموشی نصف ایمان ہے۔ بلکہ کہا کہ مومن کو چاہیے کہ زبان' آنکھ اور کان کے گناہوں سے بچے۔ پس اگر فتح چاہتے ہو تو مسلمانو! اس طرح کے مسلمان بن کر آؤ۔ اسی لئے میں نے پچھلے خطاب میں کہا تھا کہ سب دشمنیاں چھوڑ دو' سب معاطے درست کرو' پوری جان و مال کی قربانی کرو وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہ سب باتیں خدا کی دلوں پر حکومت کے پہلے لازمے ہیں۔ اسی بنا پر ہم نے خاکسار تحریک کے وقت سپاہی کو پہلا سبق یہ دیا تھا کہ وہ خاموش رہے اور اسی ایک خاموشی کے اخلاق کو اختیار کر کے اس کی فوج ناقابل شکست فوج بن گئی تھی اور انگریز اس سے خوف زدہ رہتا تھا۔ اسی لئے خاکسار سپاہی کا کیریکٹر بلند تھا اور جس محاذ پر وہ گیا بالآخر مخالف کو مکمل شکست دیکر واپس آیا۔

مسلمانو! اب میں نے کئی طریقوں سے اور کئی مثالیں دے کر تم پر خدا کی حکومت کے دو منظر واضح کر دیئے ہیں۔ پہلا منظر یہ تھا کہ تم مسلمانوں نے ہندوستان پر

خدا کی حکومت قائم کرنی ہے۔ اس لئے اس خدا کی حکومت کو قائم کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پچھلے دس برس میں نہ مسلم لیگ اور نہ ہندو کانگریس نے پاکستان اور ہندوستان دونوں پر خدا کی حکومتیں قائم کیں۔ دوسرا نقطہ یہ تھا کہ جو فوج ہندوستان کو سر کرنے کے لئے جائے گی اس پر خدا کی حکومت کا ہونا لازمی ہے۔ قوموں پر خدا کی حکومت یہ ہے کہ سب خورد و کلاں کو یکساں خوشحال رکھا جائے اور جس طرح خدا کی دھوپ' خدا کی بارش' خدا کا رزق' خدا کا رحم و کرم سب پر بلا لحاظ مذہب و ملت ہر کالے اور سفید پر ہوتا ہے قوم' نسل' رنگ اور مذہب کی کوئی تمیز نہ کی جائے۔ ہندوستان کو فتح کرنے والی فوج پر خدا کی حکومت یہ ہے کہ اس فوج کا کوئی فرد ادنیٰ سی کوئی بات ایسی نہ پیدا کرے جس سے فوج میں فساد پیدا ہو۔ وہ باہمی محبت اور سلامتی کے بہشت میں رہے۔ اس کے کان' آنکھ اور زبان سے کسی کو آزار نہ پہنچے۔ کسی ایک فوج کے سپاہی کی کسی دوسرے سے دشمنی نہ رہے۔ سب سپاہی خاموش ہوں' منظم ہوں' اپنے کمانڈر کے مطیع ہوں' بے دھڑک جان دینے والے ہوں۔ بے خطر آگے بڑھنے والے ہوں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے ایک دفعہ بہشت کی تعریف یہ کی تھی:

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد کسے را باکسے کارے نہ باشد

یہی کسی شخص کا کسی سے سروکار نہ ہونا اور سب کا اپنے اپنے کام میں فطرت کی ہر شے کی طرح لگے رہنا قوم کی سچی مضبوطی ہے اور اسی لئے یہ کارخانہ قدرت کروڑوں برسوں سے نہایت مضبوطی سے چل رہا ہے۔ اس میں ہر شے اپنے اپنے مقرر کردہ کام پر لگی ہے اور کسی دوسری شے سے اس کو واسطہ نہیں۔ مسلمانو! اگر تم نے دس لاکھ انسانوں کو اس طرح کی فوج بنا دیا تو ہندوستان تمہارے قدموں پر ہو گا اور دس دن کے اندر اندر تم یقیناً" دہلی میں بیٹھے ہوئے پنڈت نہرو کو کہہ رہے ہو گے کہ وہ مہربانی کر کے کشمیر کو واگزار کر دے۔ کافروں کی فوج میں اس وقت انتہائی گڑ بڑ ہو گی۔ وہ موت اور شکست کے خوف سے بے پناہ طور پر بھاگ رہے ہوں گے۔ ان کے دلوں میں دس برس کے بے پناہ ظلم اور پانچ کروڑ مسلمانوں کی نسل کشی کا گناہ ڈرپوکیاں پیدا کر رہا ہو گا اور بالآخر یہ کہ سچ کا بول بالا ہو گا اور جھوٹ فنا ہو جائے گا۔

مسلمانوں کی عام حالت تسلی بخش ہے اور ان میں نظام پیدا ہو سکتا ہے!

مسلمانو! آج یکم فروری ۱۹۵۷ء کو تم سے جائزہ لینے کا دن تھا کہ تم نے اس ایک ماہ کے اندر یعنی یکم جنوری ۱۹۵۷ء سے اب تک کیا کیا جبکہ تم سے چار قسم کے عہد و پیمان اعلانیہ لئے گئے تھے اور کہا گیا تھا کہ اگر تم ان چار عہدوں پر پورے اترے تو پورے ہندوستان پر فتح لازمی ہے۔ یہ عہد حسب ذیل تھے۔ اول یہ کہ آپ لوگوں کے آپس کے معاملات قطعاً" درست ہونے چاہیں' دوم یہ کہ کسی کی دشمنی کسی سے نہ رہے' سوئم یہ کہ غلبے کے بعد غالب قوم ظلم نہ کرے' چہارم یہ کہ بار بار جمع ہو کر سب حکم کے بندے ہو جائیں اور ہر شخص پوری جسمانی' جانی اور مالی قربانی کرے۔ مجھے اس اثنا میں یعنی آج کی تاریخ ۱۷ جنوری تک ۱۷۳ کارڈ اور خط' ۵ تاریں اور تقریباً دو سو اشخاص برائے ملاقات پہنچے ہیں۔ جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں لیکن ولولے سے اقرار کیا ہے کہ وہ ان چار عہدوں پر پورا اترنے کا عزم کر چکے ہیں۔ ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میری آپ سے لڑائی ہو گئی تھی اور میں نے آپ کے پاس نہ آنے کا عہد کیا تھا۔ لیکن میں آج دو سال کے بعد پھر آیا ہوں اور آپ سے صلح کرتا ہوں۔ مجھے اس "لڑائی" کا کوئی خاص علم نہ تھا اگرچہ میرے گھر والوں نے تصدیق کی تھی کہ لڑائی اس شخص کے بے اندازہ اجرت مانگنے پر ہوئی تھی اور اس سے کام نہ کرایا گیا تھا۔ الغرض یہ ۳۸۰ خط اور ملاقاتیں ظاہر کرتی ہیں کہ قوم کی اصلاح کی آواز صدا بصحرا ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ کئی ہزار اور ہوں گے جو خاموشی سے ان عہدوں کے کسی حصے کو یا ان سب کو نباہ رہے ہوں گے۔ ایک شخص کے پاس جب ہمارے رضا کار ممبر بنانے گئے تو اس نے کہا کاش کہ آپ کل آتے تو میں وہ تین ہزار روپیہ جو اب خیرات کر دیا گیا ہے آپ کی ممبری کا چندہ دے دیتا۔ ایک بوڑھا دکاندار جب ہمارے رضا کار بازاروں میں مارچ کر رہے تھے ان کے سالار کو دکان کے اندر لے گیا' چار روپے کا پھل دکان سے اٹھا لایا اور سو روپے کے نوٹ تھیلے میں رکھ کر نہایت عقیدت سے کہنے لگا کہ تم پر خدا کی برکت ہو' تمہارے

پاؤں کی آواز نے مجھے جوان کر دیا ہے اور میں تمہارے جیش میں بھرتی ہوتا ہوں۔ جب روپیہ اور پھل واپس کرنے لگے تو بوڑھے کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ روپیہ اور پھل میرے پاس پہنچے تو میں نے ان کو رضا کاروں پر بجبر تقسیم کر دیا۔ ایک آٹھ نو سو روپیہ کے بڑے سرکاری عہدہ دار نے ۱۵ جنوری کو ٹیلی فون پر کہا کہ مجھے ملاقات کا وقت دیجئے۔ آئے تو بیگم بھی ساتھ تھی۔ بیگم کو معلوم تھا کہ میں عورتوں سے ملاقات نہیں کرتا اور اس کو برا سمجھتا ہوں۔ بہر نوع دونوں نے کہا کہ ہم باقی زندگی اس تحریک کی خدمت میں گزاریں گے۔ ہم سے عہد لیجئے۔ الغرض رحمت کے بادل گھرے ہوئے ہیں اور دن پھرنے والے ہیں۔ قوم میں بہتر ہو جانے کا سماں ہو رہا ہے۔ صرف ایک مخالف آواز کسی نو دولتیے کی طرف سے کسی بازار میں اٹھی تھی اور وہ ہمارے رضا کاروں کو کہہ رہا تھا کہ "زبردستو! کوئی دس پندرہ برس تو آرام لینے دو۔ پھر انقلاب کی صورت پیدا کر رہے ہو! تمہیں تیس برس سے چین نہیں کچھ کر کے ہی رہو گے۔" یہ مخالف آواز بھی بذات خود اس امر کی دلیل ہے کہ عوام کو اعتماد ہے کہ یہ خاکسار رضا کار منزل پر پہنچ کر ہی دم لیں گے۔ لیکن ان تمام باتوں سے قطع نظر میں ان غائبانہ لکھتوں یا خبروں پر اعتماد نہیں کرتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج پھر ان میدانوں میں ہر مسلمان اور غیر مسلمان خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر مجھے صاف لفظوں میں اور اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ کھڑے ہوئے شخص کو با آواز بلند کہے کہ میں نے اس ایک مہینے میں فلاح فلاح برائیاں دور کی ہیں۔ پھر پانچ منٹ کے اس عمل کے بعد ساتھ کا آدمی با آواز بلند مجھ تک اعلان کرے کہ میرے ساتھ کے آدمی نے میرے سامنے یہ اقرار کیا ہے۔ اسی طرح دائیں ہاتھ کا ساتھی بائیں والے کو اپنی اطلاع دے کہ اس نے کون کون سی برائیاں چھوڑی ہیں۔ پھر دونوں ساتھی ایک دوسرے کا مکمل پتہ لیں اور ایک دوسرے کے محافظ بن جائیں حتیٰ کہ اگر کوئی ایک اپنے عہد سے منحرف ہو تو اس کی اطلاع ہمیں مل جائے۔ یہی طریقہ اس بے پناہ ہجوم میں قابل عمل ہو سکتا ہے اور ایک دوسرے کا ضامن بن کر اصلاح پیدا کر سکتا ہے۔

پنڈت نہرو کے پر امن ہونے کی حقیقت!

بھائیو! اب اس اپنے گھر کی درستی کے بعد میں دشمن کے گھر کی خرابیوں کی

طرف آتا ہوں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ کوئی شخص دنیا کے طول و عرض میں اتنا شوخ چشم، اتنا دیدہ دلیر، اتنا خود فراموش، اتنا حیا و شرم سے عاری ہو سکتا ہے جتنا کہ یہ برہمن زادہ پنڈت نہرو ہے۔ پچھلے دس سال سے یہ شخص مہاتما گاندھی کی ظاہری زمانہ سازی بھی چھوڑ کر ہٹلر اور ماشیوالی کی پکی تقلید میں یہ راگ الاپ کر دنیا کو اندھا کر دینے کی بچی فکر میں ہے کہ کشمیر کے معاملے میں پاکستان جارحانہ فریق ہے، اس کا رویہ ۱۹۴۷ء سے جارحانہ اور ظالمانہ ہے، وہ مسکین اور امن امن پکارنے والی ہندو سرکار پر مسلسل اور بے وجہ زیادتی کرتا رہا ہے، ہم ہندو امن کی فکر میں ہیں اور یہ ہم پر حملے اور جہاد کی تیاریاں کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کوئی اس امن کا تلک لگانے والے دیوتا سے پوچھے کہ اس دس برس میں تو تم عین اس دن کہ قائد اعظم جناح کی ناگہاں موت مشرق سے مغرب تک تمام پاکستان کو غم زدہ اور نڈھال کر رہی تھی اور کسی درندہ سے درندہ ہمسایہ دشمن کو انسانی غیرت اور حیا کے باعث وہم تک نہ ہو سکتا کہ وہ اپنے دشمن کو اس حالت میں آ دبوچے گا۔ ہاں اس دن تم اپنی فوجیں حیدر آباد دکن پر ناگہاں چڑھا کر دو دن میں اس کو بے ڈکار ہضم کر گئے۔ تم نے اس سے پہلے پاکستان کی کسی ادنیٰ جارحانہ کارروائی کے بغیر دو دن کے اندر اندر دن دہاڑے ڈاکہ مار کر جونا گڑھ پر قبضہ کر لیا۔ پھر مانگرول اور مناوڑ پر تیسرے دن ہاتھ صاف کیا۔ پاکستان اپنے آپ کو مسکین ہی سمجھتا رہا اور تم ان کو ہڑپ کر گئے۔ تم نے پانچ کروڑ ۲۳ لاکھ مسلمانان ہند کی ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک دو سال کے اندر اندر بیخ اکھیڑ دی اور پاکستان خاموشی اور بے بسی میں تمہارے اس کارنامے کو زبردست بھائی سمجھ کر دیکھتا رہا۔ تم نے علی گڑھ یونیورسٹی کی دو برس کے اندر اینٹ سے اینٹ بجا دی اور پاکستان کی حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ تم کو .... ایک پاکستان کے وزیر اعظم نے بڑا بھائی کہہ کر بھی تمہاری درندگی کو کم کرنا چاہا مگر تم نے اس کے منہ پر چپت رسید کر کے اس کو چپ کرا دیا۔ تم نے بھوپال اور رامپور کی ریاستوں کو باوجود اس کے ہضم کیا کہ بھوپال کا نواب تمہاری کانگریس کا سب سے بڑا معاون تھا اور انگریزوں کے عہد میں برابر اپنے تعاون سے تمہیں قوت اور زندگی دیتا رہا۔ نہیں، تمہارے صاف اور کھلے ایماء اور اغماض سے مہاتما گاندھی جیسا تمہاری

قوم کا محسن جس کو تم "باپو" کہا کرتے تھے اور جس نے تم جیسے ایک نہایت درمیانہ قسم کی لیاقت کے انسان کو اس بلند درجے پر پہنچایا تھا قتل کردیا گیا۔ آج اس کے قتل کو نو برس گزر چکے ہیں لیکن تم نے اپنے باپو کے ماتم میں ادنیٰ سا افسوس تک ظاہر نہیں کیا۔ نہ اپنی قوم کو اس عظیم الشان باپ کے اس بیدردی سے مارے جانیکا ادنیٰ احساس دلا کر اس کی یاد میں ماتم کی صفیں قائم کیں۔ نہیں، تم نے مسلسل اس نو برس میں گاندھی کو قوم کے دلوں سے قطعی طور پر مٹانے کے ایک نہیں ہزاروں حیلے بہانے کئے اور اس کو ایک بے مقصد و قیمت انسان فی الحقیقت بنا کر رکھ دیا۔ حالانکہ جہاں ہندو قوم تیس کروڑ دیوتاؤں کی پجاری تھی گاندھی کے بت کو اس نو سال میں گھر گھر پوجنا چاہئے تھا۔ تم نے کشمیر کے بارے میں تمام انسانی معاہدوں اور فیصلوں کی پوری مثل کو آگ لگا کر وہ بے مثال شوخ چشمی اور بے حیائی دکھائی کہ دنیا کے ایک ایک ملک کے بڑے سے بڑے جریدہ نگار تمہاری اس بے حیائی کو دیکھ کر دانت پیس رہے ہیں اور تم کو دنیا کا سب سے بڑا ماشیوالی قرار دے رہے ہیں۔ لیکن تم ہٹلر کے سچے چیلے پاکستان کی جارحیت کا راگ الاپ کر اپنے زعم میں اس کے مشہور مقولہ کو سچ کر دکھانا چاہتے ہو کہ دنیا کے بڑے سے بڑے جھوٹ کو بھی اگر حوصلے سے اور چیخ چیخ کر پکارا جائے تو وہ سچ بن جاتا ہے۔ ایسے نابکار اور قابل نفرت شخص کو جس نے انسانی ضمیر کو یوں کچل کر رکھ دیا ہو اور جو کبوتر کو مار کر بلی کی طرح بے حس ہو اور اس کبوتر کی بوٹیاں نوچ نوچ کر چٹخارے لیتا ہو اور چٹخارے لے لے کر مسکراتا ہو انسان کا خطاب دینا میرے نزدیک انسانی لغت کی توہین ہے۔ مجھے ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے بغور مطالعہ کے ضمن میں کئی جگہ شک پڑا کرتا تھا کہ ان میں بعض جگہوں پر بے ضمیر انسانوں نے اپنی شیطانی باتیں شامل کر کے ویدوں سے پوری بددیانتیاں کی ہیں۔ میں حیران ہوتا تھا کہ خدا کس طرح کہہ سکتا ہے کہ اگر کوئی ادنیٰ ذات کا ہندو وید کو سنے تو لوہے کی سلاخ آگ میں سرخ کر کے اس کے کانوں میں گھسیڑ دی جائے۔ لیکن اب پنڈت نہرو کے مسلمانوں سے دس سال کے سلوک کے بعد میں اس کھلے نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دنیا میں کسی انسان کے بچے سے نہ سہی لیکن ہندوستان کے کسی برہمن زادہ سے یہ توقع ضرور ہو سکتی ہے کہ وہ انسانیت اور رحم کے سب قاعدوں کو

بالائے طاق کر کے پھر اسی طرح بکری کا لیلا بنا رہے۔ یہ وصف دنیا کی سب انسانی قوموں میں بھی صرف ہزاروں برہمنوں میں سے کسی ایک ہندو برہمن کو مل سکتا ہے ورنہ ہندوؤں اور برہمنوں میں بھی بلند کیریکٹر اور روحانیت والے ہزاروں انسان ہیں جن کی زندگیاں مثالی ہیں۔

نہرو سے جنگ اور ہندوستان سے نبٹنا اب لازمی ہو گیا ہے!

پاکستانی بھائیو! اب دس برس کے بعد اس تقسیم شدہ برصغیر کے انسانوں کی صحیح پوزیشن پنڈت نہرو کے دس برس تک وزیر اعظم رہنے کے باعث یہ ہے کہ پچاس کروڑ انسان ادھر ادھر دونوں طرف ایک ہلچل میں ہیں' صحیح معنوں میں دونوں سلطنتوں کے اندر بے چینی ہے۔ بھارت کے کٹڑ کانگرسی بھی ہر دم اسی خطرے میں اندر ہی اندر سوچ رہے ہیں کہ ہندو کی حکومت ہندوستان پر نہیں جمی اور نہ پاکستان صحیح معنوں میں اس سے بے غم ہو کر ہندو کی حکومت کو تسلیم کر چکا ہے۔ ہر وقت ہندو اور مسلمان دونوں کو یہی خطرہ ہے کہ کانگریس گناہ گار ہے اور پچھلے اور پرانے حساب ایک نہ ایک دن نبٹنے پڑیں گے۔ نہرو صاحب کے اپنے مکارانہ انداز میں بار بار یہ اعلان کہ پاکستان ہندوستان سے جنگ نہ کرنے کا اقرار کرے صاف بتلا رہے ہیں کہ ہندو کو' بدیر یا بزود اس جنگ کا صاف خطرہ ہے۔ ہندو سمجھتا ہے کہ بھارت نے اس دس سال میں مسلمانوں پر شدید ظلم کئے ہیں۔ ان کی نسل کو ہندستان میں اکھاڑ پھینکا ہے۔ صاف سمجھتا ہے کہ دس برس کی مدت میں اکتیس ہزار تین سو پندرہ فسادات جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے آپس میں ہوئے کسی پرانی اور مزمن دشمنی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو بغیر عام جنگ کرنے سے نہیں مٹ سکتی۔ ہندو کا تعصب مسلمان سے اس قدر غیر انسانی اور حیوانی ہے کہ وہ ایک گائے کو قصاب خانے میں دیکھ کر صدہا مسلمانوں کو بے دریغ قتل کر دیتا ہے' بے دریغ محلوں کے محلے لوٹ کر ان کو بیابان کر دیتا ہے اور پھر نہرو کی لادینیت اور مذہبی رواداری آٹھ آٹھ آنسو بہا کر دنیا کے انصاف کی روح کو شرمسار کر دیتی ہے۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ دس برس کے بعد بھی انسانی دشمنی کی یہ ہوا بالآخر ختم کر رہے گی اور ہندو اور مسلمان ایک دوسرے

کے دیوار بہ دیوار پڑوس میں رہنے کی گنجائش نکال کر رہیں گے ایک خوش فہمی ہے جو صرف سمجھ سے عاری لوگ ہی یقین کر سکتے ہیں۔ نہیں۔ اب دس برس کے بعد صورت حال یہی ہے کہ لڑائی ٹھن چکی ہے اور مسلمان کی تلوار ہی بالاخر اس دشمنی کا فیصلہ کر کے رہے گی!

مسلمانو! جس قوم میں ایک حیوان کی زندگی کی قیمت یہ ہو کہ اس کی زندگی کے بدلے میں صدہا انسان قتل کر دیئے جائیں یا جس قوم میں حیوان سے اس قدر لگاؤ ہو کہ اس کے پیشاب کو پینا مذہبی عقیدت کے طور پر ہو وہ قوم کس عنوان سے انسانی قوم قرار دی جا سکتی ہے۔!

۱۹۴۸ء کے وسط میں میرے مکان واقع اچھرہ کے باہر کی بند گلی میں دو نوجوان عورتیں داخل ہوئیں۔ ان کے اصرار پر کہ گھر کا دروازہ کھولا جائے میری عورتیں اس گلی میں داخل ہوئیں اور ان دو عورتوں سے باتیں کرنے لگیں۔ چار پانچ منٹ کے بعد یکدم میری مستورات نے چیخیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ میں دور کمرہ میں بیٹھا ہوا حیران تھا کہ کیا ہو گیا۔ کئی منٹوں کے اصرار کے بعد میری بیگم نے چیخیں مارتے ہوئے کہا کہ کچھ نہ پوچھو یہ تمہارے مردوں کی بات نہیں ہے۔ میں اور حیران ہوا کہ آخر کیا بات ہے جو میری اپنی بیوی مجھے بتانے سے شرماتی ہے اور زارو قطار رو رہی ہے۔ میں آخر بیگم کو ایک طرف لے گیا اور کئی منٹوں کے اصرار کے بعد اس نے بتایا کہ دونوں عورتیں ہندوؤں کے ظلم سے بھاگ کر فیروز پور کے راستے سے ابھی پہنچی ہیں اور ان کی حالت لرزا دینے والی ہے۔ میں نے جب تفصیل پوچھی تو بیگم نے چیختے ہوئے کہا کہ ان کی شرم گاہیں چھ چھ انچ تک باہر لٹکی ہوئی ہیں جن سے لگاتار خون بہہ رہا ہے۔ ان کے بدنوں پر ہزارہا ہندوؤں کے نام سر سے پاؤں تک سوئی اور رنگ سے کھدے ہوئے ہیں جو ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے ان عورتوں سے زیادتیاں کیں اور اب یہ عورتیں آپ کے پاس پناہ مانگنے آئی ہیں۔ میں نے ان کے بدن کے بعض حصوں کو دیکھا فی الحقیقت صدہا نام ٹیٹو کئے ہوئے تھے جن کو دیکھ کر میں نے ہندو کے انتقامی جذبے کا وہ منظر دیکھا جو کسی انسان کے وہم و گمان میں نہ آ سکتا تھا۔ ان عورتوں نے بتایا کہ ہمیں کئی کئی چھٹانک نہایت محرک شہوت اور گرم چیزوں کے

کھانے پر روزانہ مجبور کیا جاتا تھا اور پھر ایک رات میں گیارہ گیارہ مختلف مرد ہماری آبرو ریزی کرتے تھے۔ میں نے اس تمام شکایت کو یورپ اور امریکہ کے تمام لیڈروں تک اس وقت پہنچایا جبکہ پنڈت نہرو کے امریکہ پہنچنے کا اعلان ہو رہا تھا۔ اسی اقدام کی وجہ سے یو این او نے مجھے لکھا کہ تمہارا کیس یو این او کے ہیومن رائٹس کمیشن کے سامنے ستمبر کی فلاں تاریخ کو پیش ہو گا تم اس کی پیروی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اسی اقدام کے باعث امریکہ کی ایک ریاست کے گورنر نے مجھے لکھا کہ میں نے پنڈت نہرو کے استقبال کی تیاریوں میں اس حادثہ کو سن کر بہت کچھ کمی کر دی ہے۔ تین اسلامی حکومتوں نے لکھا کہ ہمیں اسلام لیگ کے اس نصب العین سے پوری ہمدردی ہے کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے ظلم سے بچایا جائے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن پاکستان کی حکومت کے ہندوستان کے خلاف جارحانہ رویئے کا ثبوت یہ ہے کہ بشمولیت سہروردی صاحب (جو اب پاکستان کے وزیر اعظم ہیں) ہم پانچ اشخاص کو جو یو این او میں مقدمہ کی پیروی کرنے جا رہے تھے پاسپورٹ دینے سے انکار کر دیا گیا اور مجھے ۱۹۵۱ء کے شروع میں قید کر دیا گیا۔

پاکستانی بھائیو! جب یہ واقعات ان دس سالوں میں ہو چکے ہیں اور ان سے زیادہ لرزہ انگیز واقعات آئے دن بھارت میں ہو رہے ہیں تو پنڈت نہرو یا اس کے حواریوں کا یہ کہنا کہ ہم "پنچ شیلا" پر یقین رکھتے ہیں، ہم دنیا میں پریم اور امن چاہتے ہیں، ہم جنگ کے قائل نہیں، پاکستان "جارح" ہے اور ہم سے اس کا سلوک جارحانہ ہے وغیرہ وغیرہ کہاں تک انسانی عقل و فہم میں آ سکتا ہے۔ یہ سب باتیں پنڈت نہرو کی سیاست کا ایک کرشمہ ہیں جن کا وہ گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر کرنے سے ایک دنیا کو فریب دینا چاہتا ہے لیکن دنیا اس قدر مخبوط الحواس نہیں کہ وہ اس کے فریب میں آئے۔ اب دس برس کے بعد آخری حربہ یہ ہے کہ ہم اس پرانے ناسور کو محبت آمیز باتوں کی مرہم سے نہیں قطع تعلقی کی تلوار سے کاٹ کر ختم کریں۔ کوئی غیرت مند قوم اس برہمنی مکر کو برداشت نہیں کر سکتی نہ مسلمانوں جیسی حساس قوم اس زبانی اور لفظی ہمدردی کی قدر زیادہ دیر تک کر سکتی ہے جو دنیا کی قریباً ہر قوم نے اپنے بیانوں یا اخباروں کے ذریعے سے پاکستان کے مسلمانوں کے ساتھ کی اور جس کا بالاخر یہی نتیجہ

ہوا ہے کہ کشمیر پر ہندو کا مکمل قبضہ ہے اور اب وہ اس قبضہ کی تصدیق ۲۶ جنوری کے الحاق کے قدم سے کر رہا ہے۔

کشمیر کے بارے میں پنڈت نہرو کی دیدہ دلیری بھی جو ۲۶ جنوری کو الحاق کی مضحکہ خیز لفظی صورت میں آ رہی ہے میرے نزدیک اسی گناہ گار کی بزدلی کی صورت ہے جس کو یقین ہے کہ میں نے گناہ کر کے چوری کی ہے اور اس چوری کو اب سینہ زوری سے چھپایا جا سکتا ہے۔ لیکن دنیا میں آج تک چوری اور سینہ زوری کبھی اکٹھی نہیں چلیں اور پنڈت کا یہ قدم بھی بالاخر پادر ہوا ثابت ہو کر رہے گا۔

دس لاکھ کے دستے کو منظم کرنے کے طریقے!

مسلمانو! اب آخری بات کہنی رہ گئی ہے اور وہی سب سے اہم ہے۔ وہ بات دس لاکھ پاکستانیوں کے امرتسر اور پٹنہ کی طرف کوچ کی ہے۔ تم سمجھ گئے ہو کہ دس لاکھ انسانوں کو منظم طور پر ایک مہم کے لئے روانہ کرنا اور پھر اس دس لاکھ کا مہم کی آخری منزل تک فتح مند ہونا کس قدر چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ ایسی بات کو منہ سے نکال دینا اور پھر اس کا پورا نہ ہونا کس قدر ہنسی اور رسوائی کا باعث ہو گا۔ سمجھ سکتے ہو کہ محکمہ قضا و قدر نے اگر ۱۹۵۷ء کو ہی مسلمانوں کے ہندوستان فتح کرنے کا سال مقرر کر رکھا ہے اور اس سال میں سے ایک پورا مہینہ صرف باتوں اور اعلان کرنے میں ہی گزر گیا ہے تو کس قدر ضروری ہے کہ ہم اس سال کے ایک ایک دن کی قدر کریں اور اپنی تیاری پوری کر کے چھوڑیں۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ ایک ایسی قوم کو جو ہزاروں پارٹیوں اور تفرقوں کے باعث کافی طور پر شکست خوردہ ہو رہی ہو اس کی بگڑی بنانا کس قدر مشکل امر ہے۔ سمجھ سکتے ہو کہ سو میں سے صرف پانچ بلکہ اس سے بھی کم آسودہ حال اور دل مست لوگوں کو چھوڑ کر باقی تمام قوم بد حال ہے اور اگرچہ انقلاب چاہتی ہے لیکن وہ اگر مال مست نہیں تو حال مست کافی طور پر ہے۔ ایسی قوم کو اتنے دکھ کے بعد قربانی کے لئے تیار کر کے منزل تک پہنچانا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ ان مشکلات کے ہوتے ہوئے جو امر تمہارے ذہن نشین کرنے والا ہے یہ ہے کہ ۱۹۵۷ء کا سن نہ صرف حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کی رو

سے مسلمانوں میں انتہائی امید اور خوشحالی کا سال ہے بلکہ ہندو جوتشیوں اور نجومیوں اور ہندو برہمنوں کی اپنی پیشگوئیوں کی رو سے چالیس کروڑ ہندوؤں میں نحوست اور شکست کا سال کسی طرح بن چکا ہے اور اب نفسیاتی طور پر موافق فضا کا کسی اور موقع اور وقت پر ایک سو برس تک پیدا کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے اگر مسلمانوں نے اس عجیب و غریب موقع سے پورا فائدہ نہ اٹھایا تو وہ اپنے عروج کا آخری موقع ہمیشہ کے لئے کھو بیٹھیں گے۔ اس بناء پر مسلمانو! اس نازک وقت کے ایک ایک لمحے کو سچے طور پر محسوس کر کے امیر اور غریب' بڑے اور چھوٹے سب کے سب اس مہم میں لگ جاؤ اور ہر ایک مسلمان بلکہ ایک ایک پاکستانی کو بھی اس مہم میں کسی نہ کسی عنوان سے شامل کر کے رہو۔ اس وقت اس امر کا خدا کو حاضر ناضر جان کر اقرار کرو کہ ہم سب ایک ایک کر کے اور بغیر ادنیٰ سی بددیانتی کے اپنے جان و جسم اور مال کی پوری قربانی کا ارادہ کرنے کے بعد اس مہم میں شامل ہیں اور جب بھی امرتسر کی طرف جانے کا وقت مقرر ہوا ادنیٰ سے عذر کے بغیر اور وقت کی پوری پابندی کے ساتھ حاضر ہو جائیں گے اور کتنی ہی مشکلات ہماری راہ میں حائل ہوں ہم اس مہم کو پورے طور پر سر کر کے واپس ہوں گے۔ میں اس مطلب کے لئے ہر شخص کو کھلا موقع دیتا ہوں کہ اگر وہ اس مہم میں شامل ہونا نہیں چاہتا تو جھوٹی ہاں کہہ کر اس جرم عظیم کا مجرم نہ بنے کیونکہ اگر اس نہایت نازک موقع پر دھوکہ دیا تو خدا کی لعنت کا عنوان یقین مانو اس کے سر پر ہمیشہ تک چمٹا رہے گا۔!

مسلمانو! اب اس حوصلہ افزا ارادے کے بعد جو تم نے آج ان میدانوں میں ظاہر کیا ہے ہمارے سامنے آنے والا پروگرام اور اس کے متعلق دن رات کی تیاری ہے۔ یہ پروگرام کہ لاہور سے امرتسر کی طرف چلنا کس دن ہو اور کس طرح سے ہو' تمہیں میرے نماز جمعہ کے بعد خطاب میں دیا جائے گا۔ میں نے اس میدان میں ہر مسلمان کا جو اس وقت حاضر ہے اپنے دائیں شخص کے ساتھی کے ساتھ اسلامی اور دینی رشتہ میں باندھ دیا ہے۔ ہر شخص کو کہہ دیا ہے کہ اپنے دائیں شخص کے ساتھی کو خواہ اس کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اپنا پورا پتہ دے دے اور اس سے اس کا پورا پتہ لے لے۔ یہ دو شخص جو خدا نے اتفاقاً" یاد رکھو کسی حکمت کے ماتحت اس میدان

میں اکٹھے کر دیئے ہیں ایک مقدس رشتے میں خدا کی طرف سے بندھ گئے ہیں اور دونوں کو ایک دوسرے کے اعمال کا محافظ اور نگران قرار دیا ہے۔ ایک کو کہہ دیا ہے کہ اگر دوسرا ساتھی کسی قسم کی بے قاعدگی کرے تو اس کو ایسا کرنے سے روکے۔ دونوں شخص خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر نہایت دیانتداری سے ایک دوسرے کو نیک کام کرنے پر آمادہ کرتے جائیں اور کم از کم اگلے دو ماہ یعنی فروری اور مارچ کے دو مہینوں کے اندر نیک اور سچا بننے کا عہد و پیمان کر کے تمام قوم کو سچ بولنے والی' کسی سے بد عہدی نہ کرنے والی' آپس میں پوری محبت کرنے والی' سب دشمنیاں چھوڑ دینے والی' پورا تول تولنے والی' قرضوں کو ادا کرنے والی بنا دیں۔ تم نے اگر دائیں والے ساتھی کے ساتھ پورے سال کی سچی دوستی بنا کر یہ عہد اپنے خدا کے ساتھ کر لیا کہ ہم دونوں خدا کی طرف سے ایک دوسرے کو درست کرنے والے غیب سے مقرر ہوئے ہیں' تم نے اگر یہ ارادہ کر لیا کہ ان دو کا گٹھ جوڑ دو مسلمانوں کا مقدس اور پاکیزہ رشتہ ہے جو خدائے عزو جل نے غیب سے ایک دوسرے کو ہندوستان فتح کرنے کا پکا ارادہ پیدا کرنے کے لئے جوڑا ہے اور ہر مسلمان اپنے مقرر شدہ ساتھی کے ساتھ پورا سال جڑا رہا' ہر مسلمان نے اپنے ساتھی کو خدا کا بنایا ہوا ساتھی سمجھ کر دیانتداری سے ایک دوسرے کو غیبی ساتھی سمجھا' ہر مسلمان نے یہ عہد کر لیا کہ اگر میں کوئی برائی کروں گا تو میرے ساتھی کو میں نے خود اختیار دے دیا ہے کہ وہ مجھے برائی سے روکے تو مسلمانو یاد رکھو اس چھوٹے سے ٹوٹکے سے جو میں نے تمہیں آج دیا ہے قوم کی اکثر برائیاں درست ہو جائیں گی! یہ دو ساتھی جو میں نے آج مقرر کئے ہیں تم اپنے دائیں طرف کے ساتھی پر انگلی رکھ کر اور خدا کا نام لے کر چن لو۔ اور پھر جب ایک دفعہ اس ساتھی کے جسم پر انگلی رکھ دی تو اس کو اپنا سچا رفیق پورے سن ستاون کے سال کے لئے بنا لو۔ جو مسلمان اس میدان میں اس وقت حاضر نہیں وہ بھی یہی عمل اپنے اپنے گھروں یا دکانوں میں یا بازاروں میں کریں اور سمجھ لیں کہ ان کا یہ انتخاب خدائی انتخاب ہے جو خدا نے اس بدقسمت اور بد اعمال قوم کو نیک اور جلد از جلد ایک بنا دینے کے لئے کیا ہے۔ مسلمانو! یاد رکھو کہ اگر تم میں یہ حوصلہ پیدا ہو گیا کہ تم نے اپنی مرضی سے اپنا سال کا ساتھی چن لیا' ایک دوسرے کو اختیار دے دیا کہ مجھ

میں جو برائی دیکھو اس پر مجھے ٹوک دو' میں تمہاری حفاظت کروں اور تم میری حفاظت کرو' تو نیکیاں دریاؤں کی طرح امڈ کر تم میں آ جائیں گی۔ خدا کی رحمت تم پر موسلادھار مینہ کی طرح برسے گی۔ یہی ساتھی جس کو تم اپنے رفیق کے نام سے پکارو گے سب سے پہلے اپنے آپ کو درست کرے گا۔ پھر اپنے رفیق کا نگران ہو کر اس کے اعمال کا چوکیدار بنے گا۔ تم سچے دل سے میرے اس ٹوٹکے کو آزما دیکھو اور اپنے بتائے ہوئے ساتھی سے پورے سن ستاون کے اخیر تک رشتہ توڑنا سب سے بڑا گناہ سمجھو۔ اس عظیم الشان عمل کے بعد ایک دوسرا چھوٹا سا عمل ہے جو میں تمہیں اس نماز جمعہ سے پہلے کے خطاب میں بتا دیتا ہوں۔ وہ بھی ایک جادو کا عمل ہے جو اگر تم نے اپنی شرم اتار کر شروع کر دیا تو اس کا اثر تمام قوم پر جادو کی طرح ہو گا۔ وہ عمل یہ ہے کہ ہر مسلمان راہ چلتے مسلمان کو جو اس کے پاس سے جا رہا ہے صرف معمولی آواز میں السلام علیکم کہہ کر گزر جائے اور دوسری کوئی بات نہ کرے۔ خدا اور رسولؐ کے واسطے مسلمانو! اس چھوٹے سے عمل کو ضرور بالضرور آج سے اختیار کر لو اور پورے سال ستاون تک یعنی ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء کی رات کے بارہ بجے تک یہ عمل جاری رہے۔ مسلمانوں کو اسلام علیکم کہنے کی خدائی برکتیں تمہیں یاد نہیں رہیں۔ تم اپنے باپ داداؤں سے پوچھو کہ پچاس ساٹھ برس پہلے انہی بازاروں میں جن میں تم چل رہے ہو کیا ہوا کرتا تھا۔ تمہارے باپ دادا تمہیں بتائیں گے کہ بازاروں میں ہر جگہ ہر مسلمان دوسرے چلتے ہوئے مسلمان کو صرف السلام علیکم کہہ کر گزر جاتا تھا۔ یاد رکھو کہ اگر تم نے یہ عمل پختہ کر دیا تو تمہارا بیڑا پار ہے۔

باقی باتیں جو انتہائی ضروری ہیں' میں تمہیں نماز جمعہ کے بعد خطاب میں بتاؤں گا وہ باتیں یہ ہیں۔ اول یہ کہ پنڈت نہرو کو مسلمانان پاکستان کی طرف سے تحریری درخواست کی جائے گی کہ وہ فلاں تاریخ تک کشمیر کو واگذار کر دے۔ وہ تاریخ بتائی جائے گی۔ اس درخواست میں مناسب الفاظ میں یہ بھی کہا جائے گا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف ہندو قوم کی دشمنی ختم کر دی جائے وغیرہ وغیرہ۔ اسی خطاب میں اگر یہ باتیں پنڈت نہرو نے منظور نہ کیں تاریخ دے دی جائے گی کہ امرتسر اور پٹنہ کی طرف دس دس لاکھ مسلمانوں کا مارچ کس تاریخ کو ہو گا اور دہلی تک پہنچنے کی ایک

تاریخ مقرر کر دی جائے گی۔ دس لاکھ مسلمان کہاں جمع ہوں گے۔ کس جگہ ٹھہریں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں بتائی جائیں گی اور جو انتظام اس کے متعلق کیا جائے گا واضح کیا جائے گا۔ اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔

۲۰ جنوری ۱۹۵۷ء

بوقت چھ بجکر ۵ منٹ صبح

عنایت اللہ خان المشرقی

یکم فروری ۱۹۵۷ء کو

چوتھا خطاب یوم انقلاب و آزادی

بعد نماز جمعہ

جو طول و عرض مشرقی و مغربی پاکستان کے ہر مرکز مسلم لیگ میں ہزاروں اور لاکھوں کے مجمعوں میں پڑھا گیا۔

خدا کی حکومت قائم کرنے کے لئے ایک "رفیق" بناؤ!

پاکستان کے اسلامی بھائیو! میں نے آج صبح کے خطاب میں تمہیں واضح کر دیا ہے کہ خدا کی حکومت اپنے دلوں اور دوسرے انسانوں پر قائم کرنے سے ہی زمین کی بادشاہت مل سکتی ہے۔ یہ ایک سیدھا سادا مسئلہ ہے کہ کوئی مکان کا مالک اس شخص کو کرایہ دار رکھنا پسند نہیں کرتا جو اس مکان کو خراب کرے، اس کے اندر فساد پیدا کرے، اس کی بنائی ہوئی چیزوں کی قدر نہ کرے وغیرہ وغیرہ۔ پھر خدا جو اس زمین کا مالک ہے کیونکر زمین کی وراثت ان لوگوں کو دے سکتا ہے جو اس کے اہل نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک قوم آئے دن اس زمین کی وارث بنتی ہے اور آنکھ کی جھپک میں دوسری قوم اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ اس لئے کسی قوم کو چارہ نہیں کہ وہ خدا کی حکومت قائم کئے بغیر اس زمین کی وارث بنی رہے۔ اس بنا پر تم اگر پچھلے دس سال کے عذابوں سے نکلنا چاہتے ہو تو پہلی بات یہ ہے کہ خدا کی حکومت اپنے دلوں پر قائم کرو۔ اس خدا کی حکومت ابتدائی طور پر قائم کرنے کے لئے میں نے مسلمان کو کہا ہے کہ وہ آج سے اپنا ایک ساتھی پکڑے اور پورا سال اس کو اور اپنے آپ کو نیک بنانے میں اس کا رفیق بنا رہے۔ یہ دو شخص ایک دوسرے کے اعمال کے محافظ ہوں، سچے دل سے ایک دوسرے کو برائی سے روکیں اور ایک دوسرے پر چوکیدار بنے رہیں۔ تم نے اگر یہ چھوٹا سا نظام آج سے قائم کر لیا تو دیکھو کہ تمہارے ہندوستان پر پورا قبضہ کرنے کی راہ کیونکر صاف کھل جاتی ہے۔

دوسرا مسئلہ دس لاکھ انسانوں کے مغربی پاکستان میں اور دس لاکھ انسانوں کے مشرقی

پاکستان میں مکمل طور پر منظم ہو جانے کا مسئلہ ہے۔ یہ نظام بھی اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ خدا کی حکومت تمہارے دلوں پر قائم ہو اور یہ تمہارا رفیق ہی ایک طرح کی پولیس بن کر تمہارے دلوں میں نظام قائم کرنے کی صلاحیت پیدا کر سکتا ہے۔ نظام پیدا کرنا یہ ہے کہ حکم جو دیا گیا ہے وقت پر مانو اور نفس کے حکم کو اس میں حائل نہ ہونے دو۔ نفس کے حکم انسان پراتنے ہیں کہ وہ مکہ کے زمانہ جاہلیت کے تین سو ساٹھ بتوں سے بھی زیادہ ہیں۔ ان تین سو ساٹھ سے زیادہ بتوں کو توڑو گے تو خدا نظر آئے گا اور جب انسان کو خدا نظر آگیا تو جان لو کہ خدا کا پہلا انعام اس قوم کو زمین کی بادشاہت ہے اور جب تک اس قوم کو خدا نظر آتا رہے گا زمین کی بادشاہت اس کے قبضہ میں رہے گی۔ کانگرس اور مسلم لیگ کو دیکھو کہ اس دس برس میں ان کو شیطان نظر آتا رہا' انہوں نے انسانوں پر خدا کی حکومت قائم نہیں کی' وہ اپنے نفس کے بتوں کو پوجتے اور خدا کے قانون سے غافل رہے اس لئے اب ان دونوں کو صفحہ زمین سے مٹایا جا چکا ہے تاکہ مکان میں رہنے والے بہتر کرایہ دار آئیں اور مکان پر قبضہ کریں۔

مسلمانو! تم میں نوے فیصد وہ لوگ ہیں جو دن بھر بلک بلک کر اور رات بھر چیخ چیخ کر اپنا گزارہ کر رہے ہیں۔ دس فی صد کہیں ہوں گے جن کو چین کی روٹی ملتی ہو۔ یہ حالات یقیناً" آگے چل کر انتہائی طور پر خراب ہونے والے ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ دونوں طرف حالات پورے دس سال سے برابر خراب ہوتے گئے ہیں اور امیدوں کے باوجود کوئی صورت بہتر حالات ہونے کی نظر نہیں آتی۔ ان تجربوں کے بعد اور امیدوں میں لگے رہنا فضول ہے اور اگر اسی ذلت کی زندگی میں سسک سسک کر مرنا پسند ہے تو تمہیں سلامت ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ ذلت اور مسکنت کی زندگی میں رہنا اسلام کی تعلیم کی رو سے واضح لفظوں میں کافر بن جانا ہے! اور ایسی زندگی میں ایمان کی دولت بھی جس کی آس میں تم اپنے آپ کو غریب اور نادار کہہ کر لگے ہو ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔ اس دردناک حالت میں علاج ایک ہی ہے کہ دس لاکھ ادھر اور دس لاکھ مشرقی پاکستان میں ایک لڑی میں منظم ہو جائیں' جانیں قربان کر کے اپنے دکھوں کو مکمل طور پر دور کرنے کا ارادہ کر لیں' دس لاکھ ادھر اور دس لاکھ ادھر کم از

کم ایمان کی دولت پھر حاصل کرنے کا ارادہ کرلیں۔ آخرت کے جہنم سے بچنے کی خاطر دینی اور دنیاوی دونوں جنتوں پر قبضہ کرنے کی ٹھان لیں اور جہاں اتنا دکھ دس برس میں سہا ہے وہاں دس مہینوں یا کیا عجب کہ دس دنوں ہی کا دکھ اور سہہ لیں اور اپنا دین اور اپنی دنیا صرف منظم ہو جانے کے چھوٹے سے ٹوٹکے سے بنالیں۔

ہر مسلمان کا مالی جہاد کیا ہو؟

ہمارے نظام کا پروگرام بالکل سیدھا سادہ ہے۔ اول ' دس دس لاکھ انسان دونوں بازوؤں سے اپنے اپنے رفیق کے ساتھ یکم مارچ ۱۹۵۷ء کو جو جمعہ کا دن ہے پھر ان میدانوں میں جمع ہو جائیں ' پورا فروری کا مہینہ ہر شخص امیر اور غریب کم از کم آٹھ آنے اور ایک پاؤ آٹا روزانہ اس مقدس جہاد کے لئے ساتھ لائے۔ اس روپیہ اور خوراک کو سوائے جہاد کے موقع پر خرچ کرنے کے اپنے پر حرام سمجھے۔ آج یکم فروری کو پنڈت نہرو کو نہایت مخلصانہ طور پر ۳۱ مارچ ۱۹۵۷ء کی تاریخ دے دی گئی ہے کہ وہ اس وقت تک کشمیر کے متعلق اعلان کر دے کہ اس کو اس بنا پر کہ اس کی آبادی کی اکثریت مسلمان ہے واگذار کر دیا گیا ہے اور اب بھارت کی حکومت کا واسطہ کشمیر سے نہیں رہا۔ ۳۱ مارچ کو اتوار کا دن ہے اور اگر ۳۰ مارچ کو رات کے بارہ بجے تک پنڈت نہرو نے اعلان نہ کیا تو ۳۱ مارچ کے دن سے ہندوستان کی طرف کوچ کی تیاری ہو گی۔ ۳۱ مارچ کی صبح کے ۳۱ دنوں کے ساڑھے اٹھائیس روپیہ اور ایک پاؤ روزانہ آٹے کے حساب سے کم سے کم سوا چودہ سیر آٹا ہر شخص کے پاس ہو۔ خدا نے ۱۹۵۷ء میں ستاون دنوں کو جمع کیا ہوا مال ہی تمہارا زاد جہاد مقرر کیا ہے اور انشاء اللہ العزیز یہی تھوڑا سا زاد راہ تمہیں دہلی اور کلکتہ تک مظفرو منصور پہنچانے کے لئے کافی ہو گا۔ ۳۱ مارچ کی صبح کو مغربی پاکستان کے ہر گوشے سے دس لاکھ اللہ کے صحیح معنوں میں غازی اپنا مقرر کردہ مال و اسباب لے کر لاہور کے منٹو پارک میں جمع ہو جائیں ۔ ہم ۳۱ مارچ کا تمام دن اس جگہ اپنی صفوں کو منظم کرنے میں لگائیں گے۔ ہر بیس سپاہیوں پر ایک سالار' ہر دو ہزار پر ایک سرسالار' ہر بیس ہزار پر ایک سالار اعلیٰ اور دس لاکھ پر ایک سالار اعظم مقرر کریں گے۔

مسلمانو! پنڈت نہرو کو ستاون دنوں کی مہلت ملے گی کہ وہ ہماری ضداشت کا جواب دے۔ ان ستاون دنوں میں ممکن ہے کہ پنڈت بہادر کو ہماری طرف سے یاد دہانیاں بھی کرائی جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پنڈت نہرو کی طرف سے کسی عمدہ اقدام کی علامت دیکھ کر ۳۱ مارچ کی تاریخ اور بڑھادی جائے۔ یکم فروری ۱۹۵۷ء سے ۳۰ مارچ ۱۹۵۷ء تک دس لاکھ دستے کا ہر مسلمان اپنا مال کم از کم آٹھ آنے روزانہ کے حساب سے جمع کرنے میں اور ان ستاون دنوں میں دن رات اپنے رفیق کی مدد سے ایک اور نیک بننے میں صرف کر دے گا۔ یہ مال اور یہ زادراہ کم از کم ہے۔ جو شخص ساڑھے اٹھائیس روپیہ سے زیادہ لیجانا چاہتا ہے وہ لیجائے اس پر کوئی روک نہیں ۔ یہ مال اس کی جیب میں رہے گا یا جہاں چاہے وہ اس کو امانت رکھوا دے ۔ مسلمانو! خدا نے مسلمان کو قرآن حکیم میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور پھر کہا ہے کہ اس قربانی مال و جان کا عوض جنت ہے۔ اس لئے ہم دس لاکھ کے اس دستے کو پوری اسلامی روحانیت کے ساتھ دہلی پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہم امیروں اور لکھ پتیوں اور کروڑ پتیوں سے بھیک مانگ کر یا کسی سیاسی طاقت کے آگے ہاتھ پھیلا کر اس مقدس جہاد کو ناپاک کرنا نہیں چاہتے کیونکہ ہم ہندوستان میں جا کر اسی فی صدی غریب کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں ' ہاں 'ہاں' اس خدا کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جس نے اسی فی صد غریبوں کو دنیا کے ہر ملک میں پیدا کیا اور جس کی حکومت اس غالب اکثریت کے باوجود آج تک کسی ملک میں قائم نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم کیوں امیروں سے ان کے پلید اور حرام روپیہ کو مانگیں اور اس مقدس جہاد کو پلید کریں ۔

امیر لوگ اگر اس دس کے دستے میں آتے ہیں تو شوق سے آئیں۔ ہم ان کو مرحبا کہیں گے کہ وہ خدا کی فوج میں شامل ہو گئے ہیں۔ امیر اگر امیر ہو کر ایمان کی قدر و قیمت جانتا ہے اور اپنے بے پناہ طور پر کمائے ہوئے روپیہ کو حلال کرنا چاہتا ہے تو قربانی جان سے اس روپیہ کی زکوۃ شوق سے دے۔ لیکن ہم نے اب کے ٹھان لی ہے کہ دنیا میں سرمایہ نہیں بلکہ ذہن ' علم ' محنت ' پسینہ ' خون اور آنسوؤں کو فتمند کر کے رہیں گے۔ ہمارے خدائے لایزال نے قرآن حکیم میں جس کا ایک ایک لفظ حکمت اور دانش سے پر ہے حکم یعنی حکومت کا جوڑ علم یعنی علم فطرت کے عالموں سے

بتایاہے۔ خدا نے اسی قرآن میں انسانی سیادت اور قیادت کا حصہ صرف علم اور جسم پر رکھا ہے' مال اور سرمایہ پر ہرگز نہیں رکھا۔ اس لئے دنیا کا مالک صرف صاحب علم اور صاحب جسم ہو سکتا ہے صاحب مال ہرگز نہیں ہو سکتا۔ صرف سپاہی کی شان ہے کہ وہ اپنا جسم راہ خدا میں قربان کر کے انسانوں پر حکم چلائے اور خدا کی فوج کی سرداری کرے۔ صرف صاحب علم شخص کو سجتنا ہے کہ وہ حکومت کرے تاکہ بنی نوع انسان کو دین فطرت پر چلا کر کالے اور گورے' یہودی اور نصرانی' عجمی اور عربی' امیر اور غریب' اچھوت اور برہمن' سید اور غیر سید سب کو ایک کر دے۔

ہمارے دس لاکھ کے دستے کی روحانیت کا بے پناہ زور!

ہاں ہاں مسلمانو! میں اس دستے کی تشکیل اس طرح پر چاہتا ہوں کہ اس میں کوئی اونچا اور کوئی نیچا نہ ہو۔ سب خدا کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں' اپنا کھاتے اور خدا کا گاتے ہوں۔ چلیں تو ہر رکاوٹ سے بے نیاز ہو کر چلیں' بڑھیں تو کسی جگہ اور کسی عنوان سے نہ رکیں۔ کفر کے مقابلے میں ہنستے ہوئے اور محبت اور عشق کی سریں نکالتے ہوئے جائیں۔ خدا کے ہوتے ہوئے کسی شیطان والوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں۔ ان کے شیطانی ہتھیاروں کی ٹھک ٹھک سے صاف گزرتے جائیں' ان کے حیلوں کو بزدلوں کے حیلے اور وسیلے سمجھ کر صرف اس وسیلے کو پکڑیں جو کائنات کا باعث اول ہے۔ بڑھیں اور ایک شخص نہ ہٹے' کاٹیں تو سب کاٹ جائیں مگر خود نہ کٹیں۔ الغرض اگر تمہارے دستے کی ربانی شان رہی تو تاریخ ہمیشہ یہی کہتی رہے گی کہ ایسا دستہ دنیا میں آیہ رحمت بن کر رہا اور سب کچھ لے گیا۔ لیکن اگر تم سپاہیوں میں خدا سے بے وفائی' رسولؐ سے مکر' اوچھوں کی نمائش اور اپنے نفس کو دھوکہ ہی دھوکہ رہا تو یاد رکھو کہ تم ناموس اسلام کو مٹا دو گے اور تمہارا نام لیوا ایک متنفس باقی نہ رہے گا۔ اس بنا پر میں کہوں گا کہ اے سزا یافتہ امتیو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی لاج رکھنے کے لئے خدا اور رسولؐ کی خاطر اپنے کردار میں سچے ہو جاؤ۔ کوئی ڈینگ نہ مارو کہ ہم یہ کردیں گے جب تک کہ اپنے دلوں کو گریبان میں منہ ڈال کر ٹٹول نہ لو کہ ان کے اندر سچی جان اور سچا ایمان موجود ہے۔ سچا ایمان اسی وقت پیدا ہو گا جب تم

یقین کر لو گے کہ جان خدا کی دی ہوئی ہے اور اسی خدا کی راہ میں فدا کر کے اپنے دکھ اور خدا کی مخلوق کے لئے سکھ پہنچانا سچی مسلمانی ہے۔ سوچو کہ یہی عرب کی ریگستانوں میں رہنے والے بدوجن کے بدنوں پر چیتھڑے اور گردنوں میں ٹوٹی ہوئی تلواریں تھیں جب ایمان کی دولت سے منور ہوئے تو انہوں نے بارہ برس تک لگاتار ایک دن میں نو نو قلعے اور شہر فتح کئے تھے۔ یہ کوئی افسانہ اور کہانی نہیں تاریخی بات ہے کہ انہی تمہاری نگاہوں میں ان پڑھ ' کالجوں اور مدرسوں کے ناتعلیم یافتہ ' ڈھیلے ڈھالے لباس والوں ' ظاہری طورپر پریشان حال مگر خدا کی خدائی کو پورے طورپر سمجھنے والوں نے بارہ برس کی قلیل مدت میں اور لگا تار بغیر دم لینے کے چھتیس ہزار شہر اور قلعے فتح کر لئے تھے اور یہ اندازہ ایک نہایت متعصب عیسائی کا لگایا ہوا اندازہ ہے۔ تم کہتے ہو کہ اب زمانہ اور ہے اوراب ان حالات کا اور اس ایمان کا پیدا ہونا مشکل ہے۔ ہاں' ہاں' یہ تمہاری نگاہوں میں ٹھیک اس لئے ہو گا کہ تم ایمان کی نایاب جائیداد کو صرف اپنے لئے مخصوص سمجھتے ہو۔ لیکن خدا کا قانون چودہ سو برس سے اسی طرح چل رہا ہے کہ چھتیس ہزار قلعے اور شہر نہ سہی لیکن خدا چودہ سو برس سے صدہا اور ہزارہا شہر اور قلعے صدہا قوموں کو برابر دے رہا ہے اور دیتا رہے گا جو ایمان رکھتی رہی ہیں۔ ابھی چند روز ہوئے کہ جنرل ناصر کی زندہ قوم نے اسی ایمان کا مظاہرہ کر کے اپنے ملک کو صاف فتح اور انگلستان جیسی جابر اور قاہر قوم کو صاف شکست دی۔ بہر نوع مسلمانو! جب تک صحیح اور سچے ایمان کی تیاری تم میں نہ آئے گی اور جب تک جان کو خدا کے سامنے بے حقیقت نہ سمجھو گے ایمان کا پیدا ہونا محال ہے۔

ہمارا باقی پروگرام

مسلمانو! ہمارا باقی پروگرام یہ ہے کہ یکم مارچ بروز جمعہ منٹو پارک لاہور اور دوسرے میدانوں میں اجتماع کے بعد ۳۱ مارچ کو صبح دس بجے اس منٹو پارک اور دوسرے ہر شہر کے میدانوں میں آخری اجتماع ہو گا جس میں لوگ ساڑھے اٹھائیس روپیہ یعنی ستاون اٹھنیاں فی نفر اور سوا چودہ سیر یعنی ستاون پاؤ آٹا ساتھ لائیں۔ ہم منٹو پارک میں اور باقی لوگ اپنے اپنے میدانوں میں بیس بیس افراد' دو دو ہزار افراد

اور بیس بیس ہزار افراد کے دستے ۳۱ مارچ کو بنائیں ۔ پھر یکم اور دو اپریل کو ان دستوں کی مارچ آزمائشی طور پر ہو اور سالار مکمل ہدائتیں اپنے سپاہیوں کو دیں جو شائع ہوں گی۔ پھر دو اپریل کی شام تک واضح ہو جائے گا کہ آیا مغربی پاکستان سے امرتسر کی طرف اور مشرقی پاکستان سے پٹنہ کی طرف مارچ کے احکام بذریعہ تار پہنچے ہیں یا ابھی کچھ التوا باقی ہے۔ اسی اثنا میں ہم حکومت کے اقدام کا انتظار کریں گے اور کیا عجب ہے کہ حکومت کے اقدام سے جو کشمیر کے متعلق یو این او میں ہو رہا ہے ہمیں حالات کا انتظار کرنا پڑے۔ لیکن یہ سب فرضی باتیں ہیں اور دھیان صرف اس طرف دینا ہو گا کہ ۵ اپریل تک مغربی اور مشرقی پاکستان کے کونے کونے سے دستوں کے لاہور اور ڈھاکہ پہنچنے کے بعد ہندوستان کی طرف کوچ کا حکم ضرور ملے گا۔ !!!

آخری بات میری طرف سے واضح طور پر یہ ہے کہ میں نے تمام عمر حق بات کہنے میں شرم محسوس نہیں کی۔ میرا حق ہمیشہ کڑوا رہا ہے اور مجھے کبھی اپنے مشروط قول سے پیچھے ہٹ جانے سے پچتاوا نہیں ہوا۔ میرے اندازے تمام تر حسابی ہیں۔ وہ دنیا کی تاریخ میں سنہری حرفوں سے ہر قوم کے اعمال ناموں میں لکھے ہیں۔ مجھ میں کوئی شے جذباتی یا عارضی نہیں کہ میں اس جذبے کے عارضے میں بہہ جاؤں اور اپنے آپ کو بے لگام کر لوں۔ اس لئے میں ان دو ماہ میں نہایت غور سے دیکھوں گا کہ قوم کا میری پیش کی ہوئی شرائط پر کتنا عمل ہے۔ اگر میں نے اپنا حساب لگا کر اندازہ کر لیا کہ قوم میری پیش کی ہوئی چار شرائط پر صدق دل سے اور کافی طور پر عمل کر رہی ہے' اگر میرا یقین ہو گیا کہ قوم اس حد تک منظم ہو چکی ہے کہ وہ ناقابل شکست ہے تو میں ضرور بالضرور کوچ کا حکم دے دوں گا اور میرا حکم دینا ہی اس بات کی ضمانت ہو گی کہ یہ قوم کبھی شکست کھا کر واپس نہ آئے گی۔ لیکن اگر میرا اندازہ یہ ہوا کہ اس قوم میں فریب اور مکر' جھوٹ اور دکھاوا' کفر اور بزدلی اس قدر باقی ہے کہ وہ منزل تک نہیں پہنچ سکتی۔ تو میں بے دھڑک اپنی جگہ سے ہٹ جاؤں گا اور افسوس کروں گا کہ قوم کو بلند کرنے کے لئے میں نے پورے جتن کئے لیکن جس قوم کی قسمت میں ہلاکت لکھی ہے اس کو میرے جیسا بے بضاعت شخص خدائی فیصلے کے مقابلے میں کیا بچا سکتا ہے۔ میری آواز میرے اس خدانخواستہ پیچھے ہٹنے کے بعد بھی اس قدر زور

آور اور بلند ہو گی جتنی کہ ہمیشہ سے رہی ہے اور دنیا کی کوئی شرمندگی، کوئی طعنہ زنی، کوئی بدگوئی، جگ ہنسی یا جگ ہنسائی مجھے شرمسار نہیں کر سکتی۔ میں نے ہمیشہ سچائی کی آواز بلند کی ہے اور کسی امت کی درماندگی اس سچائی کو ماند نہیں کر سکتی!! میں اگر اس وقت کچھ کر رہا ہوں تو صرف اس لئے کہ ۱۹۵۷ء کا سال اگر قوم نے گزار دیا تو پھر ہمیشہ تک یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ میری چار شرطیں یہ ہیں:

(۱) قوم کے سب آپس کے معاملات درست ہو جائیں (۲) کسی کی کسی سے دشمنی نہ رہے (۳) غلبے کے بعد قوم کسی دوسری قوم پر ظلم نہ کرے (۴) جان و مال اور جسم کی پوری قربانی قوم کرے اور سب ہر حالت میں حکم کے بندے بن جائیں۔

اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔

۲۱ جنوری ۱۹۵۷ء
بوقت سوا چار بجے شام

عنایت اللہ خان المشرقی

ہاں میں بھول گیا! یاد رکھو تمہارے اگلے اجتماع کا وقت دس بجے انہی میدانوں میں یکم مارچ ۱۹۵۷ء کا دن ہے اور وہ بھی جمعہ کا دن ہے۔ اس دن بھی دس لاکھ کا مجمع دس بجے جمع ہو جائے اور ہر جگہ مکمل ہڑتال ہو!

دوئم! پنڈت جواہر لال نہرو کو جو خط و شمارہ '۵۷،۴۷ء مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۵۷ء بذریعہ رجسٹری اے ڈی میں نے بھیجا ہے۔ جس کا نمبر میرے رجسٹر میں بھی اتفاق سے ۴۷ء اور ۱۹۵۷ء مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۵۷ء کے ہندسوں سے بنا ہے اور جس میں پنڈت نہرو کو ستاون دن کی مہلت دی گئی ہے ایک لاکھ کی تعداد میں انگریزی اور اردو میں شائع ہو رہا ہے۔ اس خط کی قیمت ۵ آنے رکھی گئی ہے تاکہ دہلی کی طرف مارچ کے اخراجات کا انتظام خاطر خواہ ہو سکے۔ ہر شخص اس کو خرید کر ثواب حاصل کرے اور اس پر غور کرے!

۲۸ جنوری ۱۹۵۷ء
بوقت سوا ایک بجے دوپہر

(المشرقی)

یکم فروری ۱۹۵۷ء کے خطاب کے آخری الفاظ

مسلمانو! دوسرے پاکستانی بھائیو اور ہندوستان کے تمام مسلمان' ہندو اور غیر ہندو بھائیو!

اب چاروں خطابات کے بعد جو میں نے ۱۹۵۷ء میں اب تک دیئے ہیں اور پچھلے نومبر کے دس ہزار رضا کاروں کے فوجی کیمپ کے خطاب کے بعد جس میں میں نے ۱۹۵۷ء کی آمد کے وہم کے متعلق تم کو پہلا تخیل دیا تھا کہ اس وہم کی آمد ہی تمہیں نئی زندگی بخش سکتی ہے بلکہ مثالیں دیکر تم پر واضح کیا تھا کہ قوموں میں وہموں کی آمد نے ہی بار ہا حالات کی کایا پلٹ کر قوموں کی تاریخیں بدل دی ہیں میں ان ستاون دنوں کے وقفے کے لئے جو ہم نے کشمیر کو واگزار کرنے کے لئے بھارت کے وزیر اعظم پنڈت نہرو کو دیا ہے' آخری باتیں ان خطابات کے نچوڑ کے طور پر کہتا ہوں جن کو ہر شخص اپنے گلے کا ہار اور تعویذ بنا کر رکھے تاکہ ہوش میں آنے والے انسانوں کے عمل سے ۱۹۵۷ء کا وہم آئندہ چند مہینوں کے اندر اندر ایک کھلی حقیقت بن کر رہے۔

اول:۔ پنڈت نہرو کی دس سال کی سیاہ کاری میں جس میں اس نے پانچ کروڑ مسلمانوں کی نسل کشی' اسی لاکھ سکھوں' ۱۸ کروڑ غیر برہمن ہندوؤں' چھ کروڑ اچھوتوں' ستر لاکھ عیسائیوں اور بدھوں اور پچھتر لاکھ دیگر اقوام کی بیخ کنی جان بوجھ کر کی ہے اور دس برس میں اتنا بھی نہیں کر سکا کہ بنگال' مدراس اور بمبئی کے ایک کروڑ سے زیادہ کوڑھ کے مارے ہوئے انسانوں کو جن کی لاشیں کیڑوں کی طرح سڑکوں پر پڑی ملتی ہیں آرام کے گھر دے کر انکی دعائیں لے۔ اور جو پنڈت نہرو چالیس کروڑ انسانی مخلوق کے تمام سال کے سرکاری مالیہ کا نصف کے قریب حصہ یعنی ایک سو پچاس کروڑ روپیہ کسی نہ کسی عنوان سے اپنی بزدل قوم پر خرچ کر کے کشمیر کو اپنی مٹھی میں صرف اس وہم کو لیکر رکھ رہا ہے کہ کشمیر اس کا وطن ہے' صرف اس وہم کو لیکر رکھ رہا ہے کہ دریاؤں کو بند کرنے سے پاکستان کا آٹھ کروڑ مسلمان بھوک اور پیاس سے بلکتے بلکتے مر جائے گا اور برہمن کا دو ہزار سالہ پرانا خواب پورا ہو کر رہے گا کہ انہوں نے

آریہ ورت کو چودہ سو سال کے بعد مسلمان ملیچھوں سے پاک کیا' وہ پنڈت نہرو صرف تیں دن کے اندر اندر چیخ اٹھا ہے کہ پاکستان کے بیس لاکھ رضا کار بھارت پر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور اگر حملہ ہوا تو پاکستان کی حکومت اس کی ذمہ دار ہو گی۔ یہ اعلان ابھی دوروز ہوئے اس نے کیا ہے۔ پنڈت نہرو کی بوکھلاہٹ اس اعلان سے ظاہر ہے۔ پچاس کروڑ انسانی بھائیو! مبارک ہو اس انسانی جلاد کو صفحہ زمین سے مٹا دینے کی پہلی منزل اسقدر جلد طے ہو چکی ہے۔

دوئم: ہمارے اعلان نے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بجلی کی لہر دوڑا دی ہے' بڑے بڑے مرکز سرگرم ہو رہے ہیں۔ کشمیر سے صدائیں آرہی ہیں' دہلی سے بڑے بڑے قد آدم پوسٹر نکل رہے ہیں' اب تک نصف درجن بڑے بڑے ہندو لیڈروں نے عمدہ اشارے کئے ہیں' غلام محمد مسعود ریڈی پنگل مشہور تلنگانہ لیڈر جو ابھی ابھی اپنے والد کی پیشگوئی کے مطابق دین اسلام لائے ہیں اور جن کی نوجوان فرانسیسی بیگم کسی وقت میری مرحومہ جرمن بیگم کی طرح جو ہنڈنبرگ صدر جرمنی کی بھتیجی تھیں اور جو ہٹلر کے گھرانے کی افسر بالا تھیں' تمہیں اپنے خطاب میں کہہ چکے ہیں کہ جنوبی ہندوستان کے آٹھ کروڑ دراوڑ یعنی جنوبی ہند کے غیر برہمن ہندو اس تحریک میں ہمارے ساتھ ہونگے بلکہ وہ مجھے اپنا رہبر تسلیم کرتے ہیں۔ ان دراوڑیوں کے سردار پنگل بہادر ہیں جنہوں نے تقسیم ہند کے بعد بڑی مدت تک حیدر آباد دکن میں بھارت کا کامیاب مقابلہ کیا اور اب تک کر رہے ہیں۔ الغرض مسلمانو! ایک ماہ کے اندر اندر ہر جگہ آگ لگ چکی ہے اور اب کوئی دن جاتا ہے کہ پنڈت نہرو کے ظلم کا گھروندا دھڑام سے زمین پر آکر گرے گا۔ میں جنوبی ہندوستان کے تمام دراوڑی بھائیوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ان ستاون دنوں میں پورے طور پر منظم ہو جائیں اور میری طرف سے عزیز محترم پنگل ریڈی کو اپنا سردار مانیں۔ دہلی کی طرف مارچ میں انکی شرکت تمام بھارت میں تہلکہ مچا دیگی اور دراوڑیونکے سردار ہمارے آدمیوں سے مسلسل ہدایتیں لیتے جائیں۔ خوش قسمتی کا نشان یہ ہے کہ نہرو کے گرد اگرد اس سے وفا کرنے والے اور اس کے ظلم کی تائید کرنے والے روز بروز کم ہو رہے ہیں۔

سوئم: جس شے کی خاص طور پر اہمیت میں مسلمانوں اور اپنے دوسرے رفقاء کے

دلوں میں بٹھانا چاہتا ہوں وہ فی کس آٹھ آنے اور ایک پاؤ آٹا روزانہ کے حساب سے دس دس لاکھ سپاہیوں کا دونوں طرف ان ستاون متبرک دنوں میں زادراہ اکھٹا کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ خدا کی راہ میں جان لڑانے والے غازی کو کہنا کہ وہ اس اقتصادی بدحالی میں اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر جہاد کے لئے آٹھ آنے روزانہ جمع کرے کس قدر مشکل امر ہے۔ مجھے کہا گیا ہے کہ سپاہی کا زادراہ حکومت پر زور دیکر لیا جائے یا قوم سے چندہ جمع کیا جائے۔ لیکن مسلمانو میں تمہیں پھر سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں کہ خدائے علیم و حکیم نے اپنی کمال حکمت سے قرآن میں خاص طور پر ایمان والوں کو کہا تھا کہ وہ خدا کی راہ میں اپنے پیدا کئے ہوئے مال اور اپنی جان سے جہاد کریں۔ اسی لئے رسول صلعم کے وقت کے اصحاب تمام دن لکڑیاں جمع کر کے اپنا زادراہ بناتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ غازی جو اپنا کمایا ہوا روپیہ لے کر اور اپنا کھاتے ہوئے اللہ کی راہ میں نکلے گا وہی دس دن کے اندراندر دہلی تک پہنچ کر رہے گا۔ حکومت سے لیا ہوا زادراہ یا قوم سے اکٹھے کئے ہوئے چندے یاد رکھو ہرگز ہرگز وہ پہاڑوں کو توڑنے اور دریاؤں کو چیرنے والی روحانیت پیدا نہیں کر سکتے جو اس عجیب و غریب مہم میں درکار ہے' جس کا منشا پچاس کروڑ انسانوں کو انسانی ظلم سے نجات دلانا ہے۔ ایسے جمع کئے ہوئے زادارہ سے پھوٹ پڑنے کا سخت اندیشہ ہے۔ ہم حکومت پاکستان کو کسی عنوان سے اس مہم میں آنے نہیں دینا چاہتے۔ نہیں حکومت سے مانگ کر ہم انکار کی رسوائی برداشت نہیں کرنا چاہتے۔ قوم سے ہم چندہ لے کر ایسی کسی قوم کا احسان برداشت نہیں کر سکتے جس کے امیروں نے ہمیں جی بھر بھر کر لوٹا ہے اور ہمارے خون کا آخری قطرہ تک چوس لیا ہے۔ حکومت اگر دل سے چاہتی ہی ہو تو بیس لاکھ انسانوں کا خرچ سرکاری طور پر نہیں دلا سکتی کیونکہ پھر اس مہم کی ذمہ داری حکومت پر آتی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ حکومت پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد ہو یا وہ کسی الجھن میں پھنسے۔ یہ حکومت پاکستان کی دس برس کی ناکامی کے بعد عوام الناس کی مہم ہے جس کے چلانے والے قوم کے بہترین دماغ' قوم کے سب سے زیادہ مخلص' نیکو کار' نیک کردار اور بے غرض بندے ہیں جن کا مقصد نوے فیصد غریب کی حکومت دنیا میں قائم کر کے سرمایہ اور شیطان کو خدا کے تابع کرنا ہے۔ اس لئے ہم

حکومتوں اور سرمایہ داروں کے دست نگر بن کر اس مہم کو سر نہیں کرنا چاہتے' ہم اپنی جان اور مال سے اس مہم کو منزل تک پہنچا کر رہیں گے اور اپنے بل بوتے پر جنت کے حقدار اس دنیا اور آخرت میں ہوں گے۔ نہیں بلکہ اگر ہندوستان کو فتح کرنا ہمارا عزم ہے تو یہی سب سے بڑا انعام خدا کی طرف سے ہے۔ اس بنا پر مسلمانو' فروری کے ستائیس دن اور مارچ کے تیس دنوں میں روزیاں کماؤ' ان روزیوں میں سے آٹھ آٹھ آنے روزانہ اور ایک پاؤ آٹا خدا کے لئے علیحدہ رکھ دو' اور اللہ کا نام لے کر ۳۱ مارچ کو ان میدانوں میں پھر جمع ہو جاؤ۔ آؤ تو اکڑتے ہوئے آؤ کہ جو رکاوٹ ہو گی اس کو اپنے زور بازو اور پوری روحانیت سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر صاف کر کے رہیں گے۔ اس طرح پر ہرگز نہ آؤ کہ ہم حکومت کا ناپاک نمک یا امیر کا حرام مال کھا کر اپنی کروڑوں روپے کی جانیں دیں گے۔ ہاں جب جان جیسی عزیز چیز خدا کی راہ میں دینی ہے تو چند پیسوں کی روٹی اور دوسرے کا نمک کھا کر ہم کیوں خدا کی نگاہوں میں اپنی قیمت کم کریں' کیوں کسی کے سامنے اپنی نظریں نیچی کریں ؟

مسلمانو ! اگر اسی تجویز پر جو میں نے پیش کی ہے۔ دیانتداری سے چلو گے تو یاد رکھو کہ تمہارا بیڑا پار ہے اور بادشاہت تمہارے قدموں پر آکر گرے گی۔ میں اب تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔

۳۱ جنوری بوقت بارہ بجے دوپہر — عنایت اللہ خان المشرقی

یکم مارچ ۱۹۵۷ء کو لاہور منٹو پارک میں

علامہ مشرقی کا پانچواں خطاب

یوم انقلاب و آزادی

جو طول و عرض مشرقی و مغربی پاکستان میں مسلم لیگ کے دو سو سات مرکزوں میں پڑھا گیا

سن ستاون کی حیران کن تاریخی اہمیت

پاکستان کے اسلامی بھائیو! آج ۱۹۵۷ء کو شروع ہوئے ٹھیک دو ماہ گزر چکے ہیں اور میرا تمہیں یہ خطاب ان دو ماہ میں پانچواں خطاب ہے۔ ان چاروں خطابوں میں میں نے تمہیں سن ستاون کی اہمیت واضح کر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ ستاون کا سن نفسیاتی نقطہ نظر سے مسلمانوں کے لئے اپنی طاقت کو جمع کر کے پھر عروج حاصل کرنے کا ایک بے مثال سال ہے جو قوموں کی تاریخ میں کبھی کبھی آیا کرتا ہے اور جس سال کو اگر مسلمان قوم نے اپنے عروج کا سال یقین کر کے اپنی طاقت ایک نقطہ پر جمع کر لی اور سردھڑ کی بازی لگا دی تو صدہا برس تک مسلمانوں کو وہ عروج نصیب ہو سکتا ہے جو نفسیاتی اسباب کے یک جو ہو جانے کی وجہ سے کسی اور سال میں نصیب نہیں ہو سکتا۔ ستاون کے سال کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اتفاق زمانہ سے ہر صدی کے اس سال میں کم و بیش کئی ملکوں اور بالخصوص اس ملک میں تاریخی انقلاب آتے رہے ہیں اور انسانوں کی سرگرمیاں ان سالوں میں عام طور پر زیادہ رہی ہیں۔ مثال کے طور پر مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو برس کی جدوجہد کے بعد اور دو دفعہ محاصرہ کر کے ۱۴۵۷ء میں قسطنطنیہ کو فتح کیا جو تاریخ عالم میں ایک انتہائی طور پر یادگار واقعہ ہے۔ ۱۵۵۷ء میں مغلیہ سلطنت جلال الدین اکبر کی تخت نشینی سے پچیس سال کی طوائف الملوکی کے بعد مضبوط ہو گئی۔ ۱۶۵۷ء میں پھر مسلسل جنگوں کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کی تخت نشینی نے دوسرا سنبھالا لیا۔ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی لڑائی ہوئی اور

انگریز کے قدم ہندوستان میں پہلی دفعہ مضبوط ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں ایک سو برس کے اقتدار کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں میں متحدہ طور پر انگریزوں کے پنجے سے آزادی حاصل کرنے کا پہلا جذبہ پیدا ہوا اور یہی جذبہ ترقی کرتے کرتے بالاخر ۹۰ سال کے بعد آزادی ہند کی صورت میں نمودار ہوا۔ یہ تمام تاریخیں حیران کن طور پر اشارہ کرتی ہیں کہ ۱۹۵۷ء میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہونے والا ہے!

لیکن اس سلسلے میں جس شے کو تاریخی نقطہ نظر سے خاص طور پر دیکھنا ہے یہ ہے کہ ۱۹۵۷ء کا سال انقلابی سال ہونے کے علاوہ تقسیم برصغیر ہند کا دسواں سال بھی ہے اور ان دس سالوں میں جہاں سات کروڑ مسلمانوں کو ایک علیحدہ ملک ملا جس میں وہ اپنی قسمت آزمائی عمدہ طور پر کر سکتے تھے' وہاں بارہ کروڑ مسلمانوں کی مجموعی طاقت دو حصوں میں منقسم ہو گئی اور بھارت کے پانچ کروڑ مسلمانوں کی ان دس سالوں میں جی بھر کر بیخ کنی ہندو راج کی طرف سے ہوتی رہی۔ چودہ سو سال کے بعد مسلمانوں کے اس جزو عظیم کا زوال ایک ایسا تاریخی زوال ہے جس کے باعث نہ صرف یہ کہ موجودہ پاکستان کو آنے والے سالوں میں شدید خطرہ لاحق ہو سکتا ہے بلکہ یہ کہ اگر دین اسلام کا سلسلہ جو مراکش سے انڈونیشا اور چین تک پچھلے چودہ سو سالوں سے پیوست رہا ہے ہندوستانی مسلمانوں کے بھارت میں ضم ہو جانے سے ٹوٹ گیا تو کیا عجب ہے کہ یہی واقعہ' خاکم بدھن' دین اسلام کے تمام دنیا میں منقطع ہوجانے کا باعث ہو جائے۔

مسلمانو! تم نے چونکہ پچھلے ایک سو برس کی عالمی سیاست سے بے خبری کے باعث اپنے اجتماعی معاملات کو بلند افق نظر سے دیکھنا چھوڑ دیا ہے اور اب عام طور پر ہر مسلمان کی نظر صرف اپنے ارد گرد چند میل دور کے معاملات یا اپنے گھر کے بکھیڑوں تک محدود رہتی ہے اس لئے کچھ عجب نہیں کہ تم اس دین اسلام کے مٹ جانے کے خطرے کو اب اس شدت سے محسوس نہ کرو اور یہی سمجھو کہ میں خواہ مخواہ ایک فرضی خطرہ آپ کے سامنے پیش کر کے آپ کو بھڑکانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن آج سے صرف چالیس پینتالیس برس پہلے جبکہ آپ کی نظریں آج سے بدرجہا زیادہ بلند تھیں طرابلس کی جنگ کا واقعہ ۱۹۱۱ء میں خاص طور پر جوش و خروش سے تمام طول

و عرض ہند میں اٹھان پیدا کر گیا تھا۔ اس کے بعد ترک موالات کا واقعہ ۱۹۱۸ء میں اور آج سے صرف تیس برس پہلے ۲۶ ء میں خلافت کا واقعہ ہوا تھا اور ہزار ہا لوگ اس وقت موجود ہوں گے جو شہادت دیں گے کہ ان وقتوں میں ہند کا پورا دس کروڑ مسلمان پشاور سے راس کماری تک اس قدر ہیجان میں تھا کہ انگریزوں کی سلطنت مسلمانوں کے اٹھان کے باعث خطرہ میں پڑ گئی تھی۔ صرف تحریک خلافت کے موقع پر مسلمان عورتوں نے لاکھوں کی تعداد میں اپنے زیور اتار اتار کر پھینک دیئے تھے۔ ایک کروڑ روپیہ کے قریب مردوں نے خلافت کے لئے چندہ دیا اور ۱۹۱۸ ء میں تیس ہزار مسلمان اپنے گھر بار چھکڑوں پر لاد کر ہندوستان کو چھوڑ گئے تھے اور یہ سیلاب کہیں بند ہوتا نظر نہیں آتا تھا! انگریزوں نے ان عالم آرا واقعات کے بعد تمہارے جذبات کو ہم وطن ہمسایہ ہندوؤں کے خلاف ابھار کر تمہارا افق نظر حیرت انگیز طور پر تنگ کر دیا اور تم صرف ہندو مسلمان دشمنی میں اب تک تیس برس سے پھنسے ہوئے ہو اور یہ واقعہ پچھلے ہزار برس کی ہمسائیگت میں کبھی نہ ہوا تھا۔ ان غیر فطری جذبات کو محسن الملک کی مسلم لیگ نے اور ابھارا اور آج یہ حالت ہے کہ پانچ کروڑ مسلمانوں کا ہندوستان سے مٹ جانا تمہیں کوئی بڑا واقعہ نظر نہیں آتا۔ حالانکہ خدانخواستہ یہ دہشت انگیز واقعہ ایسا ہے کہ پچاس سال بعد دنیا کا ہر مسلمان اس کو یاد کر کے آٹھ آٹھ آنسو بہاتا رہے گا!

ستاون کے سال کا ہندو کے لئے نحس ہونا بڑا موقع ہے!

الغرض مسلمانو! ۱۹۵۷ ء کا سال ہندوستان کے پانچ کروڑ مسلمانوں پر بے پناہ مظالم کا دسواں سال ہی ہے اور اس لحاظ سے بھی یہ سال مسلمانوں کے عام اٹھان کا سال ہے۔ لیکن جس نقطہ نظر سے ستاون کا سال مسلمانوں کے لئے انتہائی طور پر قیمتی اور اپنی قسمت درحقیقت بدلنے کا سال ہے یہ ہے کہ ہندوؤں کی بیس کروڑ قوم جو بے پناہ طور پر وہمی اور مذہبی عقائد کی رو سے پسماندہ واقعہ ہوئی ہے اور جن کی پوری قوم میں معمولی سا واقعہ بھی پنڈتوں اور برہمنوں، نجومیوں اور جوتشیوں کے صلاح و مشورہ کے بغیر نہیں ہوتا، اس قوم کے طول و عرض میں ستاون کا سال ہندوؤں

کے لئے نحس قرار دے دیا گیا ہے۔ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے تک اس وہمی قوم کا بچہ بچہ اس خوف و ہراس میں مبتلا ہے کہ اس سال میں کوئی شدید ترین مصیبت بھارت کی سرزمین پر آنے والی ہے جس کی وجہ سے کوئی عظیم الشان انقلاب برپا ہو کر رہے گا! ہزار دو ہزار جوتشی اور نجومی ان کے اپنے چاند گرہن اور سورج گرہن اور آسمان کے ستاروں کی گردشوں کے مفروضہ اثرات کے حساب سے اس یقین میں لگے ہوئے ہیں کہ آسمانی کرنے ہندوؤں کی تقدیریں خراب کر رہے ہیں اور کوئی زمینی طاقت ان آسمانی فیصلوں کو جھٹلا نہیں سکتی! یہ وہ نایاب موقع ہے جو محکمہ قضاو قدر کے کارندوں نے ایک سو سال کے بعد مسلمانوں کو دیا ہے اور اگر مسلمانوں نے اس نادر خوش قسمتی سے پورا فائدہ نہ اٹھایا تو میں سمجھتا ہوں کہ خدائے عزوجل کا پورا انصاف ہو گا اگر وہ انسانوں کی قسمتوں کا مالک آئندہ سے ہمیشہ کے لئے حکم صادر کردے کہ پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کے دونوں **جہنموں** میں ہمیشہ کے لئے دھکیل دیا جائے۔

مسلمانو! ایک عجیب و غریب شے جو ان دو مہینوں میں پاکستان کے طول و عرض سے نمودار ہوئی ہے وہ میرے نادیدہ دوستوں اور پیش گو حضرات کی کثرت ہے جو بڑے لچھے دار الفاظ میں ۱۹۵۷ء کی مہم کے متعلق میری تعریفیں کر رہے ہیں اور ان میں سے اکثر بلکہ تقریباً" سارے کے سارے وہ لوگ ہیں جو کسی نہ کسی طریقے سے اپنے آپ کو خدا کے ولی' اللہ کے مقرب' غیبی علم جاننے والے' مجھے بادشاہت بخشنے والے' مجھے اللہ کا بڑا مقرب بندہ سمجھنے والے' خود مہدویت اور نبوت کا دعوی کرنے والے وغیرہ وغیرہ ہیں۔ بہت سے لوگ میرے پاس نجومیوں اور **جوتشیوں** کی شکل میں بھی آئے ہیں اور اپنی کتابیں ساتھ لا کر یہ ثابت کرنے کے درپے رہے ہیں کہ وہ میرے دماغ میں کسی وہم کو غالب کر کے یہ داخل کر دیں کہ میں "خدا کا خاص چنا ہوا" بندہ ہوں! کئی لوگوں نے بار بار یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ میں اپنا ہاتھ دکھلاؤں۔ بعض نے ہاتھ جوڑ کر میری پیدائش کا ٹھیک وقت مانگا ہے جو میں خود نہیں جانتا لیکن ان کو یہ کہہ دیتا ہوں کہ "میں نہیں بتاؤں گا۔" مجھے ان لوگوں کی کثرت نے حیران کر دیا ہے اور میں اب اپنے حسابی نتیجوں پر پہنچنے کی فکر میں لگا ہوں۔ ایک "نبی" نے جو

غالباً" خدا کی طرف سے "براہ راست" مقرر ہوا ہے مجھے ایک رجسٹری خط صرف چند دن ہوئے لکھا جس کے الفاظ حسب ذیل تھے۔ " بے حد بخت سنگین حکم بنام علامہ مشرقی مجاہد کشمیر۔ آج ٹھیک بارہ بجے رات سے میں نے تم کو ہندوستان کا بادشاہ کر دیا ۲/۵۷۹ شیر نواس تعلیم خود "۔ اس شیر نواس کے لفظ کو میں نہیں سمجھا اور لفافہ پر پورا پتہ دیا ہے۔ ایک بزرگ اور "فقیر" نے دو دفعہ، مجھے غالباً" اپنے کسی مرید کے ذریعے سے، یاد دلایا ہے کہ میں نے کسی سے ذکر کیا ہے کہ میں کسی "ولی" کی تلاش میں ہوں۔ وہ مرید کہتا ہے کہ ولی کی تلاش تو الگ رہی فلاں بزرگ جن کا پتہ حسب ذیل ہے نہ صرف خود ولی ہیں بلکہ وہ اوروں کو ولی بنا دیتے ہیں۔ ایک اور شخص دس سال سے مجھے بڑے بڑے انتظامی عہدے دے رہا ہے اور گستاخانہ انداز میں حکم نافذ کرتا ہے! وغیرہ وغیرہ۔ ان لوگوں کی پچھلے دنوں سے اس قدر بھرمار رہی ہے کہ بدنصیب امت کے غمزدہ لوگ مسلمان نجومیوں، رمالوں، راویوں اور "پانڈوں" کے کہے سے متاثر ہو کر دور دور سے مجھ تک پہنچتے ہیں اور آنسو نکال نکال کر کہتے ہیں کہ ہم صرف "زیارت کے لئے آئے ہیں دو منٹ ملاقات کر لیجئے۔" میں چونکہ اپنی ساری زندگی میں وہموں سے دور رہا ہوں اور فرضوں کی کسی الجھن میں اب تک نہیں پھنسا، ان لوگوں کی کثرت نے مجھے نہ صرف حیران کر دیا ہے بلکہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی ایک بڑا طبقہ نہایت بری طرح وہم زدہ ہے۔ بڑا ستم یہ ہے کہ یہ تجویز جو میرے طرف سے قوم میں ۵۷ء کی مہم کے متعلق نمودار ہوئی ہے، اس کا ایک نہایت مضحکہ انگیز اثر میرے گھر کے قریبی لوگوں پر پڑا ہے۔

میری بیگم ایک علمی اور آسودہ سید گھرانے کی لڑکی ہیں اور ان کے والد مرحوم اونچے سرکاری افسر بلکہ ڈاکٹر تھے، لیکن تذکرے کے سوا شاید ہر دوسری شے سے منکر تھے۔ وہ ساٹھ برس کی عمر میں بیلچہ بردار خاکسار بنے لیکن ان کے بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی پیر، فقیر، کسی بزرگ یا ولی کے قائل نہیں۔ خدا کے قائل بھی وہ اسی سائنٹیفک حد تک نظر آتے تھے جس حد تک وہ اس کائنات کو علمی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ خدا کی انسانی تصویر جو لوگوں نے بنا رکھی ہے منطقی طور پر غلط ہے۔ خیر یہ تو "تذکرہ" کی تعلیم کا اثر تھا لیکن ان کا ایک محبوب وہم ابجد کا

حساب تھا جس کے دفتر کے دفتر وہ قرآنی آیتوں کے حرفوں کا حساب کر کے دن رات کیا کرتے تھے اور پھر اس کا اطلاق خاکسار تحریک پر کرتے تھے۔ میں ان کے دفتروں کو دیکھ کر ہنستا تھا اور انہیں ٹال دیتا تھا۔ لیکن میری بیگم اپنے والد بزرگوار کی اس لت کی بھی قائل نہ تھیں چہ جائیکہ وہ کسی پیر یا فقر کو مانتیں یا گنڈے تعویزوں کے اثر کو تسلیم کرتیں۔ مجھ سے بھی بیگم نے اثر ضرور لیا ہو گا لیکن پہلے دن سے میں نے اس میں کوئی وسوسہ یا وہم کی چیز نہیں دیکھی۔ بہت سے اوپر کے مضمون کے خطوں کو دیکھ کر خدا کو گواہ بنا کر پہلی دفعہ یہ کہانی سنائی کہ "شادی سے چند ماہ پہلے ۱۹۳۹ء میں میں نے اپنے ابا کو ایک خواب سنائی اور کہا کہ میں نے بانی خاکسار تحریک کی کمر پر دائیں مونڈھے کی طرف بڑا گول نشان دیکھا جب کہ آپ یعنی والد صاحب خواب میں ان کی کمر پر خارش کر رہے تھے۔ میرے ابا اس خواب کو سن کر چونک اٹھے اور اگلے دن ہی لاہور چل دیئے"! مجھے اب یاد پڑتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب بہادر میرے پاس جب ۱۹۳۹ء میں آئے تو انہوں نے کئی بار اصرار کیا تھا کہ وہ میری کمر پر خارش کریں گے لیکن میں نے بار بار انکار کیا تھا۔ ان کے اصرار کی وجہ سترہ سال کے بعد مجھے آج معلوم ہوئی اور بیگم کہتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میری شادی آپ سے ہو گئی اور میرے ابا یقینی طور پر کہتے رہے کہ یہ خواب درست نکلی۔" بہر نوع مسلمان کی وہم پرستی کا اثر میرے اپنے گھر پر بھی ہونے لگا ہے اور میں حیران ہوں کہ یہ مرض کس طرح مجھ تک پہنچ گیا!

خطاب لکھتے لکھتے کے دو واقعے

ایک اور حیرت انگیز بات جو ابھی کہ میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں واقع ہوئی مسلمانو یہ ہے کہ آج ۱۸ فروری کو سوا دس بجے لاہور کا ایک مسلمان پانی کی بڑی بوتل ہاتھ میں لئے ہوئے میری زندگی میں پہلی دفعہ آیا اور اصرار کرنے لگا کہ اس کو مجھ سے دم کروا کر لادیں کیونکہ اسکی بیوی سخت بیمار ہے۔ گھر میں ضرور قہقہ مچا لیکن میری پڑھی لکھی عورتوں نے اس شخص کی ضد کے بعد اصرار کیا کہ ضرور بوتل میں پھونک کر اس غریب کو سہارا دینا چاہئے۔ اسی وقت ایک دوسرا پچاس برس کا پڑھا لکھا' انگریزی

خواں اور شیعوں کی تنظیم امامیہ کا سیکرٹری اس پھونکوں والے شخص کی موجودگی میں پہنچا اور کہا کہ میں نے الہ آباد میں پچاس ضلعوں کی تنظیم کی تھی اور ایک بہت بڑا نظام قائم کیا تھا۔ رسید کو دکھا کر اس نے کہا کہ میں اس وقت آپ کی مسلم لیگ کا باقاعدہ ممبر ہوں اور آپ سے اولاً" یہ اطمینان کرانے آیا ہوں کہ ۵۷ء کا حساب آپ کے نزدیک کیا ہے کیونکہ میں خود نجوم کا ماہر ہوں اور آپ سے متفق ہوں۔ دوئم یہ کہ کیا آپ کو یقین ہے کہ اس گری ہوئی قوم میں ایمان پھر پیدا ہو سکتا ہے۔ سوئم یہ کہ مجھے میرے فرائض بتائے جائیں۔ وہ شخص اس پھونکوں والے غریب سے بہت متاثر ہوا۔ میں نے دس منٹ تک اس کو یقین دلایا' ہاں اس گری ہوئی قوم میں ضرور ایمان کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے' آپ مایوس نہ ہوں۔ خدا کی درگاہ میں کسی شے کا بخل نہیں۔ یہی گری ہوئی قوم تمام ہندوستان کی مالک ہو سکتی ہے بشرطیکہ اس میں تنظیم پیدا ہو جائے۔ میں نے دیکھا کہ اس پڑھے لکھے شخص کے چہرے پر میری چند منٹ کی باتوں نے عجیب رونق پیدا کر دی۔ اس کی مایوسی یک لخت امید سے بدل گئی۔ ۵۷ء کے سوال کے متعلق میں نے جواب دیا کہ میں نجومی نہیں ہوں لیکن ۵۷ء کا سال مسلمانوں کے غلبہ کا سال اس لئے ہے کہ ہندو جوتشیوں نے اس سن ستاون کو اپنی بدبختی اور نحوست کا سال اعلان کر کے بھارت کے چالیس کروڑ انسانوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا کر دیا ہے۔ اس خوف و ہراس نے بھارت جیسے بڑے ملک کا موریل اتنا پست کر دیا ہے کہ اگر پاکستان کے مسلمان نے اس سن ستاون کے موقع سے جو پھر کبھی نہ آئے گا فائدہ اٹھایا تو وہ ضرور فتح مند ہو گا۔ اور پھر ایمان اس میں اسی شدت سے آئے گا جس شدت سے صدیوں تک مسلمانوں میں ایمان قائم رہا اور وہ ہندوستان کے مالک تھے۔ میرے اس چھوٹے سے ٹوٹکے سے اس پچاس برس کے بوڑھے کی آنکھیں چمک اٹھیں اور اس نے اقرار کیا کہ وہ پوری تنظیم کے ساتھ اس تحریک میں عملاً" شامل ہو گا۔ ایک عجیب و غریب بات جو اس نے اثنائے گفتگو میں کہی یہ تھی کہ وہ یو پی میں سبھاش چندر بوس کی تنظیم میں والہانہ طور پر شامل تھا اور اس شخص کی قابلیت سے جس کو وہ "انسانوں کو پیار کرنے والا" شخص کہتا تھا بہت متاثر ہوا۔ جب میں نے اس کو کہا کہ پنڈت نہرو اور گاندھی' سبھاش بابو سے اس کی نمایاں

قابلیت کے باعث سخت حسد کرتے تھے اور وہی اس کے زوال کا باعث بنے اور اس کو ہندوستان سے خارج کر کے چھوڑا' تو وہ چونک اٹھا اور کہا کہ یہ درست ہے کیونکہ اس کی علمی قابلیت کے مقابلہ میں گاندھی اور نہرو صفر تھے۔ نہرو نے اپنی کم علمی کے باعث ہندوستان پر نہایت بری حکومت کی۔ تمام دنیا کو اپنی ناپختہ کاری سے اپنے خلاف کر دیا۔ اگر سبھاش بابو ہوتا تو ہندو اور مسلمان سب اس کے ساتھ ہوتے۔ وہ دنیا میں دونوں قوموں کے لئے جنت پیدا کر دیتا۔ وہ صاف دل اور وسیع النظر تھا۔ نہرو اور گاندھی کی طرح دوغلا اور مکار نہ تھا۔ آخر میں اس نے کہا کہ اب نہرو کا مقابلہ آپ سے ہے اور یقین ہے کہ اس کا بنا ہوا تانا تر بتر ہو کر رہے گا۔

مسلمان کا وہمی ہونا جذبہ ایمان کو فروغ دینے کا باعث بن سکتا ہے!

مسلمانو! یہ خود ستائی کی باتیں اور پیری مریدی کا سلسلہ شروع کرنے کا مکر جو تم شاید سمجھ رہے ہو گے کہ مخلوق خدا کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے یا آئندہ چل کر "نبی" بننے کے لئے تیار کر رہا ہوں میں اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ تمہیں بتلاؤں کہ جہاں ہندو قوم بھارت کی سرزمین میں سخت وہم زدہ ہے اور ۵۷ء کا وہم اس کو ضرور لے ڈوبنے کے قریب ہے وہاں پاکستان اور ہندوستان کے بارہ کروڑ مسلمانوں میں بھی' غالباً" ہندوؤں کی بارہ سو سالہ صحبت کے باعث' وہم کی حکومت کافی طور پر ہے اور مسلمانوں میں اس عروج کے سال میں وہم کو فروغ دیکر مسلمانوں کا جذبہ ایمانی بھی تازہ کیا جا سکتا ہے۔ تم نظری طور پر یہ سمجھتے ہو گے کہ وہم کی باتوں سے زیادہ تر دیہات کے جاہل لوگ یا خاص ماحول کی عورتیں متاثر ہوا کرتی ہیں مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ہٹلر جیسا باعمل اور تاریخ میں اعلیٰ درجہ کا ناظم اور آرگنائزر بھی وہم سے متاثر رہتا تھا اور اپنی اکثر کارگزاریوں کو شروع کرنے سے پہلے منجموں اور جوتشیوں سے مستقبل کے متعلق پیشگوئیاں بلکہ مضحکہ انگیز طور پر ان سے مشورے لیا کرتا تھا۔ انسان خواہ وہ کسی اہلیت کی منزل پر ہو اور اپنی لیاقت پر کتنا ہی گھمنڈ رکھتا ہو ایسا ضعیف الایمان اور مستقبل کی باتوں کے جاننے میں اس قدر کمزور واقع ہوا ہے کہ بھلا چنگا ہو ہوا کر اپنے آپ کو ان وہموں کے سپرد کر دیتا ہے اور اگرچہ میری اپنی ذاتی

رائے ہے کہ کائنات فطرت کو علم کے نقطہ نظر سے دیکھنے والا انسان کبھی ان باتوں کا محکوم نہیں بن سکتا لیکن پھر بھی گوشت اور خون کی غلاظت روح کے اس پاکیزہ پتلے کو کچھ نہ کچھ گندا ضرور کر دیتی ہے۔ اس بنا پر میں علمی اور سائنٹیفک طور پر بھی وہم کی اقلیم کو گوشت پوست سے بنے ہوئے انسانوں کی زندگی کو متاثر کرنے والی شے سمجھتا ہوں۔ بلکہ میرا قیاس ہے کہ انسانوں کے بڑے بڑے گروہوں کے لیڈروں نے اپنی مہموں میں انسان کی اس کمزوری سے ضرور فائدہ اٹھایا ہو گا۔ ابھی ابھی پنگل ریڈی صاحب نے مجھے کہانی سنائی کہ ہٹلر نے جب ان سے اپنی قسمت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے زائچہ دیکھ کر کہا تمہیں بالاخر شکست ہو گی۔ اس پر ہٹلر نے انہیں قید کر دیا۔ نپولین نے جب اس کی فوجیں مصر تک بڑھ آئیں' مسلمان ہونے کا اعلان اس وہم کی بنا پر کر دیا تھا کہ عالم اسلام میں اس خبر سے ایک خاص اور موافق ماحول پیدا ہو گا۔ محمود غزنوی کی فوجوں میں ضرور انسانوں کو حوصلہ دلانے والا ماحول پیدا ہوتا ہو گا جو اس سے بار بار ہندوستان پر حملے کراتا رہا۔ الغرض میرا یقین ہے اور اس یقین کی تائید کئی اعلیٰ تعلیم یافتہ کوٹ پتلون والے حضرات نے کی ہے کہ مسلمانوں کے حوصلوں کو اس وقت بلند کرنے کے لئے نجومیوں' پیشگوؤں اور پاونڈوں کا ایک ایسا عنصر ہے جو ان کے جذبہ ایمان کو فروغ دے سکتا ہے۔!

اس بناء پر مسلم لیگ کے دو سو سے زیادہ مرکزوں کو جو طول و عرض پاکستان میں ہیں اور عام طور پر پاک و ہند کے مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ ان کے صدر اور دوسرے کارکن اور رہبر مسلمانوں کو آہنی طور پر منظم کرنے کے علاوہ خاص طور پر اس کام میں بھی ضرور بالضرور لگ جائیں کہ ان لوگوں سے باضابطہ رابطہ پیدا کر کے ان کو ملک کے گوشے میں پھیلا دیں تاکہ مردوں' عورتوں اور بوڑھوں میں یہ ہوا عام طور پر پھیل جائے کہ مسلمانوں کی قسمت اس سال نہایت اچھی ہے' وہ ضرور ہندوستان پر قبضہ کریں گے۔ وہ کہیں کہ بالغ مسلمان پر فرض عائد ہو چکا ہے کہ اس جہاد میں عملی حصہ لے۔ جو مسلمان اس جہاد پر فلاں قسم کا تعویز پہن کر اور فلاں قرآنی آیت کا ورد کر کے جائے گا وہ کبھی قتل نہ ہو گا۔ جس مسلمان نے جہاد میں شرکت کرنے سے کوتاہی کی اسکی قسمت خراب ہو گی' اس پر خدا کا وبال بیماری اور

موت کی صورت میں ضرور آنے والا ہے' وہ خدا سے توبہ کرے اور جہاد کی تیاری کرے وغیرہ وغیرہ۔ مسلم لیگ کے مرکزوں کو یہ ہدایت حکم کے طور پر ہے' اور اس کا خاص اہتمام کرنا ضروری اس لئے بھی ہے کہ مسلمانوں میں رمالو' نجومیوں' راولوں اور پانڈوں کے گروہ در گروہ جو دیہاتوں اور شہروں میں ہر جگہ نہایت ادنیٰ غرضوں کے ساتھ لگے ہیں' وہ زیادہ تر عوام الناس کے ان ذاتی معاملات کے متعلق پیشگوئی کرنے میں لگے ہیں جن سے ان کو فوری نفع حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً کسی عورت سے شادی کے متعلق پیشگوئی کر دی یا مقدمہ کی ہار جیت کے متعلق کہہ دیا یا آنے والی دولت یا غریبی کے متعلق بتلا دیا وغیرہ وغیرہ۔ ان لوگوں کی توجہ اگر قومی معاملات کی طرف اور بالخصوص سن ستاون میں آنے والے واقعات کی طرف کر دی گئی اور ان کو یہ پڑھا دیا گیا کہ تم اپنی تمام تر توجہ اب کے سال اس مضمون پر صرف کر کے اپنی روزیاں کماؤ تو یہ وہ لوگ ہیں جو اس سودے میں بھی ٹوٹے میں نہ رہیں گے۔ بلکہ میرا یقین ہے کہ قوم کو بیدار کرنے کا یہ سودا ان کو بدرجہا زیادہ مالی نفع دیکر رہے گا بشرطیکہ ہمارے مرکزوں نے ان کا پروگرام پورے نظام سے بنایا اور حکمت عملی سے بڑے بڑے گدی نشینوں' پیروں' فقیروں' منجموں' جوتشیوں' راولوں اور پانڈووں کو اپنی طرف کر کے ان کی آواز ایک کر دی۔

ہر مرکز میں ایک بھرتی کا کیمپ باقی تیس دن لگا رہے!

مسلمانو! چونکہ اب ہندوستان کی طرف مارچ کرنے میں صرف تیس دن باقی رہ گئے ہیں اور اس وقت تک حکومت اور یو این او کی طرف سے بھی کوئی خاطر خواہ امید پنڈت نہرو سے کشمیر حاصل کرنے کی نہیں بندھی اور سب گفتگو میں لگے ہیں' بلکہ غالب امر یہ ہے کہ یہ تیس دن بھی اسی آئیں بائیں شائیں اور باہمی سمجھوتے کے ڈھونگ میں لگ جائیں گے۔ اور ادھر چونکہ پنڈت نہرو اور ہندوستان کی نظریں ہمارے اقدام کی طرف خاص طور پر لگی ہوئی ہیں' میں چاہتا ہوں کہ یکم مارچ کے فوراً بعد ہمارے ہر چھوٹے بڑے مرکز میں بھرتی کے کیمپ کھل جائیں۔ اس کیمپ کا سب سے پہلے اور مردانہ افتتاح خوش قسمتی سے ہمارے مشرقی پاکستان کے بہادر اور غیرت مند

جرنیل شیخ منظور الٰہی جوائنٹ سیکرٹری جنرل اور حافظ محمد عمر رئیس اعظم و جنرل سیکرٹری مشرقی پاکستان نے ڈھاکہ میں کیا ہے۔ شیخ مذکور نے مجھے اطلاع بذریعہ ایر میل نیز بذریعہ تار دی ہے کہ ہم نے خدا پر پورا توکل کر کے ڈھاکہ میں ایک عظیم الشان کیمپ لگا دیا ہے' جو ۵ اپریل تک رہے گا! اس کیمپ میں پیشتر اس کے کہ خیمے پورے طور پر لگیں لوگوں کی آمد ۱۵ فروری سے شروع ہو گئی ہے اور ہوشیار اور جوانمرد شیخ نے باقرار صالح کہا ہے کہ آپ آکر انشاء العزیز دس لاکھ کی گنتی حرف بحرف پوری کر لیں! میں شیخ منظور الٰہی کے اس عزم اور ارادے پر حیران ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ بنگالی مسلمان کی خاص عقیدت خاکسار تحریک سے رہی ہے اور اس اثناء میں کئی طرح کی لیڈر گردی نے اور بالخصوص کمیونسٹوں کی لامذہبی غداریوں نے بنگال کے سیدھے سادھے اور خدا پرست مسلمانوں کو سیاسی جماعتوں بالخصوص مسلم لیگی بدکرداروں سے پوری طرح سے بیزار کر دیا ہے اور چونکہ بنگال کا مسلمان سیاسی طور پر زیادہ باخبر ہے وہ خاکسار تحریک کی اندرونی سچائی اور روحانیت میں دین اسلام کا بچاؤ دیکھ رہا ہے اور ہماری آواز پر نسبتاً" زیادہ لبیک کہنے پر آمادہ ہے۔ الغرض مسلمانو اور مسلم لیگ کے مرکزوں کے مقرر کردہ افسرو! تمہارا اس وقت بڑا کڑا امتحان ہے۔ اگر تم نے شکست خوردہ اور فرسودہ مسلم لیگ کے اڈوں کو آئندہ تیس دنوں میں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا' اپنے بے پناہ مارچوں سے جو جگہ جگہ ہر مرکز میں لگاتار تیس دن ہونے ضروری ہیں لوگوں کے دلوں میں جہاد کی سچی حسرت پیدا کر دی' ہر جگہ یہ ہوا پیدا کر دی کہ وہ بدقسمت جو اس دس لاکھ کے خدائی گروہ میں نہیں شامل ہوتا اور اپنا ساڑھے اٹھائیس روپیہ اور سوا چودہ سیر آٹا جہاد کے لئے فراہم نہیں کرتا' ہاں وہ بدقسمت دینی اور دنیاوی نقطہ نظر سے دونوں طرح ہلاک ہو کر ضرور رہے گا۔ اگر تم نے اپنی باہمی محبت اور جذبہ اخوت سے مسلمانوں کو کثرت سے اپنی طرف ان تیس دنوں میں کھینچ لیا اور گردا گرد کے دیہاتوں میں اپنے وسیع پروگرام کا پروپیگنڈا کر کے دیہات کے نوجوانوں کو اپنی طرف کھینچ لائے اور ہر کیمپ میں ان تیس دنوں کے اندر اندر ہماہمی پیدا کر دی تو یاد رکھو کہ میرا اندازہ ہے کہ اس کے بعد ہندوستان کی مکمل فتح یقینی ہے۔ میں عنقریب اگلے چند دنوں میں مسلمانوں کی تنظیم کا مفصل پروگرام ہر مرکز میں

پہنچا دوں گا تا کہ سب جگہ ایک ہی نظام قائم ہو اور ۳۱ مارچ سے پہلے پہلے لاہور پہنچنے کے متعلق ساری تفصیل ہر مرکز پر واضح ہو جائے۔ نماز ظہر کے بعد کے اجلاس میں میں تم پر آخری اور انتہائی ضروری باتیں واضح کروں گا تا کہ دس لاکھ کا یہ پروگرام پورے طور پر مکمل ہو۔ اس سلسلے میں یہ کہوں گا کہ اس وقت تک جس شخص نے ابھی تک اپنا "رفیق" باہمی اصلاح کے لئے نہیں بنایا وہ خدا کو گواہ کر کے اسی وقفہ میں اپنا ساتھی مقرر کر لے خدا تمہارے ساتھ ہو۔

۱۹ فروری ۱۹۵۷ء چھ بجکر پینتیس منٹ — عنایت اللہ خان المشرقی

اس خطاب کا خلاصہ چند لفظوں میں یہ ہے!

اول ہر مسلمان مرد اور عورت' بوڑھا اور جوان' دس لاکھ مجاہدوں کو تیار کرنے میں لگ جائے ورنہ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ اس پر عذاب الٰہی نازل ہو گا۔

دوم پیروں' گدی نشینوں' مولویوں' اماموں' نجومیوں' راولوں' پانڈوں کو ہر شخص اور بالخصوص ہمارے مرکزوں کے صدر اس امر پر تیار کریں کہ وہ قوم کو اس جہاد کے لئے تیار کرنے میں لگ جائیں۔

سوئم مسلمانوں کے دلوں کے اندر یہ بات دل نشین کر دی جائے کہ صرف اپنے مال سے کیا ہوا جہاد اور اپنی پیش کی ہوئی جان ہی تمہیں آخرت کا جنت بلکہ دنیا کا جنت بھی دلا سکتی ہے۔ یہ الفاظ قرآن حکیم کے ہیں۔ دس لاکھ کا روزانہ خرچ کم از کم دس لاکھ روپے ہے اور کوئی حکومت ایک مہینے میں تین کروڑ یا کوئی قوم تین کروڑ چندہ نہیں دے سکتی اس لئے ساڑھے اٹھائیس روپیہ اور سوا چودہ سیر آٹا خود جمع کرو اور جنت حاصل کرو۔

چہارم ہر ماتحت مرکز کا صدر بیس مجاہدین کے دستے کو اس طرح پر آہنی نظام میں پرودے کہ اس کے سپاہی اور سالار حکم ماننے والے' آپس میں محبت کرنے والے اور انتہائی طور پر چست اور خاموش سپاہی بن جائیں۔

پنجم کوئی سالار اور رضا کار ادنیٰ حکم عدولی نہ کرے ورنہ اسی وقت اس کا بیلچہ یا وردی یا کرتا ضبط کر کے ننگا کر دیا جائے۔

ششم ہر ماتحت مرکز میں ایک بھرتی کا کیمپ پورے تین سو مرکزوں میں لگ جائے تاکہ لوگ جوق در جوق رضا کاروں میں شامل ہوں۔

ہفتم چھ خطابوں کو بار بار پڑھ کر اس عظیم الشان مہم کی تہ تک پہنچا جائے۔ کوئی رضا کار کسی برے ارادے سے ہندوستان میں نہ جائے۔ کسی عورت کی طرف آنکھ نہ اٹھائی جائے۔ پرامن رہا جائے۔ مقابلہ صرف اس وقت اور حکم کے ماتحت کیا جائے جب کہ دشمن ظلم کرے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے درگذر کیا جائے!

عنایت اللہ خان المشرقی

۲۳ فروری ۱۹۵۷ء بوقت سوا ایک بجے بعد دوپہر

یکم مارچ ۱۹۵۷ء کو

منٹو پارک لاہور جہانگیر پارک کراچی پلٹن میدان ڈھاکہ

بڑا میدان کوئٹہ شاہی باغ پشاور مارکیٹ چوک حیدر آباد سندھ میں

علامہ مشرقی کا چھٹا خطاب یوم انقلاب و آزادی (بعد نماز جمعہ)

جو طول و عرض مشرقی و مغربی پاکستان کے ۲۰۹ مرکز ہائے مسلم لیگ میں ہزاروں اور لاکھوں کے مجمعوں میں پڑھا گیا۔

ہندو راج اور مسلم راج کے بعد ہندوستان میں "دین اسلام کی حکومت

پاکستان کے مسلمانو اور پاکستان و ہندوستان کے ہندو اور غیر ہندو بھائیو! یہ ۱۹۵۷ء کا تیسرا اجتماع ہے جس میں تمہیں کہا گیا ہے کہ ۱۹۵۷ء میں محکمہ قضاد قدر نے فیصلہ کیا ہے کہ اکبر اعظم کی تخت نشینی کے سن یعنی ۱۶۵۷ء سے پورے تین سو سال کے ظلم اور انسان سے بے انصافی کے بعد ہندوستان میں کانگریس یا مسلم لیگ یا مسلمان یا ہندو راج نہیں ' بلکہ دین اسلام کا راج ہو گا۔ یہ دین اسلام کا راج دین فطرت کا راج ہو گا جس میں سب انسان برابر ہوں گے۔ انسانی بھائیو! انسان کو پیغمبروں کی وساطت سے دیئے ہوئے پیغام کبھی مختلف نہیں ہوسکتے کیونکہ سب پیغمبر ایک خدا کی طرف سے ایک بنی نوع انسان کی طرف آئے تھے اس لئے یہ انسان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہی تھی کہ اس نے پیغمبروں کے پیغام کو غلط سمجھ کر الگ الگ مذہب بنا لئے۔ دین اسلام سب پیغمبروں کو خدا کی طرف سے آئے ہوئے اور ہر قوم ' ہر امت' ہر فرقہ میں ایک نہ ایک پیغمبر کا آنا مانتا ہے اور سب پیغمبروں کو برابر کے رتبے اور درجے کے انسان کہتا ہے بلکہ جو ان میں فرق کرے وہ انہیں سچا کافر کہتا ہے۔ اس لئے دین اسلام ہی دین فطرت ہے اور اس کا منتہلسب بنی نوع انسان کو ایک امت بنانا اور دنیا ہی میں جنت کا سماں پیدا کرنا ہے۔ اس بنا پر بھائیو! ۱۹۵۷ء میں ٹھیک تین سو برس کے بعد پھر

اکبر اعظم والی دین اسلام کی حکومت قائم ہو گی جس میں ہندو اور مسلمان سب بھائیوں کی طرح رہا کریں گے' جس میں ہر شخص پھر آسودہ حال اور فارغ البال ہو گا' دودھ اور شہد کی نہریں پھر اس ملک میں چلا کریں گی اور پھر آٹا روپے کا ڈیڑھ من' دال روپے کی ۲۵ سیر اور مرغی کی قیمت تین پیسے ہوا کرے گی' جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اکبر اعظم کے وقت میں تھی ۔ قرآن اس حکومت کا دستور العمل ہو گا اور قرآن کے معنی بھی صرف وہی ہوں گے جو قرآن میں لکھا ہے۔ کسی انسان کی قرآنی تفسیر کو اس میں دخل نہ ہو گا۔ یہی قرآن کا دستور العمل مقدس ویدوں اور گیتا میں تھا' یہی انجیل اور توراۃ اور ژندواوست میں تھا جیسا کہ قرآن خود کہتا ہے ۔

"قرآن کا اسلام" کیا ہے اور "انسان کا اسلام" کیا ہے ؟

انسانی بھائیو! یہی وہ سچا دستور العمل تھا جس نے دین اسلام کو دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک آنکھ کی جھپک میں پھیلا دیا تھا اور تاریخ سے ثابت ہے کہ پوری قومیں کی قومیں اس وقت مسلمان ہو گئی تھیں۔ کسی موجودہ مسلمان کی مجال نہیں کہ ہمارے اس اسلام کے خلاف ایک حرف کہہ سکے کیونکہ یہ اسلام حرف بحرف قرآن کا اسلام ہے ' انسان کا اسلام نہیں ۔ انسان کے "اسلام" کو مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے دس سال تک ہندوستان اور پاکستان میں چلایا اور دونوں کا بیڑا اب غرق ہو چکا ہے۔ مگر قرآن کا اسلام پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ انسان کا بنایا ہوا "اسلام" دیر تک کہیں نہیں چلا اور نہ چل سکتا ہے۔ انسان کا بنایا ہوا "اسلام" ایک فریب اور مکر ہے جس کا دعوئ ہر سیاسی جماعت برسراقتدار آنے کے وقت ہر ملک میں کیا کرتی ہے اور چونکہ قرآن کا اسلام خدا کے بنی نوع انسان کی طرف پیغام کا آخری چربا یعنی LATEST EDITION ہے اور اس کے لفظوں میں بھی انسان نے کوئی ردوبدل نہیں کیا اس لئے وہی خدا کا انسان کی طرف آخری پیغام ہے اور وہی ہر سیاسی جماعت کے جھوٹے "اسلام" کو نیست و نابود کر کے چھوڑے گا۔

اسی تشریح کے بعد بھائیو! ہمارے سامنے پاکستان کی سرزمین اور ہندوستان کی سرزمین میں دونوں جگہ عمل کا دریا ہے۔ اول پاکستان کی سرزمین کا ہر شخص' ہر مرد' ہر

عورت، ہر جوان، ہر بوڑھا، ہر بچہ ہمیں ۳۱ مارچ تک مسلم لیگ کے ۲۰۹ مرکزوں میں دس دس لاکھ اللہ کے سچے بندوں کو جمع کرنے میں مدد دے! دوئم ہندوستان کی سرزمین کا ہر خدا کو صحیح طور پر ماننے والا ہندو، غیر ہندو، برہمن، غیر برہمن، سکھ، بدھ، عیسائی، بیراگی، گونڈ، بھیل، ناگا، مواتی، دراوڑی، مرہٹہ، نیپالی وغیرہ وغیرہ الغرض ہر بھارتی جس کے دل میں خدا کی عزت ہے اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ موجود ہے ہمارے اس انقلاب کو کامیاب کرنے میں پورا تعاون کرے۔ ہم دس لاکھ مجاہد لاہور سے اور دس لاکھ ڈھاکہ سے ۳۱ مارچ کے بعد سب ماتحت مرکزوں سے چل کر ۵ اپریل کی تاریخ سے امرتسر اور پٹنہ کی طرف مارچ کریں گے۔ کوچ کا نقارہ بجنے کے بعد اگر پنڈت نہرو نے اس کوچ کو پاکستان کی مظلوم رعیت کی ہندوستان کی مظلوم رعیت سے دوستانہ ملاقات سمجھ کر کوئی مزاحمت نہ کی اور ہمیں پر امن طور پر کوچ کرنے کی اجازت دے دی تو ہم پنڈت صاحب کی اس فراخدلی کی سچی قدر کر کے اپنے ہندو بھائیوں اور غیر ہندو دوستوں سے گلے ملتے ہوئے دہلی تک پہنچیں گے اور بالاخر پردھان منتری نہرو کے عظیم الشان محل کے سامنے کھڑے ہو کر عرضداشت کریں گے کہ وہ کشمیر کو واگذار کر دے کیونکہ کشمیر کے دریاؤں کے بند ہونے کی وجہ سے پاکستان کا بچہ بچہ بلک بلک کر مرجائے گا اور بالاخر یہ آٹھ کروڑ انسانی مخلوق بھوک اور ننگ سے ختم ہو جائے گی۔
ہم پنڈت نہرو سے یہ رعایت انسانی ہمدردی کے تحت لیں گے اور گزارش کریں گے کہ یہ رعایت کشمیر کے سیاسی پہلو کو نظر انداز کر کے دی جائے تاکہ پنڈت محترم کی انسانیت کا ڈنکا چار دنگ عالم میں بجے اور وہ دنیا کا سب سے بڑا محسن قرار پائے۔ اس نوازش اور احسان کی صورت میں ہم اس عظیم الشان رہنمائے انسانیت سے کشمیر واگذار کرنے کے بعد پر امن طور پر لاہور اور ڈھاکہ پہنچ کر خدائے عز و جل کا شکر ادا کریں گے کہ اس نے مسئلہ کشمیر کو اس خوش اسلوبی سے حل کر دیا بلکہ ہندوستان کے عوام الناس کا شکریہ ادا کریں گے کہ انہوں نے اپنے تعاون سے ہمیں دہلی تک امن و امان سے پہنچایا اور ان کا یہی تعاون ہمیں کشمیر دلانے میں مفید ثابت ہوا۔
لیکن اگر بھارت کی طرف کوچ کے بعد ہمارے مقدر میں پنڈت نہرو کی طرف سے رکاوٹ لکھی ہے تو یہ سر پھرے لوگ جو خدا کی راہ میں سر سے کفن باندھ کر

چل نکلے ہوں گے کسی رکاوٹ سے نہ تھمیں گے۔ دس لاکھ انسانوں کا سیلاب اپنے زور ایمان سے یقین جانو ہر رکاوٹ کو تنکے کی طرح بہا کر رہے گا۔ ہمارے بڑھنے کا انداز ہی اس قطع کا ہو گا کہ پنڈت نہرو کا کوئی فوجی یا غیر فوجی انتظام اس کو ہر گز نہ روک سکے گا۔ ہم اس وقت یہ ٹھان چکے ہوں گے کہ اگر مرنا ہی مقدر ہے تو کیوں بستروں پر بھوک اور بیماری سے سسک سسک کر مریں۔ کیوں نہ میدان جنگ میں دس مار کر بھی نہ مریں اور ہندوستان کی پوری سرزمین پر قبضہ کر کے اس دس برس سے بنے ہوئے جہنم کو دس ہزار سال کا جنت بنا کر چھوڑیں۔ ہم اس رکاوٹ کے وقت اپنے چودہ سو سال پرانے ایمان سے دلوں کو روشن کریں گے۔ ہم اپنے اس کالی کملی والے رسولؐ کی دہائی دے کر اور زمین و آسمان بنانے والے خدا کا دامن پکڑ کر پنڈت نہرو کی رکاوٹوں کو خس و خاشاک کی رکاوٹیں اور اس کے عظیم الشان فوجی منصوبوں کو ہندوستان کے بنیوں کی نری اکڑفوں سمجھ کر بے نیازانہ طور پر بڑھتے جائیں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ ظلم اور قہر کی اس ناروا جنگ میں صدق اور عدل کا بول بالا ہو گا اور سرحد کے صرف چند میلوں کے اندر پنڈت نہرو کی تمام فوج کی حقیقت تنکے کے برابر نہ رہے گی اور اس فوج کے تمام خونی ہتھیار مٹی میں مل کر رہیں گے۔ یہ وہ ایمان کی شمع ہے جو ہم نے دلوں میں جلائی ہے!!

میرے بھائیو! یہ نری ڈینگ مارنا نہیں بلکہ ایمان کے کرشمے ہیں جو ہر مقہور اور مظلوم انسانوں کے گروہوں نے بار بار دنیا کی تاریخ میں بتائے ہیں اور جب تک دنیا میں ظلم و انصاف، حق و باطل، نور اور ظلمت، سیاہی اور سفیدی کی لڑائی جاری ہے یہ کرشمے اور معجزے برابر ہوتے رہیں گے!!

ماتحت مرکزوں کے نام لازمی احکام

ہم ۳۱ مارچ سے پہلے پہلے مسلم لیگ کے ہر ماتحت مرکز سے حسب ذیل باتیں حکماً" چاہتے ہیں۔

اول۔ ہر بیس کے دستے پر ہر ماتحت مرکز کا صدر انتہائی سوچ بچار کے بعد ایک نہایت آزمودہ، نکوکار، سخت گیر اور خدا سے ڈرنے والا، منصف مزاج سالار مقرر کرے

جو لازمی طور پر پرانا خاکسار ہو اور اس کا عمدہ ریکارڈ ہو۔

دوم صرف وہی سپاہی دستے میں شامل کیا جائے گا جس کے پاس ساڑھے ۲۸ روپے نقد اور سوا چودہ سیر آٹا ہو۔

سوم کسی سپاہی کو جس نے اپنی برائیاں نہیں چھوڑیں دستے میں شامل نہ کیا جائے گا۔ صدر اس امر کا ذمہ دار ہو گا کہ صرف انتہائی عمدہ اخلاق اور ریکارڈ والے سپاہی کو دستوں میں شامل کیا جائے۔ اس سلسلے میں اس سپاہی کو جو خاموش نہیں یا بے چون و چرا حکم نہیں مانتا یا نفاق پیدا کرتا ہے قطعاً" اور کسی شرط پر شامل نہ کیا جائے۔

چہارم اٹھارہ برس کی عمر سے کم کوئی سپاہی سروست نہ لیا جائے یا ۵۵ برس سے زیادہ۔ ایسے کم عمر یا زیادہ عمر والے سپاہیوں کے الگ دستے بنائے جائیں جو بعد میں کام آسکتے ہیں۔

پنجم سفر مینا کے سپاہی مثلاً باورچی' دھوبی' حمام وغیرہ سپاہیوں کے دستے وغیرہ الگ بنائے جائیں۔

ششم جو دستے کسی ماتحت مرکز میں بنتے جائیں' انہیں ان کے سالار کم از کم ایک گھنٹہ روزانہ کا مارچ کرائیں اور رضاکاروں کی بھرتی کرائیں۔

ہفتم ماتحت مرکز اعلان کرے کہ چار مسلمانوں کی باقرار صالح شہادت پر کسی نامناسب سپاہی کو خارج کیا جا سکتا ہے۔

ہشتم ہر سپاہی اپنا ایک رفیق پسند کرے جو اسی دستے میں شامل ہو۔ رفیق کے بغیر کوئی سپاہی دستے میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی رفیق کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے رفیق ہونے کے فرائض سرانجام نہیں دیئے تو دونوں کو دستوں سے الگ کر دیا جائے۔

۳۱ مارچ تک ہمارا عام پروگرام حسب ذیل ہو گا۔

ا۔ ہر ماتحت مرکز کا صدر ۵' ۱۰' ۱۵ اور ۲۵ مارچ کو اپنے علاقے کے دستوں کی تعداد مرکزی دفتر میں لازمی بھیجتا جائے ورنہ شدید سزائیں نافذ ہوں گی۔

۲۔ اگر ہندوستان میں قیام کے دوران میں کسی دستے یا اس کے سالار کے متعلق ادنیٰ بدنظمی' حکم عدولی یا فتنہ و فساد کی اطلاعیں ملیں تو صدر کو دردناک سزائیں نافذ

ہوں گی۔ اس لئے ۳۱ مارچ تک صدر اپنا تمام وقت دستوں کو مکمل طور پر منظم کرنے میں صرف کرے۔

۳۔ ہر بیس اشخاص کے دستے کو پوری طرح منظم کرنے والا شخص نئے ماتحت مرکز کا صدر تسلیم ہو گا بشرطیکہ وہ صدر خود اس دستے میں شامل نہ ہو' لیکن اس نئے ماتحت مرکز کے بنائے ہوئے دستے کے متعلق لازم نہیں کہ اس کو ہندوستان کے محاذ پر بھیجا جائے الاّ یہ کہ وہ صدر پرانا خاکسار ہو اور اس کے متعلق مرکز کو اطمینان ہو۔

۳۱ مارچ اور اس کے بعد ماتحت مراکز حسب ذیل عمل کریں:۔

ا۔ ۳۱ مارچ بروز اتوار دس بجے صبح سے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کا سب سے بڑا اور آخری اجتماع ہر ماتحت مرکز اور لاہور کے میدانوں میں ہو گا اور وہ تمام دن صدر ماتحت مرکز کی قیادت میں رضاکاروں کی تنظیم میں صرف ہو گا۔ اس روز پبلک کو کوئی خطاب نہ دیا جائے گا اور پبلک صرف تماشائی کی حیثیت میں وہاں جائے گی لیکن رضاکاروں کی تنظیم میں قطعاً" کوئی دخل نہ دے گی۔

۲۔ ۳۱ مارچ سے ۵ اپریل تک میدان ہائے مذکور میں تمام رضاکار کیمپ کریں گے اور چھ دنوں کا کیمپ ہر لحاظ سے ایک تربیتی کیمپ ہو گا۔

۳۔ اگر جریدہ "وقت" میں اس امر کا اعلان ۲ اپریل تک ہو گیا کہ ۵ اپریل کو امرتسر اور پٹنہ کی طرف کوچ ہو گا تو ۳ اپریل تک سب دستے لاہور کے میدان منٹو پارک میں لازمی طور پر پہنچ جائیں ورنہ اسی جگہ پر قائم رہ کر ۵ اپریل کی شام تک تربیتی کیمپ پورا کریں اور اس کے بعد صدر ماتحت مرکز اس کیمپ کو منتشر کر کے آئندہ احکام کا منتظر رہے۔

۴۔ اگر کوچ کا حکم مل گیا تو لاہور میں ۵ اپریل کو میرا آخری الوداعی خطاب دس لاکھ مجاہدوں کو ہو گا۔ اور دس لاکھ کا دستہ اس کے فوراً بعد ہندوستان کی سرحدوں کی طرف مارچ کرے گا۔ ۵ اپریل کا دن جمعہ کا دن ہے۔

مسلمانو اور بھائیو! اس عظیم الشان واقعے کا خدا کے حضور میں گڑگڑا کر دعا مانگتے ہوئے انتظار کرو تاکہ خدا تمہیں کامیابی دے۔ آمین۔

۲۹ فروری ۱۹۵۷ء
بوقت ٦ بجے شام

عنایت اللہ خان المشرقی

خطاب کے آخری الفاظ

۱۹۵۷ء میں اس چھٹے خطاب کے بعد مسلمانو! میرا آخری اور الوداعی خطاب ۵ اپریل ۱۹۵۷ء کو ہو گا' جب کہ تم ہندوستان کی طرف مارچ کرنے لگو گے اور خدائے عزوجل کے نام سے اس کو فتح کر کے رہو گے۔ اس لئے میں ان ۳۵ دنوں کے وقفے کے لئے تمہیں چند آخری باتیں سوچنے' عمل کرنے اور تمہارا حوصلہ بڑھانے کے لئے دیتا ہوں تاکہ تم اس وقت تک میرے ان چھ خطابوں کا مطلب سمجھ کر پورے طور پر تیار ہو جاؤ۔ یہ باتیں حسب ذیل ہیں:۔

اول یاد رکھو بیس برس سے زیادہ ہوئے میں نے کہا تھا کہ خاکسار تحریک میں سب سے زیادہ اہم قوم کو لڑی میں پرونے والا شخص سالار محلّہ ہے۔ اب میری نظروں میں بیس رضاکاروں کے دستے کا سالار ہی وہ شخص ہے جس نے اس عظیم الشان مہم کو کامل نظام اور پوری نیکی کے ساتھ سر کرنا ہے۔ اس لئے سالار دستہ وہ شخص بنے جس کی نیکیاں سب سے زیادہ ہوں اور وہ خدائی خوبیوں کا مالک ہو یہ نکتہ اگر تم نے سمجھ لیا تو بیڑا پار ہے۔ سالار دستہ اس مہم میں جس سپاہی کو دیکھے کہ وہ نظام کو بگاڑ رہا ہے اس کا بیلچہ ضبط کرے یا اس کی وردی اتروا دے یا اگر بیلچہ اور وردی ہی اس کے پاس نہیں تو اس کا کرتہ اتروا کر اس کو ننگا کر دیا جائے۔ یہی سلوک ہر نافرمان سالار سے کیا جائے۔

دوم مسلمانو! میرے ان چھ خطابوں کو بار بار پڑھ کر خود سمجھا جائے اور پھر اپنے سپاہیوں کو ان کی روح سمجھائی جائے کیونکہ میں نے ان کی ایک ایک سطر کو سوچ سمجھ کر لکھا ہے اور ان کا مقصد ایک اعلیٰ قسم کا ٹھوس نظام پیدا کرنا ہے۔

سوئم جس مسلم لیگ نے پاکستان میں دس برس تک دھاندلی مچا کر پاکستان کے آٹھ کروڑ انسانوں کو اس برے حال میں پہنچایا کہ ایک ایک گھر سے چیخیں نکل رہی ہیں بلکہ پاکستان کو اس قدر کمزور کر دیا کہ وہ اب پورے طور پر نڈھال ہے اور جس مسلم

لیگ کے پرخچے اور ٹکڑے اڑ کر دوسرے رنگوں اور دوسری جماعتوں میں نمودار ہیں اس مسلم لیگ کو مغربی اور مشرقی پاکستان دونوں جگہ اس طرح ختم ہونا چاہئے کہ اس کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ پہلی دفعہ یکم فروری ۱۹۵۷ء کو پورے پاکستان میں ۱۷ لاکھ پاکستانیوں کے ۱۹۲ ماتحت مرکزوں کے مجمعوں میں دوسری دفعہ یکم فروری ۱۹۵۷ء کے پورے پاکستان میں ۲۷ لاکھ پاکستانیوں کے ۲۰۹ ماتحت مرکزوں کے مجمعوں میں اس تجویز کو بالاتفاق پاس کیا گیا تھا اور اب تیسری دفعہ یکم مارچ ۱۹۵۷ء کے پورے پاکستان میں بے پناہ ہجوم کے ۲۰۹ پرانے مرکزوں اور غالباً" ۲۲۸ نئے مرکزوں (جس کی اطلاع بعد میں آئے گی) کے میرے اندازے کے مطابق ۵۰ لاکھ کے مجمعوں میں پھر باآواز بلند اقرار کرو کہ وہ نابکار مسلم لیگ مٹ چکی' اس کی جگہ پاکستان کی محافظ اور پورے ہندوستان کو فتح کرنے والی یہی مسلم لیگ ہے جس کے دس لاکھ رضاکار ۵ اپریل ۱۹۵۷ء بروز جمعہ ہندوستان کی طرف مارچ کریں گے !!!

بھائیو ! سب لوگ جو اس تجویز سے متفق ہیں اپنا ہاتھ کھڑا کر دیں (تمام نے باتفاق اپنے ہاتھ کھڑے کئے) جو انکار کرتا ہے کھڑا ہو جائے (ایک شخص کھڑا نہیں ہوا) اب اس کے بعد مسلمانو اور دوسرے بھائیو ! ظالم مسلم لیگ کے کسی شخص کو پبلک کے سامنے نہ آنے دو اور ان کی بیخ اکھیڑ دو۔ جب تک یہ گندگی ختم نہ ہو گی پاکستان پاک نہ ہو گا۔

چہارم دکن کے مشہور تلنگانہ لیڈر محترم غلام محمد مسعود ریڈی پنگل و جنرل سیکرٹری مسلم لیگ جنوبی دکن نے اپنے دستخط سے سترہ فلسکیپ صفحوں کا ایک مراسلہ میرے نام ۲۳ دسمبر ۱۹۵۶ء کو بھیجا تھا (جس کو میں نے آج ہی پڑھا ہے) جس میں انہوں نے تیرہ صفحات میں کئی اور معاملات کے متعلق پیشگوئیوں کے ضمن میں (جو حیرت انگیز طور پر پوری ہوئیں) حسب ذیل پیشگوئیاں ہندوستان کے فتح ہونے کے متعلق لکھی ہیں اور کہا ہے کہ یہ تیرہ صفحوں کا مراسلہ بنگلور کے "اسٹرولو جیکل میگزین" کے ایڈیٹر بی وی رامن کے جواب میں یورپ اور امریکہ کے اخبارات میں اس کی فرانسیسی بیگم میڈم جرمن پنگل کی وساطت سے دیا جا رہا ہے۔ اس مراسلے کے آخری نوٹ میں محترم پنگل نے اعلان کیا ہے کہ "مسٹر پنگل ریڈی "اسلام لیگ" کا ممبر ہے اور یہ وہ

واحد شخص تھا جس کو ۱۹۵۰ء میں علامہ مشرقی نے بھرتی کیا تھا۔" یہ پیشگوئیاں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ نہرو اپنے مشن امریکہ میں کہ امریکہ پاکستان کو فوجی مدد نہ دے سخت ناکامیاب رہے گا (یہ پیشگوئی حیرت انگیز طور پر پوری ہوئی ہے)۔

۲۔ ۱۳ مئی ۱۹۵۷ء کا پورا چاند گرہن اور ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۷ء کا پورا سورج گرہن دونوں پاکستان کے لئے نہایت "بابرکت" ہیں۔

۳۔ دنیا کا ۱/۶ حصہ تیسری جنگ عظیم میں ۵۹ء تک ختم ہو جائے گا جس میں امریکہ فتح مند ہو گا۔ ۱۹۵۹ء کے بعد کمیونزم قطعی طور پر ختم ہو گا۔ امریکہ میں کیلیفورنیا' سان فرا سیسکو اور ہالی وڈ قطعاً" برباد ہو جائیں گے۔

۴۔ ۱۹۵۷ء میں انگلستان اور فرانس اپنی اکثر نو آبادیوں کو کھو دیں گے (یعنی یہ دونوں طاقتیں صفر ہو جائیں گی)

۵۔ ۵ اپریل ۱۹۵۷ء سے ہندوستان کی قسمت خراب ہونی شروع ہو گی۔ ہندوستان کے خفیہ دشمن اس کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے مسلمانوں کا حملہ ہندوستان پر ہو گا (بی وی رامن)

"نہرو کی شکست سے ہندوستان میں بے مثال گڑ بڑ ہو گی"۔ (ایڈورڈ لنڈو ۱۹۵۳ء)

"۱۸۵۷ء کی طرح ۱۹۵۷ء میں بھی دہلی میں سخت انقلاب ہو گا۔ دلی ' آگرہ' لکھنؤ' راجپوتانہ' مشرقی پنجاب' مناوڈر اور جونا گڑھ وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھ آئیں گے"۔

"پاکستان کے اندرونی جھگڑے اور پارٹیاں مٹ جائیں گی"۔ "نہرو کی موت متشددانہ طور پر ہو گی"۔

"جنوبی ہندوستان شمالی ہندوستان سے باغی ہو جائے گا"۔ "ماتھورام لنگا تھیور ساکن رمناوڈر اوڈیا کا صدر مقرر ہو گا"۔

"۹ ستمبر ۵۷ء کو تیسری جنگ عظیم شروع ہو گی"۔ وغیرہ وغیرہ ۲۴ "اپریل ۱۹۵۷ء سے جنوبی دکن کی بغاوت شروع ہو گی" وغیرہ وغیرہ۔

مسلمانو! یہ سب حالات تمہارے سامنے ہیں۔ تمہارے لئے نہایت حوصلہ افزاء ہیں۔ تیار ہو جاؤ اور آگے بڑھو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو:۔

۲۱ فروری ۵۷ء بوقت ۸ بجکر دس منٹ صبح — عنایت اللہ خان المشرقی

مسلمانو! ۲۱ فروری ۱۹۵۷ء سے بعد کے حالات آج ۲۴ فروری تک اور بھی امید افزاء ہیں۔ اطلاعیں آ رہی ہیں کہ ڈھاکہ میں فوجی کیمپ جو رضاکاروں کی بھرتی کے لئے ۱۵ فروری سے لگا تھا اس میں بنگال کے رضاکار دھڑا دھڑ بھرتی ہو رہے ہیں۔ پنڈت نہرو کی حالت اور پتلی ہو رہی ہے اور غالباً" وہ نرم ہونے کو ہے لیکن اس کا کوئی بھروسہ نہیں۔ ہر ماتحت مرکز میں کیمپ لگ جائے' ہر جگہ پیروں ' منجھوں اور راولوں کو بھرتی کے کام میں لگا دو!

المشرقی

۲۴ فروری ۱۹۵۷ء

ساتواں اور آخری خطاب سننے کے لئے ۵ اپریل ۱۹۵۷ء کو ان ہی میدانوں میں جمع ہو!

اب اس کے بعد میری طرف سے جو الفاظ توجہ کے قابل ہیں وہ یہ ہیں کہ مسلمانو اور دوسرے بھائیو ! یہ میرا خطاب ۵۷ء کے سلسلے میں ہمارے ہندوستان پر مارچ کرنے کا آخری خطاب ہے جس میں ' میں نے اپنی طرف سے مکمل ہدایتیں اور احکام دے دیئے ہیں۔ آج سے تیس دن بعد ۳۱ مارچ کو جو اتوار کا دن ہے انہی میدانوں میں صرف وہ رضاکار جمع ہوں گے جو ہندوستان کی مہم کو سر کرنے کے لئے خدائے کائنات کی دی ہوئی توفیق سے جمع ہوں گے۔ اس روز کوئی خطاب نہ دیا جائے نہ تقریریں ہوں گی بلکہ صرف رضاکاروں کی تنظیم اپنے اپنے علاقوں میں ہو گی۔ ۳۱ مارچ کا پورا دن اس تنظیم اور دستہ بندی یا فہرست سازی اور زاد راہ کے جائزہ لینے میں صرف ہو گا۔ خدا سے پیار کرنے والے اور رسولؐ خدا کے عشق سے بھرے ہوئے لوگ اس روز خوش بخوش جان بکف زاد راہ بہ کمر اور زاد آخرت بہ سر' تن بہ تقدیر آئیں گے اور اگر اس وقت تک بھارت کے وزیر اعظم کی طرف سے کوئی ایما نہ ہوا تو کوچ کے لئے تیار ہوتے جائیں گے۔ ہم آج کے بعد یہ غور کریں گے کہ آیا

ان تیس دنوں میں بھارت کے وزیر اعظم بہادر کو ہماری عرض داشت کے متعلق کسی یاددہانی کی ضرورت ہے۔ اگر فیصلہ ہوا یہ یاددہانی کر دی جائے، تو اس کا اعلان کر دیا جائے گا۔ ورنہ خاموشی اور عزم ہو گا جو طول و عرض پاکستان میں خود بخود ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھا جائے گا۔

۳۱ مارچ کو پبلک کے آنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمیں ان چھ خطابوں کے بعد کچھ کہنا نہیں نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ عام مسلمانوں کو اس اجتماع میں بلا کر ان کی ضمیر کو زخمی کریں۔ خدا کی راہ میں جمع ہونا صرف خدا کی طرف سے توفیق کا عطا ہونا ہے۔ یہ انہی خدا کے بندوں کو ملتی ہے جن کے دل خدا کی طرف جھکے ہوں۔

(روزنامہ ۵۷۔۳۔۶)

صدر مسلم لیگ کے ماتحت مرکزوں کے نام۔۔۔ فوری احکام

لاہور ۳ مارچ۔ دس لاکھ منظم رضاکاروں کی بھرتی کی عظیم الشان مہم کو ۳۱ مارچ تک پوری کامیابی سے سر کرنے کے لئے حضرت علامہ مشرقی صدر آل پاکستان مسلم لیگ نے حسب ذیل احکام ماتحت مرکزوں کے نام صادر کئے ہیں۔ ماتحت مرکزوں کے صدر اپنے علاقوں میں ان احکام کی تعمیل کے واحد ذمہ دار ہیں اور اپنے علاقے کے ممبروں اور رضاکاروں سے بہ زور تعمیل کرانے کا پورا اختیار ان کو حاصل ہے چونکہ وقت انتہائی طور پر تھوڑا ہے۔ فوری اور مکمل تعمیل نہ ہونے کی صورت میں صدر اس امر کا مجاز ہے کہ بے دھڑک سزائیں نافذ کرے جو مال اور جسمانی دونوں ہو سکتی ہیں۔ صدر کسی معاملے میں مشورہ لے سکتا ہے لیکن بھرتی کے سلسلے میں اپنی تجویز کو کامیاب کرنے میں اس مشورے کا پابند نہیں۔ تاحکم ثانی مسلم لیگ کے تمام ماتحت مرکزوں میں منتخب شدہ صدر آئینی نظام کو وقتی طور پر معطل کر کے خالص فوجی نظام کو نافذ کرے۔

۱۔ کم از کم ایک اور زیادہ سے زیادہ پانچ رضاکار ہر ماتحت مرکز اپنی قوت کے لحاظ سے لاہور کے مرکزی دفتر میں بارہ گھنٹے کے اندر اندر روانہ کرے جو پورا مہینہ مرکز

میں کام کریں۔

۲۔ مصر کے قافلہ نمبر۲ میں جن رضاکاروں نے اپنے نام لکھوائے تھے ' صدر ان کو بارہ گھنٹے کے اندر اندر پورا مہینہ کام کرنے کے لئے مرکز میں روانہ کریں ۔ مصر کے قافلہ نمبر ا کے رضاکاروں کو جہاں وہ موجود ہیں صدر علاقہ ہر جگہ مقامی رضاکاروں کا سرسالار مقرر کریں۔

۳۔ مقامی طورپر ہر ماتحت مرکز میں بھرتی کا کیمپ ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر لگ جائے۔ اگر باقاعدہ رسید بکیں موجود نہیں تو سفید کاغذ پر رضاکار کا عہد نامہ لکھ کر اور ۲ روپے فیس داخلہ لے کر اس کو بھرتی کیا جائے اور نشان غلبہ اسلام لگایا جائے۔ بھرتی کے بعد رضا کار کو قواعد لازمی طورپر سکھائی جائے اور چستی اور خاموشی کی مکمل تربیت دی جائے۔ قصوروں پر رضاکاروں سے اعتراف نامے سفید کاغذ پر لئے جائیں یا سالار دستہ سزائیں دے اور پانچ اعتراف ناموں کے بعد چھٹے قصور پر رضا کار کو جماعت سے خارج کر دیا جائے۔

۴۔ صدر علاقے کے تمام مقررہ کردہ ماتحت افسر حکم سننے کے بعد فوجی سلام نہایت چستی سے کریں اور خاموشی سے اس حکم کی اطاعت میں لگ جائیں۔ کسی طرح کی بحث یا بات یا رائے زنی کسی وقت نہ کی جائے۔ تمام ممبر اور رضا کار صرف خاموشی اور مکمل طور پر مطیع ہونے کا ڈھنگ اختیار کریں ۔ صدر علاقہ تا حکم ثانی سب اجلاس ممبروں یا رضاکاروں کے کسی معاملے پر بحث کے لئے ملتوی کر دے اور اگر مشورہ لینا چاہے تو انفرادی طورپر لے۔ صدر کے دفتر میں مکمل طورپر خاموشی اور نظام کی فضا ہونا لازمی ہے ۔

۵۔ ہر علاقہ سے کم از کم ایک رضا کار یا ممبر اپنے آپ کو خفیہ طورپر صدر مسلم لیگ علامہ مشرقی کو خط لکھ کر سالار ضبط کے فرائض ادا کرنے کے لئے پیش کرے اور اگر تین دن کے اندر اس کو صدر موصوف کی طرف سے کوئی خلاف حکم نہ پہنچے تو سمجھ لے کہ اس کی تقرری ہو چکی ہے اور وہ جہاں جہاں صدر علاقہ یا مذکورہ بالا یا حسب ذیل احکام میں تساہل کر رہا ہے اور جن جن احکام کی خلاف ورزی کر رہا ہے اس کی رپورٹ روزانہ مسلسل دیتا رہے۔ سالار ضبط کی رپورٹ صرف یہ بتلائے کہ

فلاں حکم کی تعمیل صدر علاقہ نے نہیں کی کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں ۔

۶ ۔ سالار ضبط کے علاوہ ہر ممبر اور رضاکار مسلم لیگ کو صدر علاقہ کی مذکورہ بالا یا حسب ذیل کسی غفلت یا حکم عدولی کی اطلاع دے سکتا ہے اور اگر غفلت نقصان دہ ہو تو تار بھی دے سکتا ہے ۔

۷ ۔ ہر علاقے میں ایک پرانا خاکسار اپنے آپ کو سالار تعزیر کی تقرری کے لئے صدر مسلم لیگ علامہ مشرقی کو پیش کرے اور تین دن تک خلاف حکم نہ پہنچنے کی صورت میں اپنے آپ کو سالار تعزیر تصور کرے ۔ یہ سالار بھی مفید رہے گا جب تک اس کو سزا دینے کے لئے تحریری احکام مرکز کی طرف سے نافذ نہ ہوں ۔ صرف وہی افراد اپنے آپ کو سالار تعزیر کے عہدے کے لئے پیش کریں جو بڑی سے بڑی مالی یا جسمانی سزا کو نافذ کرنے میں پورے طور پر قادر ہوں ورنہ خود سزا کے مستحق ہوں گے ۔

۸ ۔ مشرقی پاکستان میں پہنچ کر کام کرنے والے خاکسار اور رضا کار یا ممبر اور معاون اپنے آپ کو فوری طور پر ہر علاقہ سے صدر مسلم لیگ کو پیش کریں اور پیش کرنے کے بعد فوراً" میدان عمل میں آکر شیخ منظور الٰہی کو ۱۸ گولک پال نیز ڈھاکہ کے پتے پر اطلاع دیں ۔

۹ ۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے جو خاکسار یا رضا کار یا معاونین فتح ہندوستان کی مہم میں کافی بڑے پیمانے پر مالی امداد یا فوجی مدد یا اسلحہ کی مدد یا ہندوستان کے علاقوں کے فوجی نقشوں یا وہاں کی صحیح خبروں کے بہم پہنچانے میں مدد دے سکتے ہیں وہ فوراً" صدر مسلم لیگ سے اس کا اظہار کریں یا خود ملاقات کریں یا صدر علاقہ سے اظہار کر کے اطلاع دیں ۔

۱۰ ۔ دونوں بازوؤں کا ہر صدر علاقوں فوراً" بلا تاخیر اپنے علاقے کے مقتدر پیروں ' سجادہ نشینوں ' مولوی صاحبان ' مذہبی رہنمایان ' نجومیوں ' جوشیوں ' رمالوں ' پانڈوں کو منظم طور پر فتح ہندوستان کے جہاد کے لئے دعوت دے کر ان کو مستقل کاموں پر لگ جانے کی پوری ترغیب دے اور اس سلسلے میں ایک نہایت مضبوط نظام فوراً" قائم کرے ۔ ۳ مارچ ۱۹۵۷ء بحکم "المشرق" (روزنامہ وقت ۵۷ ۔ ۳ ۔ ۶)

علامہ مشرقی کے پنڈت نہرو کے نام انگریزی میں خط کا اردو ترجمہ

اچھرہ لاہور
شمارہ خط ۷۵۷۴ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۵۷ء

مائی ڈیئر پنڈت جواہرلال نہرو!

برصغیر ہند کی حالیہ تقسیم کے بعد بھارت اور پاکستان کی ہمسا یگت اس امر کی امید دلاتی تھی کہ دونوں ملکوں کی آسودگی کی خاطر عوام اس تقسیم کے بعد آپس میں صلح دامن سے رہیں گے اور کسی ملک کو دوسرے ملک سے خطرہ لاحق نہ رہے گا۔ اس تقسیم کا یہی معقول نتیجہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ایک یا دوسرے واقعہ کی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکا۔ تعلقات روز بروز زیادہ طور پر ٹوٹنے کی حد تک کشیدہ ہو چکے ہیں خاص کر اگست ۴۷ء کے بعد کشمیر کے پاکستان سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے جب کہ یہ تقسیم ہوئی۔

اس معاملے کا فیصلہ کرنے کے لئے مختلف تجویزیں کی گئیں اور ناکام ہوئیں' دونوں ملکوں کو دوسرے ملک کے حملے کے خطرے کی وجہ سے بہت سا مالی نقصان پہنچا ہے اور دونوں حکومتوں کے پاس اس صورت حال سے عہدہ بر آنے کی کوئی راہ نہیں رہی۔ حکومتیں اس واسطے بھی ناکام ہوئی ہیں کیونکہ ان کے اپنے تعصبات ہیں جن کو وہ دور کرنا نہیں چاہتیں۔

جب حکومتیں ناکام ہو جائیں تو عوام کے لئے اپنے معاملے خود فیصلہ کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ دونوں حکومتوں کے درمیان اس ناگوار جھگڑے کی وجہ سے پاکستان کے عوام کو سخت نقصان پہنچا ہے اور وہ اب نتیجے کے طور پر آپے سے باہر ہو چکے ہیں۔ اس بنا پر میں لکھتا ہوں کہ سیاست کو چھوڑ کر جموں اور کشمیر کی سرزمین مغربی پاکستان کی سرزمین سے براہ راست تعلق رکھتی ہے اور اگر علیحدہ کر دی جائے تو ان دریاؤں کے باعث جو کہ وادی کشمیر سے پاکستان میں بہتے ہیں پاکستان کی اقتصادی بربادی کا باعث ہو گی۔ نیز چونکہ بھارت کا کوئی قدرتی یا موت و حیات کا تعلق جموں اور کشمیر سے نہیں ۔ بھارت کا اس سرزمین کو پاکستان کے سپرد کر دینا عوام کی بھلائی اور خوشحالی کا باعث

ہو گا۔ نیز ایسا اقدام دونوں ملکوں کو مالی نقصان سے بچائے گا۔ جو تلافی ہونے کے باعث دونوں ملکوں کے عوام کی خوشحالی کے لئے استعمال ہو گا۔ نیز یہ اقدام دونوں ملکوں کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان عمدہ تعلقات کے پیدا کرنے اور آپس میں امن سے رہنے کا باعث ہو گا۔

پاکستان کے عوام چونکہ زیادہ مصیبتیں برداشت کرنے کے قابل نہیں رہے اس لئے مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ عوام کی بھلائی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس تجویز کو آپ کے سامنے رکھیں اور چاہتے ہیں کہ وہ بھارت کے عوام کے سامنے اس کو ذاتی طور پر پیش کریں ۔ عوام الناس یکم فروری ۱۹۵۷ء سے جبکہ یہ تجویز آپ کے پاس پہنچے گی، ۳ مارچ تک آپ کے موافق جواب کا انتظار کریں گے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ صحت مند ہوں گے۔ بہترین خواہشات کے ساتھ ۔

میں ہوں آپ کا صادق

عنائیت اللہ خان

"دلی چلو"

"دلی چلو" کی تحریک پر نہرو کی مخبوط الحواسی

علامہ صاحب نے جب ۳۱ مئی ۱۹۵۷ء کو پاکستان کی طرف سے ہندوستان میں داخلے کی تاریخ مقرر کی تو پنڈت نہرو نے راجیہ سبھا میں ان پر اپنے شدید غصے کا اظہار کیا اور انہیں خود ساختہ علامہ کے لقب سے یاد کیا۔ ۲۲ مئی ۱۹۵۷ء کو علامہ صاحب نے پنڈت نہرو کے مخالفانہ بیان کا حسب ذیل جواب دیا۔

رضا کارو! میں تمہیں، اپنے آپ کو اور تمام پاکستان کو پنڈت جواہر لعل نہرو کے راجیہ سبھا میں میرے متعلق بالآخر (یعنی کئی مہینوں کی خاموشی کے بعد) بیان کہ میں دماغی توازن کھو بیٹھا ہوں مبارک باد دیتا ہوں۔ مضحکہ خیز طور پر اور اپنی اعصابی کمزوری کو چھپانے کے لئے پنڈت نہرو نے مجھے یہ سرٹیفکیٹ "سپریم کونسل آف خاکسار" کی آڑ میں پناہ لے کر دیا ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں اور پچھلے ستائیس برس میں ایک دن کے لئے بھی اس کا وجود قائم نہیں ہوا۔ اس کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ چھ یا ساتھ ہفتے ہی ہوئے اس نام کو نہرو کے دو پٹھوؤں نے گھڑا تھا جنہیں ہم نے نہرو کے ہندو ایجنٹوں کے اثر و رسوخ میں آکر قوم اور وطن سے غداری کرنے کے جرم میں معطل کیا اور ان کی بدکرداریوں کے بدلے میں بعد ازاں اعلان اخبارات میں کیا۔ مسٹر نہرو نے اپنے (حسب معمول) غصے نیز اس ہمت توڑ دہشت میں جو بھارت پر ہماری سرحدی سرگرمیوں کے باعث عام طور پر چھائی ہوئی ہے میرے تعلیمی مقام پر بھی حملہ کیا ہے کہ میں "خود ساختہ علامہ ہوں"۔ میں اس نوازش کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن پنڈت نہرو جو کیمرج یونیورسٹی میں میرے ہم عصر ہوتے ہوئے ایک ادنےٰ درجہ کے نالائق طالب علم تھے اس بات کے کہنے میں اپنی ماشیوالی مکاریوں کی نچلی حد تک چلے گئے ہیں کیونکہ ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ دنیا میں انسان کے مقام کے اس نئے عالمی تخیل کے متعلق جو میں نے حال ہی میں دنیا کے عظیم ترین سائنس دانوں کو پیش کیا مجھے ہر طرف سے تحسین و آفرین کی صدائیں آرہی ہیں اور وہ حسد کے مارے جل اٹھا ہے! میرے دوست نہرو کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کیمرج

یونیورسٹی نے خود اپنے الفاظ میں اعلان کیا تھا "کہ میں دنیا کی تمام قوموں میں پہلا شخص ہوں جس نے چار آنرز حاصل کر کے کیمرج یونیورسٹی کا ریکارڈ مات کر دیا ہے" (یہ ریکارڈ تیس سال کے بعد بھی میرے ہاتھ میں ہے) میں نے یہ مقام اپنی قابلیت سے حاصل کیا ہے۔ پنڈت نہرو وزیر اعظم کی طرح باپ کی وجہ سے حاصل نہیں کیا۔ حالیہ دنیا کی متفقہ آواز کی رو سے جو ذہین ترین انسانوں کے منہ سے نکلی ہے میرا دماغ اس وقت سب دماغوں سے بہتر ہے۔ پنڈت نہرو کو معلوم ہونا چاہئے کہ بھارت کے لوگوں میں ہمارے دہلی کے حملہ کے ارادے سے جو افراتفری اور بوکھلاہٹ پیدا ہو رہی ہے اس سے قطع نظر ہم ضرور جیسا کہ وہ خود کہتا ہے "دہلی سے آگے بھی بڑھیں گے" لیکن اس حملے کے نہ ہونے کی شرط صرف یہ ہے کہ وہ کشمیر پر اپنے بے حیائی کے اور ناجائز قبضے سے دست بردار ہو جائے اور پانچ کروڑ مسلمانان ہند کی نسل کشی کی کوشش کو جو وہ دس سال سے کر رہا ہے چھوڑ دے۔ پنڈت جی کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا راجیہ سبھا میں میرے خلاف یہ غصیلا بیان قدرتی طور پر اور بھی دہشت اور ہراس پیدا کر دے گا کیونکہ لوگ خود بخود کہیں گے کہ اگر علامہ پاگل ہو گیا ہے تو ہماری سرحدوں پر خاکساروں کی اتنی سرگرمی کیوں ہے اور یہی "سپریم کونسل آف خاکسار" جب مجھے جماعت سے نکال چکی ہے تو ان سرگرمیوں کو بند کیوں نہیں کرتی۔ باقی رہا لکھنؤ میں ہم خاکساروں کی "ملاقات" اس کو تو ہر ہندو مسلمان جانتا ہے کہ ہم نے کیونکر کانگریس کو شکست دی تھی۔

(وقت = ۵۷-۶-۹)

بالآخر جب ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء کا اعلان "دلی چلو" کے لئے حتمی تاریخ کے طور پر کیا گیا تو نہرو نے اس تحریک کو روکنے کے لئے حکومت پاکستان پر بھرپور دباؤ ڈالا۔ اس وقت تک رضاکاروں نے سرحدوں پر اپنے کیمپ لگانا شروع کر دیئے تھے اور ان میں سے کچھ نے اندر جا کر کاروائیاں بھی کی تھیں۔ تاہم حکومت پاکستان نے علامہ صاحب اور انکے کئی ایک ساتھیوں کو گرفتار کر کے اس تحریک پر پابندی لگا دی۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو علامہ صاحب کو ایک لاکھ روپیہ کی ضمانت پر رہا کیا گیا تو اسی وقت انہوں نے لاہور کی نیلہ گنبد کی مسجد میں نوجوانوں کے ایک بہت بڑے اجتماع سے

خطاب کرتے ہوئے کہا۔

" میرے ۲۱ اکتوبر کے ہندوستان کی طرف مارچ کو حکومت نے منسوخ کر دیا ہے اور لاہور ڈسٹرکٹ میں دفعہ ۱۴۴ لگا کر عوام اور خاص طور پر رضا کاروں پر پابندی عائد کر دی ہے کہ وہ پانچ کی تعداد میں بھی اکٹھے مل کر نہ چلیں اور پریڈ وغیرہ پر بھی پابندی عائد کر دی ہے۔ میں اور رضا کاران مسلم لیگ اپنی حکومت کے اس حکم اور آئندہ ہر حکم کو بھی تسلیم کریں گے۔ یہ جو ہمارا جہاد ہے وہ حکومت پاکستان کے ساتھ نہیں بلکہ صرف کشمیر کو حاصل کرنے اور ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں کو آزادی دلانا ہے اور اگر ہندو وزیر اعظم پنڈت نہرو خود کشمیر کو ہمارے یعنی پاکستان کے حوالے کر دے تو ہم جہاد نہیں کریں گے۔"

آپ نے موجودہ حکومت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا' میں ہرگز نہیں کہتا کہ موجودہ حکومت اچھی ہے یا بری ہے' جو کچھ ہے ٹھیک ہے' مگر میں آپ کو یہ بتانا ضروری خیال کرتا ہوں کہ سابق وزیر اعظم سہروردی صاحب پورے اڑھائی برس تک میرے ملاقاتی رہے تھے اور میں نے ان ملاقاتوں میں ان کے اندر کشمیر کے مسئلہ کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے کشمیر کو حاصل کرنے کے لئے چوٹی ایڑی کا زور لگایا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی نمایاں کامیابی کو دیکھ کر ہمارے ریپبلکن پارٹی کے رہنما ڈاکٹر خان صاحب نے موصوف کو وزارت عظمیٰ سے اتارنے کی تگ و دو شروع کر دی اور آخر کار انہیں اتار ہی دیا گیا۔"

آخر میں صدر مسلم لیگ حضرت علامہ مشرقی نے پاکستان کے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رضا کاران مسلم لیگ کو حکم دے دیا ہے کہ وہ چار سے زیادہ ہو کر قطعاً" نہ چلیں اور حکومت کی نافرمانی ہرگز نہ کریں کیونکہ اپنی حکومت کی نافرمانی کرنا ایک آزاد حکومت کے عوام کا شیوہ نہیں ہونا چاہیے۔ موصوف نے اس امر پر اظہار کرتے ہوئے نہایت طیش میں فرمایا کہ پاکستان بالکل ہی ختم ہو جائے گا اور اگر اسے زندہ رہنا ہے تو شیروں کی طرح زندہ رہے کیونکہ گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کی ایک روز کی زندگی کہیں بہتر ہے۔

(وقت ۲۳۔۱۰۔۵۷)

علامہ مشرقی کی گرفتاری ۱۹ اکتوبر کو ہوئی۔ ۲۱ اکتوبر کو وہ ضمانت پر رہا ہوئے اور شام کو لوگوں سے خطاب کیا۔ انہیں ۲۲ اکتوبر کو پھر گرفتار کر لیا گیا۔ وہ جنوری ۵۸ء تک نظر بند رہے۔ اور انکی تحریک پر پابندی قائم رہی۔

حکومت پاکستان کا آخری وار

۹ مئی ۱۹۵۸ء کو ڈاکٹر صاحب کو قتل کر دیا گیا۔ اور حکومت نے علامہ صاحب کو اس میں ملوث کر کے انہیں گرفتار کر لیا۔ اس طرح ان کا کشمیر کے بارے میں وہ پروگرام جس کے تحت انہوں نے بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو کو بیج رخ خوفزدہ کر دیا تھا بھی رک گیا۔ ڈاکٹر خان صاحب کا قتل کیسے ہوا اور کس نے کیا علامہ صاحب کو کیوں ملوث کیا گیا اور بالآخر وہ کیسے بری ہوئے' یہ داستان عبدالکریم رشک صاحب کے الفاظ میں درج کی جاتی ہے جنہوں نے علامہ کی کارروائی ایک کارکن صحافی کی حیثیت سے رپورٹ کی تھی اور پھر ۲۱ سال بعد اسے اپنے ماہنامہ سیاہ ڈائجسٹ میں مارچ ۱۹۸۳ء کے شمارہ میں شائع کیا۔

ڈاکٹر خانصاحب قتل کیس

اور علامہ مشرقی

خان لیاقت علی خان کے سیاسی قتل سے ٹھیک ۶ سال بعد پاکستان کے ایک دوسرے سیاست دان اور صوبہ سرحد کے سابق وزیر اعلی ڈاکٹر خاں صاحب زندگی کی بازی ہار بیٹھے۔

یہ بزرگ صبح کے وقت اپنی کوٹھی واقع ۲۹ ایکمین روڈ پر پھولوں اور بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اچانک سانولے رنگ کا ایک نوجوان اجنبی نمودار ہوا جس کا حلیہ اور لباس سو فیصد دیہاتی تھا۔ اس پر اسرار اجنبی نے کسی نجی معاملے میں ڈاکٹر خاں صاحب سے مدد مانگی۔ لیکن خاں صاحب ایک کھرے آدمی تھے وہ نہ وعدہ فردا کے قائل تھے نہ ان کی پٹھانی طبیعت کو سبز باغ دکھانا آتا تھا۔ وہ اجنبی کو ٹکا سا جواب دے کر کوٹھی کے برآمدے میں آبیٹھے۔ وہ تازہ اخبار کی سرخیوں پر ابھی نظر نہیں ڈال پائے تھے کہ سانولے رنگ کا نوجوان پھر نمودار ہوا اور اپنا مطالبہ دہرایا۔ ڈاکٹر صاحب نے انکار میں گردن ہلائی۔ پراسرار نوجوان نے خنجر نکال لیا۔

ڈاکٹر خاں صاحب بوڑھے ہونے کے بعد بھی نہایت صحت مند آدمی تھے مگر نہتا آدمی تیز دھار چاقو کا کب تک مقابلہ کر سکتا تھا۔ پراسرار آدمی نے اس سرعت رفتاری کے ساتھ چاقو کے وار کیے کہ ڈاکٹر خاں صاحب آن واحد میں لہولہان ہو گئے۔ شدید زخمی ہونے پر بھی ان کی پٹھانی طبیعت سرد نہ ہوئی۔ وہ قاتل کے تعاقب میں پوری رفتار کے ساتھ بھاگے لیکن گیٹ پر پہنچ کر زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے گر گئے۔

صبح کے کھٹ مٹھے موسم میں ۲۹ ایکمین روڈ کے رہنے والوں نے بڑا حیرت انگیز منظر دیکھا۔ ایک نوجوان جس کے کپڑے خون آلود تھے انتہائی بدحواسی کے عالم میں سر پٹ بھاگ رہا تھا۔ وہ چوٹ کھائے ہوئے کبوتر کی طرح ایکمین روڈ کی کسی کوٹھی یا جھاڑی میں چھپ جانا چاہتا تھا۔ لیکن لوگوں کا شور مچاتا ہوا ہجوم اس کے تعاقب میں رواں دواں تھا۔ ہر طرف سے پکڑو پکڑو کی آوازیں آرہی تھیں لیکن پھرتیلا نوجوان

تعاقب کرنے والوں کو بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا وہ ایکمین روڈ کا موڑ کاٹ کر اگلی سڑکوں' کوٹھیوں' جھاڑیوں اور باغوں میں روپوش ہو جانا چاہتا تھا۔

قاتل کو ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر خان صاحب کے بیٹے سعد اللہ خاں کا ہوشیار موٹر ڈرائیور تازی خیل اچک کر کار پر سوار ہوا اور گاڑی قاتل کے پیچھے ڈال دی۔ جب پراسرار اجنبی کو احساس ہوا کہ موٹر گاری موت کا فرشتہ بن کر اسکا تعاقب کر رہی ہے تو اس نے سڑک کے ساتھ بل کھاتے راستے پر بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ ہر حالت میں بچ نکلنا چاہتا تھا۔

ڈاکٹر خاں صاحب کا نمک حلال موٹر ڈرائیور اپنے آقا پر جان قربان کر دینے کے لئے اندھا دھند گاڑی چلا رہا تھا۔ اور گاڑی کبھی کسی جھاڑی سے ٹکراتی اور کبھی گیلے کچے راستے میں دھنس کر جھٹکے کھاتی ہوئی سیدھی ہو جاتی۔ بالاخر وفا شعار موٹر ڈرائیور گاڑی قاتل سے ٹکرانے اور اسے زخمی حالت میں گرا دینے میں کامیاب ہو گیا۔

ڈاکٹر صاحب کا مالی

پراسرار اجنبی کے کپڑے زخموں کی وجہ سے لہو لہان ہو چکے تھے۔ پٹھان ڈرائیور اور تعاقب میں آنے والے لوگوں نے اسے قابو میں کر لیا۔ لوگوں کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہ نوجوان کہاں سے آیا تھا۔ اسے موٹر کی سائڈ مار کر زخمی کیوں کیا گیا ہے۔ اس راز سے ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی کا صرف مالی واقف تھا جو دور لان میں پودوں کی آبیاری کر رہا تھا۔ جب اس نے ایک نوجوان کو ڈاکٹر خاں صاحب پر خنجر زنی کرتے دیکھا تو وہ ان کی مدد کے لئے سرپٹ دوڑا۔ لیکن اس دوران بھیانک سین بدل چکا تھا۔ ڈاکٹر خان صاحب قاتل کے تعاقب میں بھاگتے ہوئے گیٹ کے قریب گر کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

جب لاہور کی ایکمین روڈ پر ڈاکٹر خاں صاحب کے قتل کا دردناک واقعہ رونما ہوا تو میں لاہور کے ایک انگریزی روزنامہ کا وقائع نگار خاص تھا۔ اخباری نمائندوں اور بالخصوص اخباری رپورٹرز کی راتیں جاگتی اور دن سوتے ہیں۔ قتل کے واقعہ کے روز میں اپنے مکان واقع ۱۳۱ سرور روڈ لاہور چھاؤنی پر لمبی تان کر سویا ہوا تھا کہ

میرے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔

میں نے بڑ بڑا کر ریسور اٹھایا۔ ٹیلی فون پر اے پی پی کے بٹالوی مجھ سے ہم کلام تھے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ ڈاکٹر خاں صاحب جو ان دنوں پاکستان ری پبلکن پارٹی کے سربراہ تھے کسی گمنام قاتل کے ہاتھوں قتل ہو گئے ہیں۔ پولیس ان کی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال لئے جا رہی ہے تم بھی پہنچو تاکہ قتل کی تازہ واردات سے قلمی انصاف کیا جائے۔ قاتل عموماً" بڑے ترش مزاج' مردم بیزار اور چڑ چڑے ہوتے ہیں۔ آپ اس قاتل کے مزاج کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس نے ڈاکٹر خاں صاحب کے ذرا سے انکار پر خنجر نکال لیا اور صرف چند منٹ میں پاکستان کی ایک ایسی شخصیت کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس نے برطانوی دور میں صوبہ سرحد میں اہم سیاسی زندگی گزاری اور اقتدار دیکھا تھا۔

جب میں ڈاکٹر خاں صاحب کے مبینہ قاتل عطا محمد سابق پٹواری سے ملا تو میں نے اسے بڑا ہنس مکھ اور ملنسار پایا۔ اگرچہ اس کا بازو زخمی تھا مگر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بلکہ پراسرار مسکراہٹ موجود تھی۔ یہ قاتل عام قاتلوں سے مختلف تھا۔

جہاں تک استغاثہ کی کہانی کا تعلق تھا عطا محمد پٹواری اتفاقی قاتل نہیں تھا۔ اس نے ڈاکٹر خاں صاحب کی محض ایک بات سے ناراض ہو کر قتل کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ وہ درحقیقت ڈاکٹر خاں صاحب کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے پولیس کی موجودگی میں قتل کے پہلے مرحلے پر جو قصہ سنایا وہ کسی ڈرامہ سے کم نہ تھا۔ آپ ڈاکٹر خاں صاحب کے قتل پر آمادگی کا پہلا مرحلہ خود قاتل کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

قاتل کا بیان

" جب میں شام کے وقت ڈاکٹر خاں صاحب کی کوٹھی پہنچا تو آسمان پر چاند پوری طرح طلوع ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر خاں صاحب ابھی گجرات سے واپس نہیں آئے تھے۔ پولیس گشت کر رہی تھی۔ میری جیب میں خنجر تھا۔ رات کاٹنے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا' دل نے کہا دوست پکڑے جاؤ گے۔ چنانچہ میں نے خنجر درخت کے تنے میں گاڑا اور پولیس کی نظر بچا کر کوٹھی سے باہر سفیدے کے درخت پر چڑھ گیا۔

"لیکن چاندنی دشمنی سے باز نہیں آتی تھی۔ جب چاند کی دودھیا چاندنی میرے جسم پر بکھرتی تو میں گرفتاری کے خیال سے لرز اٹھتا۔ میں دنیا سے اپنا رشتہ توڑ چکا تھا۔ بیوی کو بہت دور گاؤں میں چھوڑ آیا تھا۔ اب مصیبتیں میرے لئے دروازہ کھولے کھڑی تھیں۔ آس پاس کے بنگلوں میں بڑی رونق تھی۔ جب کسی کار کی روشنی درخت پر پڑتی تو میں شاخوں میں چھپ جاتا اور کار کے آگے گزرتے ہی خیالوں کی دنیا میں کھو جاتا۔

"جب لاہور میں صبح نمودار ہوئی تو میں سفیدے کے درخت سے اترا۔ میں نے ۱۶ ایکمین روڈ کے گیٹ پر کھڑے ہو کر دیکھا۔ ڈاکٹر خاں صاحب کوٹھی کے لان میں ٹہل رہے تھے۔ وہ بڑے ہشاش بشاش تھے۔ مجھے اچانک اپنا خنجر یاد آیا جو ابھی تک درخت کے تنے میں گڑا میرا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن میں نے اسے منتظر رہنے دیا۔ ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ میں گیٹ سے چلا' ڈاکٹر خاں صاحب سے ملا۔ اپنی دکھ بھری کہانی سنائی لیکن وہ میرا مسئلہ حل کرنے کے بجائے منہ پھیر کر چل دیئے۔ میں بھی چل دیا۔ ایک مختلف راہ پر۔ پھر دنیا نے بوڑھے ڈاکٹر خاں صاحب کی چیخ و پکار سنی' بھاگو' مجھے مار دیا۔

ڈاکٹر خاں صاحب کی بہو بیگم صوفیہ سعد اللہ خان نے اس کہانی کی تصدیق کرتے ہوئے پرنم نگاہوں سے کہا: "میں نے بابا کی چیخ سنی ۔ بابا کو خون میں نہائے دیکھ کر سرپٹ بھاگی۔ بابا نے سڑک پر پہنچ کر ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ لڑکھڑائے' ہونٹ کانپے "اللہ" اور وہ زمین پر گر گئے۔"

پانچ دریاؤں کی سرزمین پر قتل کی وارداتیں دیرینہ عداوت کا تلخ و ترش پھل سمجھی جاتی ہیں۔ زر' زمین اور زن جیسے معاشرتی اور اقتصادی مسائل ان لرزہ خیز واقعات کو جنم دیتے ہیں۔

پنجاب میں ایسے علاقے موجود ہیں جہاں عداوت' انتقام اور جوابی قتل کا تحفہ نسل در نسل چلتا ہے۔ جب انتقام کی آگ بجھتی ہے تو بسا اوقات کئی ہنستے بستے خاندان تباہ ہو چکے ہوتے ہیں۔

لیکن ۱۶ ایکمین روڈ کا قتل ایک ایسا پراسرار اور خلاف توقع قتل تھا جس میں

قاتل اور مقتول زندگی میں پہلی بار ملے تھے۔ وہ اس سے قبل ایک دوسرے کی شکل سے ناآشنا تھے۔ مقتول اتمان زئی کے ممتاز پٹھان قبیلے کا فرد تھا لیکن قاتل میانوالی کا باشندہ تھا۔

دونوں افراد میں کوئی وجہ عداوت موجود نہ تھی۔ دونوں ایک خداداد ملاقات کے نتیجہ میں یکجا ہوئے لیکن اس ملاقات نے ایک ایسی واردات کو جنم دیا جو پاکستان میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے دوسرا سیاسی قتل تھی۔

ممتاز سیاسی شخصیت کے قتل کا رخ

میری چھٹی صحافتی حس بتاتی تھی کہ ایک ممتاز شخصیت کا قتل کوئی تعجب انگیز رخ ضرور اختیار کرے گا۔ ملک کو جس نوعیت کے حالات درپیش تھے ان کا تقاضا تھا کہ اس قتل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔ اگر حکومت کا طرز عمل یہی ہو تو پولیس اپنی جگہ مجبور ہوتی ہے اور بالاخر قتل کی کہانی تبدیل کر دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر خاں صاحب کے قتل سے صرف ایک ماہ قبل لاہور میں بعض عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے جن کا تعلق خاکسار قیادت اور خاکسار تحریک سے تھا۔ جب سے پاکستان آزاد ہوا ہے برصغیر کی سب سے بڑی مسلم ریاست جموں و کشمیر بھارت اور پاکستان کے مابین متنازعہ رہی ہے۔ یہ ریاست تہذیبی' ثقافتی اور جغرافیائی لحاظ سے پاکستان کا قدرتی جز ہے ایک مرتبہ بھارت نے اقوام متحدہ کے ذریعہ کشمیر کے نوے لاکھ عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق دیا تھا۔

برصغیر کے دو سیاسی لیڈر چودھری غلام عباس اور علامہ عنایت اللہ خان المشرقی چاہتے تھے کہ کشمیر کا مسئلہ بلا تاخیر حل کیا جائے۔

لیکن ڈاکٹر خاں صاحب قتل کیس سے صرف ایک ماہ قبل عنایت اللہ خان مشرقی نے اعلان کیا کہ جو سیاسی فریضہ چودھری غلام عباس ادا نہ کر سکے وہ علامہ صاحب کے خاکسار ادا کریں گے۔ علامہ صاحب نظریاتی موقف کے لحاظ سے بڑے سخت آدمی تھے وہ ہر چیز ترک کر دیتے تھے مگر اپنا نصب العین ترک نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے پاکستان کے خاکساروں کو حکم دیا کہ وہ پاکستان میں واقع مقبوضہ کشمیر کی سرحد پر کیمپ

لگائیں اور جوں ہی ان کے لیڈر اشارہ کریں وہ تمام مصلحتوں کو نظر انداز کر کے مقبوضہ کشمیر میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ خاکساروں نے تمام تر پیش بندیوں کے باوجود سرحدوں پر کیمپ قائم کر لئے۔

جس سال یہ واقعات رونما ہوئے سکندر مرزا پاکستان کے صدر تھے۔ ان کے ڈرامائی تنزل کے موقع پر یہ بات واضح ہوئی کہ وہ برطانیہ کے آدمی تھے۔ وہ ہر اس مصلحت کو مقدم جانتے تھے جسے برطانیہ پسند کرتا تھا۔ کانگریس' لارڈ مونٹ بیٹن اور دیگر انگریز حکمرانوں کا گٹھ جوڑ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

سابق وزیر اعظم چودھری محمد علی' ملک فیروز خان نون اور بیگم جہاں آرا شاہنواز نے اپنی خود نوشت کتابوں میں اعتراف کیا ہے کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی مصلحتیں کشمیر میں ہر وقت ملٹری ایکشن میں مانع رہیں۔

اس تاریخی پس منظر کی روشنی میں جب سکندر مرزا کو خاکسار تحریک کے فیصلے کا علم ہوا تو سخت پریشان ہوئے۔ اس مسئلہ کا ایک غیر آئینی حل یہ تھا کہ خاکسار تحریک کی قیادت کو غیر معینہ مدت تک تشویش انگیز اور رسوا کن مسئلہ میں الجھا دیا جائے۔ چنانچہ ایک نئی سازش کا ڈول ڈالا گیا ۔ خاکسار لیڈر علامہ عنایت اللہ خان مشرقی سرحدی خلاف ورزی اور تعزیرات پاکستان کی دیگر دفعات کے تحت گرفتار کر لئے گئے۔ ان کی گرفتاری سے قبل چودھری غلام عباس بھی اس الزام میں گرفتار ہوئے تھے لیکن ان کی پشت پر کوئی بڑی تحریک کار فرما تھی حکومت نے ان کے خلاف سخت کارروائی سے گریز کیا لیکن علامہ عنایت اللہ خان مشرقی ملک کے پرانے آزمودہ سپاہی اور ان کے خاکسار مسلمانوں کے بہترین مفاد کے لئے سب کچھ کر سکتے تھے۔

مجھے ایک روز علم ہوا کہ لاہور کی ایک مقامی عدالت میں برصغیر کے نامور سیاسی لیڈر عنایت خان المشرقی پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔ اس مقدمہ کا قابل اعتراض پہلو یہ تھا کہ پولیس کسی اخباری رپورٹر' وکیل یا شہری کو عدالت کے اندر نہیں جانے دیتی تھی۔ پولیس نے پیش بندی کر رکھی تھی کہ کوئی شخص علامہ صاحب سے ملنے نہ پائے۔ پولیس ان پابندیوں پر سخت عمل کر رہی تھی۔

آج کی صحافت اپنی نئی اور خوبصورت روایات کے ساتھ رواں دواں ہے لیکن

میں جس دور کا ذکر کر رہا ہوں اس میں شہری آزادی اور آزاد شہریوں کے حق و حقوق اور عزت و آبرو کا تحفظ بھی اخبارات اور اخبار نویسوں کی مقدس ذمہ داری سمجھی جاتی تھی۔ بحیثیت اخبار نویس میرا فرض تھا کہ میں اس نامور لیڈر کی خبر رکھوں جو قائد اعظم کے ساتھ سیاسی اختلافات رکھنے کے باوجود برصغیر کی آزادی میں نمایاں کردار کا حامل تھا۔

میں نے کاغذ پنسل سنبھالی اور مقامی عدالت میں پہنچ گیا۔ پولیس حسب معمول عدالت کے گرد گھیرا ڈالے کھڑی تھی۔ وہ کسی آدمی کو اندر نہیں جانے دیتی تھی۔ میں نے پولیس سے اپنا تعارف کرایا لیکن لاہور پولیس ٹس سے مس نہ ہوئی۔ پولیس آفیسر مجھے عدالت میں داخلے کی اجازت دینے سے انکاری تھے۔ جب میں نے اپنے صحافتی فرائض کی بجا آوری کے لئے آگے بڑھنا چاہا تو چار پولیس سب انسپکٹر میرے راستے میں حائل ہو گئے۔

پولیس سے تصادم قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے مترادف ہوتا ہے۔ کوئی تجربہ کار اور فرض شناس صحافی ایسی صورت حال پسند نہیں کرتا۔ ایسے معاملات میں عدالت یا اعلیٰ حکام کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ میں نے بھی یہی کیا۔ کچہری کے ڈاک خانہ میں ٹیلی فون موجود تھا۔

میں نے اخبار کے مدیر اعلیٰ زیڈ اے سلہری کو ٹیلی فون پر بتایا کہ علامہ عنایت اللہ خان مشرقی پر بلا اجازت بند کمرے میں مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔ پولیس اخباری نمائندوں کو اندر جانے نہیں دیتی اور یہ بات شہری آزادی اور حقوق کے منافی ہے۔ اگر آپ ساتھ دیں تو اس صورت حال کی وضاحت طلب کی جا سکتی ہے۔ انہوں نے کہا آپ جہاں ہیں وہیں کھڑے رہیں میں خود ضلع کچہری آتا ہوں۔ ہم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے وضاحت طلب کریں گے۔

ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد زیڈ اے سلہری ضلع کچہری پہنچ گئے۔ ہم دونوں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے ملاقات کی اور بند کمرے میں سماعت کی وجہ پوچھی۔ عدالت عالیہ یا خود ضلع مجسٹریٹ نے کوئی ایسا فیصلہ صادر نہیں کیا تھا' پولیس اپنے طور پر من مانی کارروائی کر رہی تھی تاکہ علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کو زیادہ سے زیادہ پریشان

کر کے خاکسار کیمپ مقبوضہ کشمیر کی سرحد سے اٹھوایا جائے۔

لاہور کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہمارے ساتھ عدالت میں گئے انہوں نے کمال انکساری کے ساتھ دو کرسیاں اٹھا کر عدالت میں رکھیں اور ہم دو اخبار نویسوں کو علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کے مقدمے کی کارروائی قلم بند کرنے کی ہر ممکن سہولت مہیا کی۔ اگرچہ علامہ صاحب کو اس کارروائی کے پس منظر کا کوئی علم نہ تھا مگر وہ بڑے زیرک آدمی تھے۔ انہوں نے گردن کی جنبش سے ہمیں سلام کیا۔ ان کی طرف سے ملکی صحافت کو یہ بزرگانہ خراج تحسین تھا۔

ڈاکٹر خاں صاحب کے قتل کے اگلے روز جب لاہور کے عوام شاہراہ قائد اعظم پر شام کی سیر کو نکلے تو ایوننگ ٹائمز کے علاوہ روزنامہ نوائے وقت' پاکستان ٹائمز اور کوہستان کے ضمیمے بک رہے تھے جن کی سرخیاں اس طرح تھیں "علامہ مشرقی اور ان کے ساتھی ڈاکٹر خاں صاحب قتل کیس میں گرفتار کر لئے گئے ڈاکٹر خاں صاحب کے مبینہ قاتل کے سنسنی خیز انکشافات"

علامہ مشرقی اور خاکسار تحریک کا قتل میں ملوث کیا جانا

زندہ دلان لاہور جن کی دیدہ آنکھوں نے کئی مرتبہ قومی تحریکوں کا رنگ ڈھنگ دیکھا ہے' اخبارات کی سرخیاں پڑھ کر حیران رہ گئے۔ لاہور کا کوئی شہری تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ عنایت اللہ خان مشرقی جیسی شخصیت قتل جیسے سنگین جرم میں ملوث کر دی جائے گی اور شاندار تاریخ اپنا سر پیٹ کر رہ جائے گی جس نے علامہ صاحب کی قیادت میں عوام کو آزادی کے راستے پر بڑھتے ابھرتے دیکھا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ خواب نہیں ایک تلخ حقیقت تھی۔ برصغیر کی خاکسار تحریک کے قائد اور بانی ڈاکٹر خاں صاحب قتل کیس میں ملوث ہو چکے تھے۔

قتل کے مقدمات میں قاتل کے ارادہ اور نیت کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ سوال یہ تھا کہ عطا محمد قتل جیسی واردات کا مرتکب کیوں ہوا؟ قاتل اور مقتول کے درمیان دشمنی یا عداوت ثابت کرنا پولیس کے بس کا روگ نہیں تھا۔ چنانچہ ایک ایسی استغاثہ کہانی سامنے آئی جو مبینہ قاتل کے ابتدائی بیان سے مختلف تھی۔ قتل کی کہانی کی

کڑیاں اس طرح جوڑی گئی تھیں کہ وہ اچھا خاصا ڈرامہ معلوم ہوتی تھیں۔

استغاثہ کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر خاں صاحب کا مبینہ قاتل مسائل میں گھرا ہوا ایک غریب آدمی تھا۔ مسائل کے ساتھ ساتھ وہ فطری لحاظ سے ایک نہایت جذباتی انسان تھا۔ اس کے جذبات قدم قدم پر مجروح ہوئے تھے۔ جب اس نے لاہور میں اپنے مسائل کے سلسلے میں کئی ٹھوکریں کھائیں تو علامہ صاحب کے دفتر خاکسار ہیڈ کوارٹر واقع اچھرہ گیا جہاں علامہ صاحب نے مبینہ طور پر اسے ڈاکٹر خاں صاحب کو قتل کرنے کی تحریک کی۔

بعد ازاں عطا محمد جماعت اسلامی کے امیر مولوی ابوالاعلیٰ مودودی کے ایک درس میں شریک ہوا جب مودودی صاحب درس سے فارغ ہوتے تو کئی لوگ ان سے سوال پوچھتے۔ عطا محمد نے بھی ایک کاغذ کے پرزے پر لکھ کر سوال پوچھا جو غالباً عقائد کی روشنی میں انسانی قتل کے متعلق تھا۔ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنے مخصوص عالمانہ انداز میں اس سوال کا جواب دیا۔

استغاثہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ عطا محمد نے علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کی تحریک پر برسراقتدار جماعت پاکستان ری پبلکن پارٹی کے سربراہ ڈاکٹر خاں صاحب کو قتل کیا۔ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی سے سوال پوچھنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ ڈاکٹر خاں صاحب کے قتل کا دینی جواز تلاش کیا جائے۔ مگر مبینہ قاتل مودودی صاحب کے عالمانہ دلائل کے پیش نظر ایسا نہ کر سکا۔

قتل کے جن مقدمات میں موقعہ کا کوئی عینی شاہد موجود نہ ہو پولیس ملزموں میں سے کسی ایک ملزم کو وعدہ معاف گواہ بنا لیتی ہے جو قانون کی زبان میں سلطانی گواہ کہلاتا ہے۔

۱۶ ایکمین روڈ کے مالی، سعد اللہ خان کے موٹر ڈرائیور تاز خیل اور مرحوم کی بہو بیگم صوفیہ سعد اللہ خان نے ڈاکٹر خاں صاحب کو خون میں لت پت دیکھا۔ لیکن استغاثہ کے پاس کوئی ایسا گواہ موجود نہ تھا جس نے ملزم کو ڈاکٹر خاں صاحب کو قتل کرتے دیکھا ہو۔

استغاثہ کے تینوں گواہ اس وقت موقع واردات پر پہنچے جب ڈاکٹر خاں صاحب کا

مبینہ قاتل قاتلانہ حملہ کے بعد ۱۹ ایکمین روڈ کے گیٹ تک پہنچ چکا تھا۔ ان حالات میں سلطانی گواہ کا ہونا ضروری تھا چنانچہ پولیس نے ایک معروف خاکسار اور ڈاکٹر خاں صاحب قتل کیس میں ملوث خورشید خالد کو سلطانی گواہ بنایا۔ جیل کے اندر اس سے اقبالی بیان لکھوایا گیا جس میں اس نام نہاد سازش کا انکشاف کیا گیا تھا جو ڈاکٹر خاں صاحب کے مبینہ قتل کے سلسلے میں کی گئی تھی۔ پولیس کا خیال تھا کہ جب خاکسار تحریک کا اپنا مخلص کارکن بحیثیت سلطانی گواہ قتل کے متعلق اہم اور سنسنی خیز انکشافات کرے گا تو دنیا حیران و ششدر رہ جائے گی۔

علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی نے خاکساروں میں ڈسپلن اور امیر کی اطاعت کا ایسا جذبہ پیدا کیا تھا جو اپنی مثال آپ تھا۔ مجھے بہ حیثیت سینئر صحافی یہ واقعہ اچھی طرح یاد ہے کہ جب قائد اعظم ۱۹۳۶ میں پنجاب مسلم لیگ کا افتتاح کرنے لاہور آئے تو جلسہ گاہ کے سامنے ایک مضبوط خاکسار دستہ مارچ کر رہا تھا۔

صوبہ مسلم لیگ کے لیڈر خان شاہنواز خان ممدوٹ' نواب افتخار حسین ممدوٹ کے والد نے قائد اعظم کی موجودگی میں خاکسار دستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"لوگ پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کی جانباز فوج کہاں ہے۔ میں کہتا ہوں ان خاکساروں کی طرف دیکھو۔ ان کے نظم و ضبط کو دیکھو کیا یہ ہماری اسلامی فوج نہیں؟"

تاریخی حقائق کی روشنی میں پولیس کا یہ اعلان بڑا تعجب انگیز تھا کہ علامہ صاحب کا اپنا پروردہ اور تحریک کا آزمودہ کارکن اپنے امیر کے خلاف لب کشائی کرے گا سلطانی گواہ اپنے لیڈر کو قتل سازش کا اہم پرزہ قرار دے گا۔

اخبار نویسوں کی آرزو تھی کہ وہ ڈاکٹر خاں صاحب قتل کیس کے وعدہ معاف گواہ سے ملاقات کریں۔ اگر سلطانی گواہ سے بات چیت ممکن نہ ہو تو اس بات کی تسلی کر لی جائے کہ پولیس نے اس سے بیان دلوانے کے لئے اس کا حلیہ خراب نہیں کیا۔ پولیس افسر اخبار نویسوں سے بڑے تپاک سے ملتے تھے لیکن جب سلطانی گواہ کا تذکرہ ہوتا تو فوراً" گفتگو بند کر دیتے۔ جب سے ڈاکٹر خاں صاحب قتل ہوئے تھے کسی کو سلطانی گواہ سے ملنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ پولیس اخبار نویسوں سے فخریہ کہتی تھی

کہ آپ وعدہ معاف گواہ کی زبانی علامہ صاحب کے خلاف بیان سن کر حیران رہ جائیں گے۔ بس ذرا سا انتظار کیجئے۔

قتل اور دیگر وارداتوں کے مقدمات کی سماعت عموماً" عام اور کھلی عدالتوں میں ہوتی ہے۔ ڈاکٹر خاں صاحب کا قتل کیس بھی ایک عام مقدمہ تھا۔ اصولی طور پر یہ مقدمہ پہلے کھلی نچلی عدالت پھر سیشن کورٹ میں زیر سماعت آنا چاہیے تھا لیکن انتظامیہ نے عین موقع پر لاء اینڈ آرڈر کا مفروضہ کھڑا کر دیا۔

آخر طے یہ پایا کہ ڈاکٹر خاں صاحب قتل کیس کی سماعت لاہور سنٹرل جیل کے ایک کمرے میں کی جائے۔ پہلے اسپیشل مجسٹریٹ پھر لاہور کے سیشن جج صحافیوں کو جیل میں داخل ہونے کا اجازت نامہ جاری کریں۔ جن اخبار نویسوں کو اجازت نامے جاری کیے گئے ان میں پاکستان ٹائمز کے شمیم رضوی' اے پی پی کے فاروق نثار' کوہستان کے سعادت خیالی' نوائے وقت کے یحییٰ جاوید اور راقم الحروف شامل تھے۔

استغاثہ کی طرف سے ایک سینئر سرکاری وکیل خان مشتاق احمد خان اور علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کی طرف سے اعجاز بٹالوی بطور وکیل صفائی پیش ہوئے۔ انہیں دو جونیئر وکلاء کا تعاون حاصل تھا۔ پہلے صرف اس مقدمے کی سماعت اسپیشل مجسٹریٹ ایم این رضوی کی عدالت میں ہوئی۔ انہوں نے مختصر سماعت کے بعد مقدمہ سیشن کے سپرد کر دیا۔

جب ڈاکٹر خاں صاحب کے قتل کا مقدمہ سیشن کورٹ میں پیش ہوا تو پاکستان سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس انوار الحق لاہور کے سیشن جج تھے۔ شیخ صاحب نہ صرف اخبار نویسوں کو جانتے تھے بلکہ مجھ سے ان کی خاصی یاد اللہ تھی۔ جب لاہور ہائی کورٹ میں بطور جج ان کا تقرر ہوا تو سب سے پہلے میں نے خان بشیر الدین احمد سابق چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ کی موجودگی میں ترقی کی خوشخبری سنائی تھی۔

جیل کی تاریخی نوعیت

لاہور سنٹرل جیل پنجاب کی ایک تاریخی عمارت تھی۔ اس کا ایک کمرہ تو خاص طور پر تاریخی اہمیت رکھتا تھا۔ یہی وہ کمرہ تھا جہاں سردار بھگت سنگھ اور ان کے ساتھی

دت کو لایا گیا تھا۔ دروغ برگردن راوی، اس کمرے میں داروغہ برج نرائن کو باغیوں کی امداد کی پاداش میں کالے پانی کی سزا ہوئی تھی۔

لاہور سنٹرل جیل سے مجھے اس لحاظ سے بڑی مناسبت تھی کہ میں ۱۹۴۷ء کے خضرایجی ٹیشن میں اسلامیہ کالج کے بعض دیگر حریت پسند طلباء کے ساتھ بطور سیاسی قیدی یہاں آیا تھا۔ اس جیل سے بعض پرانی یادیں وابستہ تھیں۔ کاش لاہور سنٹرل جیل قائم رہتی تاکہ اسے دیکھ کر نئی پود کے دل میں احساس پیدا ہوتا کہ آزادی مفت ہاتھ نہیں لگی ..... آزادی کے لئے دیش بھگتوں نے اپنا خون بہایا تھا۔ کبھی یہ جیل محب وطن حریت پسندوں کا مقتل تھی۔ اس کے چپے چپے پر ہماری حریت پسند تحریک کے نشانات ثبت تھے۔

علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کے مقدمے کے لئے لاہور سنٹرل جیل کے اسی کمرے کو دوبارہ آباد کیا گیا .... خوشی اس بات کی تھی کہ میں اس جانے پہچانے کمرے کو زندگی میں دوبارہ دیکھوں گا۔ غم اس بات کا تھا کہ اس کمرے کی پرانی روایت سے ڈر لگتا تھا۔ میرے جذباتی احساسات کے باوجود یہ کمرہ مقدمہ کی سماعت کے لئے کھولا گیا اور یہاں ہماری تاریخ کے دوسرے قتل کیس کی سماعت کا آغاز ہوا۔

علامہ مشرقی کیس کے سلطانی گواہ خورشید خالد لاہور سنٹرل جیل کا روایتی اور پراسرار کردار بن چکے تھے۔ جب لاہور میں رات کے وقت سناٹوں کا راج ہوتا اور جیل کی ہولناک اونچی دیواریں خوفناک منظر پیش کرتیں تو خورشید خالد کو ان جانی راہوں پر گھمایا جاتا۔ سلطانی گواہ کی پراسرار نقل و حرکت سے استغاثہ کی کہانی زیادہ حیرت انگیز بن گئی۔

بڑے مقدمات کے دوران بعض حیرت انگیز واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اس مقدمے کے دوران ایک صاحب سویلین کپڑوں میں ملبوس چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ اخبار نویس انہیں سی آئی ڈی افسر سمجھتے تھے۔ ان کا قد کاٹھ، چہرہ مہرہ، چال ڈھال بلکہ لب و لہجہ تک پولیس افسروں کے مشابہ تھا۔ وہ جب کبھی اخبار نویسوں کے پاس آتے جاتے تو اخبار نویس زیادہ محتاط ہو جاتے۔ ایسے افسروں کی موجودگی میں خورشید خالد کے ساتھ رابطہ قائم کرنا مشکل تھا۔

ایک روز اچانک انکشاف ہوا کہ پولیس قامت کا آدمی پولیس مین نہیں بلکہ زیر سماعت کسی مقدمے کے کسی وکیل کا منشی ہے۔ البتہ قدرت نے انہیں پولیس کا حلیہ ضرور عطا کیا ہے۔ یہ انکشاف خاصا سنسنی خیز تھا۔ یاروں نے اس شخص کی بارعب شخصیت سے فائدہ اٹھانے کا پروگرام بنایا۔ یہ شخص ایسی جگہ اٹھتا بیٹھتا اور گھومتا پھرتا تھا جہاں سلطانی گواہ کے موجود ہونے کا امکان ہو سکتا تھا۔ شخص مذکورہ کو بہت سی پیسٹریاں کھلا کر اعتماد میں لیا گیا۔ اس کے ذریعہ سلطانی گواہ کو یہ پیغام بھیجا گیا کہ وہ سچ کا ساتھ دے' عدالت میں اصل قصہ بیان کیا جائے۔ اگر سلطانی گواہ نے حق و صداقت کا ساتھ دیا تو قومی پریس اس کا ساتھ دے گا۔

منشی صاحب کی زبانی سلطانی گواہ تک وہ واقعات پہنچائے گئے جو پنجاب کے بڑے بڑے مقدمات میں روایت کی حیثیت رکھتے تھے مثلاً" جب علم دین شہید نے قابل اعتراض کتاب "رنگیلا رسول" کے پبلشر راجپال کو قتل کیا تو انہوں نے عدالت میں سچ بولا۔

قائد اعظم نے جو ان دنوں متحدہ ہندوستان کے معروف وکیل تھے اور علم دین شہید کیس کے سلسلے میں لاہور آئے تھے علم دین شہید کی حق گوئی کی تعریف کی تھی۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ ڈاکٹر خاں صاحب قتل کیس میں غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے۔ یہ حقیقت افروز پیغام سلطانی گواہ تک پہنچ گیا۔

مجھے اپنی ۳۷ سالہ صحافتی زندگی میں جگا اور بڈھا گجر جیسے لوگوں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا۔ میرے پاس وہ پنسل اب بھی موجود ہے جو جگا گجر نے اپنی ہلاکت سے چند ہفتہ قبل ایک عدالت میں کسی کا پتہ نوٹ کرنے کے لئے مجھ سے مانگی تھی اور کئی مقدمات کا ملزم ہونے کے باوجود کمال دیانتداری کے ساتھ مجھے یہ پنسل یہ کہہ کر لوٹا دی تھی کہ وہ ڈاکو اور قاتل ہوتے ہوئے بھی امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ ان لوگوں کے نام پر پنجابی فلمیں بن چکی ہیں۔

لیکن ڈاکٹر خاں صاحب کے قاتل عطا محمد کا کردار سب سے حیرت انگیز تھا۔ جب ملزم عدالت میں حاضر ہوتا تو اس کی جھولی میں موتیا اور گلاب کے پھول ہوتے۔ اس کی جیب خوشبودار الائچیوں سے بھری ہوتی' وہ کٹھہرے میں کھڑا ہونے سے پہلے

ایک ایک اخبار نویس سے ہاتھ ملاتا اور ان میں پھولوں اور الائچیوں کا تحفہ تقسیم کرتا۔

مقدمہ کی سماعت کے دوران امریکہ کی ایک خاتون اخبار نویس الزبتھ بھی ہماری ٹیم میں شامل ہو گئی۔ یہ محترمہ ایشیاء اور بالخصوص برصغیر کے سماجی امور پر کتاب لکھنا چاہتی تھی۔ وہ ایشیا میں زیر سماعت مقدمات کا جائزہ لے رہی تھیں۔ عطا محمد اس خوبرو امریکی خاتون کو باقاعدگی سے پھولوں کا تحفہ پیش کرتا۔

امریکی خاتون برا ماننے کے بجائے وارفتگی کے ساتھ پھولوں کو سونگھتی اور اس قیمتی تحفہ کو اپنے پرس میں محفوظ کر لیتی۔ اس کی دیانتدارانہ رائے تھی کہ اس نے اپنی صحافتی زندگی میں اس قدر ہنس مکھ ملزم نہیں دیکھا۔ اس کا کہنا تھا کہ امریکہ اور انگلستان میں قتل کے ملزم عموماً" بڑے کرخت ہوتے ہیں' وہ اخبار نویسوں سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے۔

ڈاکٹر خان صاحب قتل کیس کے ملزم کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس نے ایک مجاہدانہ کارنامہ انجام دیا ہے اور اس کی یہ کارروائی تاقیامت یاد رکھی جائے گی۔ ملزم کو یقین تھا کہ اگر اس نے عدالت میں پولیس کے حسب منشا بیان دیا تو سزائے موت ہونے پر بھی سکندر مرزا اسے معاف کر دیں گے۔

ایک روز ملزم میرے اور پاکستان ٹائمز کے شمیم رضوی کے پاس کھڑا تھا کہ ایک پولیس کانسٹیبل تقریباً" بھاگتا ہوا ہمارے پاس آیا اور بڑی گھبراہٹ کے عالم میں کہا "ملک صاحب! سامنے کمرے میں چلئے آپ کا ٹیلی فون ہے"۔ ملک صاحب نے پوچھا' "ہمیں ٹیلی فون پر کون یاد کر رہا ہے ؟" جواب ملا پریذیڈنٹ اسکندر مرزا۔ ملزم کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ خوشی اس کی آنکھوں سے ٹپک رہی تھی۔ گالوں کو رنگ رہی تھی۔ وہ اپنی حرکات سے بتانا چاہتا تھا کہ دیکھو میرا کیا مقام ہے۔ یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

ملزم عدالت میں پیش ہوتا تو حمائل شریف اس کے گلے میں آویزاں ہوتا۔ پولیس نے اسے نسیم حجازی کے ناول مہیا کر دیئے تھے جو بقول ملزم ہر وقت اس کے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ پولیس والوں کا کہنا تھا کہ ملک صاحب کتابوں کا مطالعہ نہیں

ان کا صرف دیدار کرتے ہیں تاکہ ان کی مجاہدی برقرار رہے۔

مودودی صاحب کی شہادت

جس روز جماعت اسلامی کے امیر مولوی مودودی کی شہادت تھی فاضل جج نے مجھے اپنے ریٹائرنگ روم میں بلایا اور بتایا کہ وہ مقدمہ کی صحیح نوعیت جاننا چاہتے ہیں۔ مودودی صاحب کھرے اور سچے مسلمان ہیں۔ ان کی شہادت میں کوئی کھوٹ نہیں ہو گا اور قتل کے واقعات معلوم کرنے میں مدد ملے گی اور اس سے قانون کا تقاضا پورا ہو گا۔

یہ برصغیر کا ایک دلچسپ مقدمہ تھا۔ ایک سیاسی جماعت پاکستان ری پبلکن پارٹی کا سربراہ ڈاکٹر خاں صاحب قتل ہو چکا تھا۔ پاکستان کی دوسری سیاسی پارٹی' خاکسار تحریک کے لیڈر اور بانی علامہ عنایت اللہ خان مشرقی قتل کے الزام میں گرفتار ہو چکے تھے۔ پاکستان کی تیسری سیاسی پارٹی جماعت اسلامی کے امیر سید ابوا لعلی مودودی شہادت کے لئے عدالت میں طلب کئے گئے تھے۔ بیک وقت پاکستان کی تین سیاسی جماعتیں عدالت میں کھڑی تھیں۔ ایسے واقعات تاریخ میں کم ہوئے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی چاہتے تو مدمقابل جماعت خاکسار تحریک کے سربراہ کو پھنسا اور الجھا سکتے تھے۔ ان کی شہادت کو بڑی اہمیت حاصل تھی مگر انہوں نے عدالت میں خدا لگتی بات کی۔ بقول ان کے نہ انہوں نے درس کے موقع پر ملزم کا چہرہ دیکھا نہ کسی رنگ میں خاکسار تحریک کے لیڈر علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کا تذکرہ ہوا۔ انہیں صرف ایک چٹ کا علم تھا جو استفسار کے لئے ان کے پاس بھیجی گئی تھی۔

پرندہ کتنا ہی اونچا اڑ جائے اس کا غریبانہ گھونسلہ اسے ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ آشیانے کے اشک آلود تنکے یاد آتے ہیں تو پرندے کے آنسو نکل آتے ہیں۔ انسان کا اصلی خول اس کا گھر ہوتا ہے جہاں اس کی مجبوریاں اور آسائشیں اس کی منتظر رہتی ہیں۔ لاہور میں بظاہر مجاہدانہ کارنامہ انجام دینے والے قاتل عطا محمد کا بھی ایک خستہ حال گھر تھا جہاں وہ اپنے غریب بال بچوں کے ساتھ انتہائی عسرت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا۔

قاتل کی بیوی عدالت میں

جب لاہور سنٹرل جیل میں عالی مقام شخصیتوں کی شہادتیں قلم بند ہو چکیں' قانون دان تعزیرات پاکستان کی روشنی میں دلائل کی گتھیاں سلجھا چکے تو ایک ادھیڑ عمر عورت جس کے چہرے کا کھنڈر بتاتا تھا کہ وہ جوانی میں بہت حسین عورت ہو گی آنسو پونچھتی ہوئی کمرہ عدالت میں داخل ہوئی۔ یہ عطا محمد کی بیوی تھی جس نے مٹیالے رنگ کا برقع پہن رکھا تھا۔ اسے دور افتادہ علاقہ سے شہادت کے لئے لاہور طلب کیا گیا تھا۔ یہ عورت خستہ سامانی کے باوجود اپنے خاوند سے زیادہ ہوشیار تھی۔

اس نے اشک آلود نگاہوں سے فاضل جج' وکلاء اور اخبار نویسوں کی طرف دیکھا۔ ہاتھ کی حرکت سے سب کو سلام کیا اور بلند آواز میں کہنے لگی:

"عالی جناب! میرا خاوند پاگل ہے۔ اسے قتل کی واردات سے بہت پہلے پاگل پن کا دورہ پڑا تھا۔ اس نے جنون کے عالم میں مجھے پیٹا تھا۔ یہ دیکھیں میرے جسم پر پرانی چوٹوں کے نشانات۔"

عورت کا بیان سن کر لاہور کے پرانے اور دیدہ ور وکلاء حیران رہ گئے۔ یہ وہ نکتہ تھا جسے وکلاء صفائی نے نظر انداز کر دیا تھا لیکن یہ نکتہ اس عورت نے اٹھایا جو قانون کی موشگافیوں سے ناواقف تھی لیکن اس کی دانش دہقانی کو علم تھا کہ اگر قتل کے ملزم کو پاگل یا نیم پاگل ثابت کر دیا جائے تو مقدمے پر برا اثر پڑتا ہے۔

جب عطا محمد نے بیوی کی الٹی سیدھی باتیں سنیں تو وہ سخت برہم ہوا لیکن بیگم کے سادہ اور دلکش بیان سے اس کے کس بل نکل گئے۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو مجاہد کہلانے کا خواہاں تھا' ہارا ہوا جواری نظر آتا تھا۔ ماتھے پر بکھرے ہوئے پریشان حال بال' ہونٹوں پر جمی پپڑیاں اور یاسیات پر ٹھنڈی آہیں کھینچتے لب۔ یہ اس قاتل کا اصل سراپا تھا مگر اس کی زندگی کی ہم سفر نے اس بہروپ کے تار و پود بکھیر دیئے تھے۔

جس قاتل نے نچلی عدالت میں قتل کی مبینہ سازش کے متعلق لمبا چوڑا بیان دیا تھا وہ اپنی زندگی کی ہم سفر کے بیان کے بعد دونوں ہاتھ باندھے کہہ رہا تھا۔

"میں ایک لٹے ہوئے جواری کی طرح یہاں آیا تھا۔ معاشرے نے مجھے کمزور پا کر

مجھ سے زندگی کی آخری رمق چھین لی۔ میں نے روٹی کا ٹکڑا طلب کیا لیکن میرے ماحول نے میرے ہی خون سے پیالہ بھرا اور کہا لو اسے پیو۔ میں نے کہا میں اپنا لہو نہیں پیوں گا۔"

بالآخر اس تاریخ کا سورج طلوع ہوا جب لاہور پولیس نے سلطانی گواہ خورشید خالد کو وہ سنسنی خیز بیانات قلمبند کرانے کے لئے عدالت میں پیش کرنا تھا جس کے چرچے پولیس حلقوں میں سننے میں آرہے تھے۔ لاہور سیشن کورٹ کے فاضل جج اس مقدمے کو جلد سے جلد نمٹانا چاہتے تھے۔ توقع تھی کہ وعدہ معاف گواہ کی شہادت کے معاً" بعد فیصلہ سنایا جائے گا۔ اور وہ کمرہ عدالت جس نے بڑی خون آشام روایات کو جنم دیا تھا ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا۔

دن کے قریباً" نو بجے لاہور سنٹرل جیل کے آہنی پھاٹک پر اچانک بیٹھے بیٹھے شور کی آوازیں آنے لگیں۔ پولیس کی پوری گارد جو رائفلوں کے علاوہ سنگینوں سے مسلح تھی، سلطانی گواہ کو اپنے جلو میں لئے قدم بہ قدم آگے بڑھ رہی تھی جیسے اس پر اچانک حملہ ہونے والا ہو اور وہ ہر ممکن پیش بندی کرنا چاہتی ہو۔ لاہور کے ایس پی مسٹر رندھاوا پولیس دستے سے آگے چل رہے تھے۔ ان کے پیچھے پولیس انسپکٹروں کی فوج ظفر موج رواں دواں تھی۔

سلطانی گواہ کو بڑے ڈرامائی انداز میں سیشن کورٹ کے کٹہرے میں لایا گیا۔ جج صاحب نے وعدہ معاف گواہ کی ہتھکڑی کھول دینے کا حکم دیا۔ گارد کے سپاہیوں کو عدالت سے باہر چلے جانے کے لئے کہا گیا۔ جب ابتدائی کارروائی مکمل ہو گئی تو فاضل جج نے سلطانی گواہ کو قسم اٹھا کر حلفیہ بیان دینے کا حکم دیا۔ یہ لمحہ عدالت، پولیس، ملزموں اور قومی پریس پر بڑا ہی نازک تھا۔

میں نے اپنی صحافتی زندگی میں کئی مقدمات کی روداد سنی اور قلم بند کی ہے مگر وہ سناٹا زندگی میں کبھی نہیں دیکھا جو کہ سلطانی گواہ کی آمد اور بیان شروع ہونے کے موقعہ پر یہاں چھایا ہوا تھا۔ پولیس والے بڑی بے چینی کا اظہار کر رہے تھے جس کا چرچہ کیا جا رہا تھا۔

آخر سلطانی گواہ نے جرات مندی سے پہلے علامہ صاحب اور پھر قومی پریس کی

طرف دیکھا۔ اس نے پوری طاقت سے سیلوٹ مارا اور اس کی آواز کمرہ عدالت میں گونجی:

" میرے امیر اور قومی پریس کو میرا سلام پہنچے۔"

اس آواز کے ساتھ ہی اخبار نویسوں کی انگلیاں حرکت میں آگئیں۔ سلطانی گواہ کا بیان قلمبند ہونے لگا۔ خورشید خالد نے حلف اٹھانے کے بعد تشدد کے جو واقعات بیان کئے انہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

جب سلطانی گواہ کے بیان میں حیرت انگیز روانی آئی تو پولیس کے بڑے افسر کمرہ عدالت سے باہر نکل گئے۔ سرکاری وکیل خان مشتاق احمد خان' سرکاری وکیل ہونے کے باوجود بڑے درد مند انسان تھے' وہ اپنی کرسی پر پتھر کی مورت بنے سلطانی گواہ کا بیان سن رہے تھے۔

کمرہ عدالت میں ہر شخص حیران و ششدر اور ہر چیز دم بخود تھی۔ بیان کے دوران ذرا سا التوا ہوا تو باہر سے اطلاع آئی کہ پولیس سلطانی گواہ خورشید خالد کی بوڑھی ماں کو جو اپنے بیٹے سے ملاقات کرنے آئی تھی ایک موٹر کار میں ڈال کر لے گئی ہے لیکن اس دوران ایک اخبار نویس نے اس کار کا نمبر نوٹ کر لیا تھا۔

سلطانی گواہ کی شہادت کے بعد فاضل جج نے تقریباً ایک گھنٹہ کے وقفہ سے فیصلہ صادر کر دیا۔ انہوں نے باآواز بلند کہا' " علامہ صاحب کی ہتھکڑی کھول دی جائے۔ استغاثہ ان کے خلاف قتل کا جرم ثابت نہیں کر سکا البتہ مقدمے کے ملزم عطا محمد کو تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۰۲ کے تحت سزائے موت دی جاتی ہے۔"

جب پولیس نے برصغیر کے نامور سیاستدان کی ہتھکڑی کھولی تو ہم سب بھاگ کر ان کے قریب پہنچے۔ علامہ صاحب نے بڑی پامردی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا۔ پولیس کا تشدد ان کے عزائم کو شکست نہ دے سکا لیکن جب سیشن کورٹ کا فیصلہ صادر ہوا تو نقاہت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ اخبار نویسوں نے زندگی میں پہلی بار ان کے چہرے پر نقاہت کے آثار دیکھے۔ انسان آخر انسان ہوتا ہے چاہے وہ عزم کا پہاڑ ہی کیوں نہ ہو۔

علامہ مشرقی میرے کندھے کا سہارا لئے ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے قومی

پریس اور خورشید خالد کو بزرگانہ دعا سے نوازا اور کہا:

"میں زندگی کی آخری منزل پر پہنچنے والا ہوں۔ سفر بڑا کٹھن اور طویل تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رضا سے کٹ گیا۔ جو کچھ ہوا میری آنکھوں کو اس کا یقین نہیں آتا۔"

میں نے اشک آلود نگاہوں سے علامہ صاحب کی طرف دیکھا اور میرے غیر صحافتی دل نے سوال پوچھا: "علامہ صاحب آپ کی منزل قریب آگئی ہے لیکن اس ملک کی منزل کا کیا بنے گا جو لاتعداد قربانیوں سے معرض وجود میں آیا لیکن محلاتی سازشوں کی آماجگاہ بن گیا؟" اس سوال کے جواب میں علامہ صاحب کی آنکھیں بھی نم آلود ہو گئیں۔

آخری ایام

جب چھ ماہ کی قید کے بعد علامہ صاحب کو ۱۷ نومبر ۱۹۵۸ء کو ڈاکٹر خان صاحب کے قتل میں ملوث ہونے کے الزام سے بری کر دیا گیا تو ملک میں مارشل لاء لگ چکا تھااور سکندر مرزا کو ملک سے دربدر کر کے جنرل ایوب خان نے کلی اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے تھے۔ کئی لوگوں کا خیال تھا کہ سکندر مرزا کے منظر سے ہٹ جانے کے بعد ہی مقدمہ سیشن عدالت میں پیش ہوا اور جج صاحب نے تیزی سے نمٹانے کا فیصلہ کیا تھا۔ تاہم قید کے دوران میں ذہنی پریشانیوں اور جسمانی تکالیف کے باعث علامہ صاحب کی صحت کافی گر چکی تھی اور جلد ہی پتہ چلا کہ سرطان کے موذی مرض نے جیل میں ہی ان پر قابو پانا شروع کر دیا تھا۔ قید سے نکلنے کے بعد علامہ صاحب نے اپنی معرکتہ الارا تصنیف 'تکملہ جلد اول اور دوم کو جس کی ابتدا انہوں نے جیل میں ہی کردی تھی مکمل کر کے چھپوایا۔ اس عرصے میں علامہ صاحب نے صدر ایوب کی توجہ کشمیر کی طرف مبذول کرائی اور کہا کہ کشمیر کی آزادی کے لئے ایک فوجی جرنیل کا ملک کا سربراہ ہونا نیک شگون ہو سکتا ہے۔

پھر گرفتاری

تاہم جب آئین کی عبوری دفعات کے نفاذ کے بعد مارچ ۱۹۶۲ء میں مارشل لاء ختم ہو گیا تو اور جماعتوں کی طرح خاکساروں نے بھی اپنی سرگرمیاں پھر سے شروع کر دیں۔ پنجاب کی پولیس جس نے علامہ صاحب کو بدنیانتی سے ڈاکٹر خان صاحب کے قتل میں ملوث کیا تھا' اپنی شکست کو ابھی بھولی نہیں تھی۔ چنانچہ ۶ مئی ۱۹۶۲ء کو علامہ صاحب اور گیارہ دیگر خاکساروں کو ملک کے مفاد کے خلاف سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ بعد ازاں علامہ صاحب کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ انکی شدید علالت کے پیش نظر انہیں اپنے مکان میں نظربند کیا جائے۔ پولیس نے الزام لگایا تھا کہ خاکسار صدر ایوب کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں۔ چونکہ الزامات مفروضہ بنیاد پر تھے اس لئے ثبوت فراہم نہ ہونے کی وجہ سے علامہ صاحب پر سے تمام

پابندیاں ۲۳ اگست ۱۹۶۲ء کو اٹھا لی گئیں۔ تاہم خاکسار تحریک کے احیا کے لئے جو کنونیشن دوسرے دن راولپنڈی میں ہونا تھا اسے حکومت مغربی پاکستان نے روک دیا اور تحریک کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ اس سلسلہ میں علامہ صاحب نے صدر ایوب کو ایک خط لکھا جس میں صدر صاحب کے اس مراسلے کا حوالہ دیا جو خورشید خالد ناظم اعلیٰ خاکسار تحریک کے خط کے جواب میں بھیجا گیا تھا۔ علامہ صاحب نے کہا کہ خاکسار تحریک پر پابندی لگانے سے بریت کا اظہار کیا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ یہ خبر صدر صاحب نے اخبارات میں پڑھی تھی لیکن اب جبکہ گورنر نواب آف کالا باغ نے یہ کہہ خاکسار کہ کسی رنگ میں زندہ نہیں رہ سکتا، قوم کی اس بے غرض اور بے مزد جماعت کو کالا باغ دکھا دیا گیا ہے صدر ایوب اپنی بریت کسی طرح قائم رکھ سکیں گے۔

علامہ صاحب نے مزید کہا۔ "میں صدر پاکستان کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک رنگ کا لباس، روزانہ حاضری، فوجی نماز، بیلچے کے خادمانہ ہتھیار، فوجی تنظیم، پابندی وقت اور اطلاعت امیر کے بغیر خاکسار کا وجود ہی بے معنی ہے۔ صدر موصوف کا یہ کہنا کہ یہ چیزیں سیاسی دباؤ پیدا کرتی ہیں اسکے مترادف ہے کہ مہنگائی، رشوت، ظلم بے حیائی اور بے دینی کو رائج کر کے رعیت کو کمزور کرنا دراصل اپنی گھر کو مضبوط کرنا اور نیکی اور دین اسلام کو رائج کرنا اپنی گدی کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ میں صدر پاکستان کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف بے لوث خدمت اور صحیح دین اسلام کو رائج کرنے سے ہی انکی گدی چٹان کی طرح مضبوط ہو گی۔ غنڈہ پن، دھوکا اور فریب سے دنیا ضرور حاصل ہو سکتی ہے مگر دنیا کو دیر تک قابو میں رکھنے کا واحد ذریعہ صرف نیک اور بے غرض بن جانا ہے۔ پاکستان کی دو حکومتوں نے مجھے وزارت کی پیش کش کی مگر میں نے اس سے انکار کر دیا۔ اگر میں غنڈہ ہوتا تو فوراً قبول کر لیتا۔ صدر ایوب اطمینان رکھیں کہ خاکسار جو کچھ کرتا ہے کسی گدی کو حاصل کرنے کے لئے نہیں کرے گا، وہ صرف خدا کے پاس گدی حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔

"صدر ایوب سے میری مودبانہ گزارش ہے کہ خاکساروں پر پابندی لگا کر وہ اپنی حکومت کو کوئی گنا غیر ہر دلعزیز اور کمزور نہ کریں۔ خاکسار دین اسلام پر چلنا ہر مسلمان

کا فطری حق سمجھتا ہے اور وہ کسی طرح کی قانونی پابندی کو جو غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی ہو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ قرآن حکیم میں ہے کہ اے ایمان والو! اپنے ہتھیار پکڑ لو اس لئے یہ حکم ہر مسلمان پر لازمی ہے۔ پھر کون صدر ہے جو تلوار' توپ' بندوق تو الگ بیلچہ پر پابندی لگا سکتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ کے رنگ میں رنگے جاؤ' پھر کون ہے جو خاکساروں کے لباس کو ممنوع قرار دے سکے۔ حدیث شریف کہتی ہے کہ تمہاری قطاریں تیر کی طرح سیدھی اور تمہاری حرکتیں نہایت چت اور مکمل طور پر یکساں ہوں' پھر کون ہمیں فوجی پریڈ سے روک سکتا ہے۔ ۱۹۵۸ء کے کسی کھوسٹ آرڈی ننس کی آڑ میں خاکساروں کو اس کے تحت لانا بزدلانہ فعل ہو سکتا ہے۔"

بستر مرگ سے علامہ مشرقی کا پیغام

۸ اگست ۱۹۶۳ء کو یعنی اپنی وفات سے صرف ۱۹ دن قبل' علامہ صاحب نے قوم کو ایک طویل پیغام دیا۔ انہوں نے عوام اور حکومت کو مشورہ دیا کہ وہ پاکستان کی آزادی برقرار رکھنے کے لئے پھونک پھونک کر قدم اٹھائیں۔ انہوں نے پاکستان کے دوست نما دشمنوں سے ملک و ملت کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

"بھارت کو غیر مشروط طور پر دنیا کی دونوں بڑی طاقتوں روس اور امریکہ کی طرف سے اسلحہ کی دھڑا دھڑ سپلائی پاکستان کی سلامتی کے لئے زبردست خطرہ ہے۔ بھارت پاکستان کے مقابلے میں کئی گناہ طاقتور ہو رہا ہے اور وہ کسی وقت بھی پاکستان کو ہڑپ کرنے کے لئے عملی قدم اٹھا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ روس اتنا احمق نہیں کہ وہ ایک کیمونسٹ ملک چین کے خلاف بھارت کو فوجی امداد دے اور اپنے بنیادی نظریات کو پس پشت ڈال دے۔ انہوں نے کہا کہ روس کو یہ اچھی طرح علم ہے کہ بھارت چین کے خلاف جنگ نہیں کر سکتا اور فوجی اسلحہ صرف پاکستان کے خلاف ہی استعمال ہو گا۔ ایسی خطرناک صورت حال میں پاکستان کی ذرا سی لغزش پاکستان کو تباہ کر دے گی اس لئے قوم اور حکومت دونوں کو پاکستان کی آزادی برقرار رکھنے کے لئے پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہئے۔

"علامہ مشرقی نے کہا کہ پاکستان کے ناعاقبت اندیش مغربی حلیفوں کی آنکھوں پر

اس وقت پردہ پڑا ہوا ہے اور وہ بھارت کی خوشنودی کی خاطر پاکستان کی آزادی کا سودا کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ مغربی ممالک پاکستان کو طفل تسلیاں دے کر بہلانے کی کوشش میں مصروف ہیں اور وہ پاکستان کو زبانی یقین دلا رہے ہیں کہ بھارت کو ملنے والی فوجی امداد پاکستان کے خلاف استعمال نہیں ہو گی۔ پاکستان کو اپنے ان نام نہاد دوستوں کی احمقانہ روش سے ہوشیار رہنا چاہئے اور ایسے اقدامات اختیار کرنے چاہیں جس سے وہ اپنے خلاف ہر سازش کو ناکام بنا دے۔ انہوں نے پاکستان کے حکمران طبقہ کو انتباہ کیا کہ وہ مغربی ملکوں کی کسی چال میں نہ آئے اور ان کی ہر سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ علامہ صاحب نے کہا کہ اگرچہ مقبوضہ کشمیر کی تقسیم کا خطرہ پاکستان اور کشمیر کے عوام کے باہمی اتحاد سے ٹل گیا ہے لیکن امریکہ اور بھارت اسے تقسیم کرنے یا خود مختار بنانے کی دوبارہ کوشش کریں گے۔ حکومت کو پہلے ہی اس کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ مستقبل قریب میں پاکستان کی سلامتی کو زبردست خطرہ ہے۔ اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے پاکستان کے بچے بچے کو سپاہی بنانے کی ضرورت ہے اور اگر ہم نے اس وقت بھی اپنے مضبوط دفاع کے لئے تیاریاں شروع نہ کیں تو ہمیں بعد میں پچھتانا پڑے گا۔

بھارت ہمارا دوست نہیں

"علامہ صاحب نے کہا کہ میں پنڈت نہرو کی ذہنیت کو بخوبی سمجھتا ہوں' وہ کئی سال تک میرے ہم جماعت (کلاس فیلو) رہ چکے ہیں۔ مجھے ان کی سیاسی چالوں سے پورے طور پر علم ہے اور میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ نہرو فوجی دباؤ کے بغیر کسی صورت میں بھی اس مسئلہ کا درست حل کرنے کو آمادہ نہیں ہوں گے اور محض سیاسی چالیں چل کر ہمیں دھوکہ دیتے رہیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی اس سیاسی چال میں کامیاب بھی ہو جائیں کہ کشمیر دو حصوں میں بانٹ دیا جائے۔ اس طرح نہرو جموں کو ہتھیا کر پاکستان کے لئے زبردست خطرہ پیدا کر دیں۔ کیونکہ وہ اس علاقہ کے مالک ہونے کے بعد پاکستان میں آنے والے دریاؤں کا رخ موڑ کر ہمیں مستقبل عذاب کا شکار بنا دیں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں ہمیشہ اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے

کہ بھارت ہمارا دوست نہیں بن سکتا۔ آپ نے کہا کہ نہرو چاہتے ہیں کہ پاکستان کسی طرح ان کے ساتھ مشترکہ دفاع کا معاہدہ کر لے۔ایسی صورت میں ہم بہت کچھ کھو دیں گے۔ اور ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا کیونکہ اس وقت ہمارا واحد دشمن بھارت ہی ہے اور مشترکہ دفاع کر کے ہم کئی اور ممالک کو بھی اپنا دشمن بنا لیں گے اور پھر پاکستان کی سلامتی اور وجود خطرے میں پڑنے کا قوی امکان ہے۔

صدر ایوب کو خاکسار تنظیم کی صدارت کی پیش کش

" حضرت علامہ مشرقی نے کہا کہ میں صدر ایوب کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اب بھی خاکسار تنظیم کی قیادت سنبھال لیں اور اس تنظیم کے بنیادی اصولوں کو پاکستان بھر میں رائج کر کے عوام کو سپاہیانہ زندگی بسر کرنے کی تربیت دیں۔ انہوں نے کہا کہ بعض عناصر خاکسار تنظیم کو اپنے لئے زبردست خطرہ سمجھتے ہیں اور دفعہ ۱۴۴ جیسے قوانین کے تحت محب الوطن خاکساروں کے کنونشن پر پابندی لگا کر ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ خاکساروں کا مقصد عوام کو بیرونی خطرات سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنا ہے اور جو لوگ پاکستان کی سلامتی نہیں چاہتے وہ خاکساروں کی حوصلہ شکنی پر تلے ہوئے ہیں۔

انتباہ آپ نے کہا کہ "ہو سکتا ہے کہ قوم کے نام میرا یہ آخری پیغام ہو۔ میں بستر مرگ سے انہیں خبردار کرتا ہوں کہ وہ بدلتی ہوئی بین الاقوامی سیاست میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ صدق دل سے وطن کی حفاظت کے لئے تیار ہو جائیں اور باہمی اختلافات کو ختم کر کے ایک ہی مرکز پر جمع ہو جائیں۔ آج اگر انہوں نے اپنے فرائض سے غفلت برتی تو آنے والی تاریخ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ انہوں نے حکومت کو بھی مشورہ دیا کہ وہ عوام کے دلوں کو مسخر کرنے کے لئے حقیقت پسندانہ روش اختیار کرے اور رائے عامہ کو نظر انداز کرنے کی موجودہ پالیسی کو ترک کر دے۔"

کشمیر

اور

علامہ مشرقی

تدوین

سید شبیر حسین